www.novelsclubb.com
ٹھہرا سمندر
ناولز کلب
از رباب بی بی
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

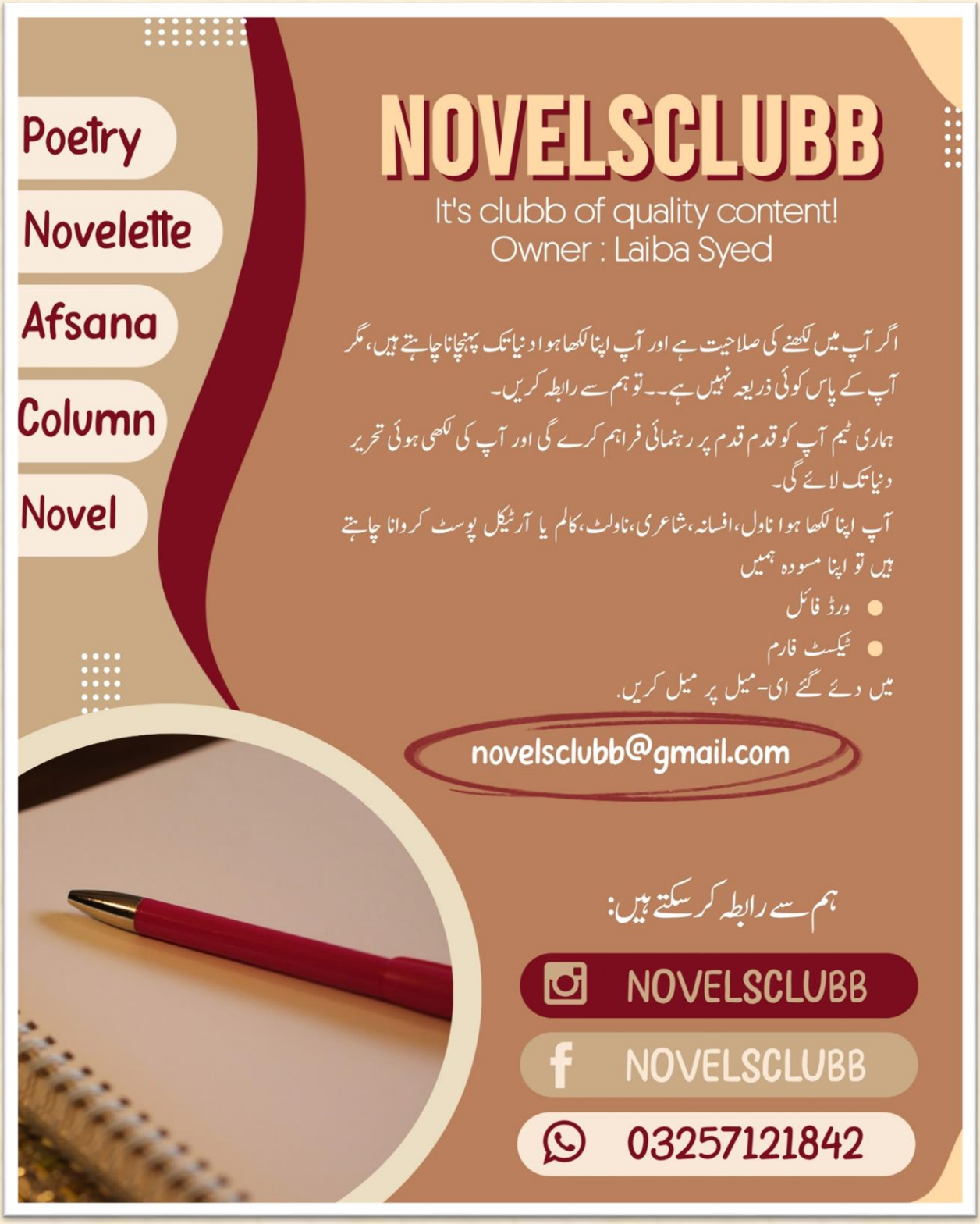
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

ٹھہرا سمندر

از قلم

رباب بی بی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ناول "ٹھہرا سمندر" کے تمام جملہ حق لکھاری "رباب بی بی" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹ فارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ "ناولز کلب" کا پی ڈی ایف بغیر اجازت پوسٹ کرنا منع ہے، بغیر اجازت کہانی/پی ڈی ایف کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

ٹھہرا سمندر

باب اول

"دلکشی"

حال

یہ منظر لاہور شہر کے اندرونی حصے سے کچھ فاصلے پر بنے گیراج کا تھا۔اس کی مدھم سی پیلی روشنی میں باہر خستہ حالت میں کھڑی چند گاڑیاں باآسانی دیکھائی دے رہیں تھی۔روڈ کی دوسری طرف ایک دو پیٹرول پمپ پینلز کے ساتھ کچھ ہی فاصلے پر بنے دو تین چھوٹے موٹے ڈھابے بھی تھے۔جو اس وقت بند ہی نظر آرہے تھے البتہ پیٹرول پمپ کھلا نظر آرہا تھا۔گیراج سے آتی مسلسل کھٹ پھٹ کی آواز خاموش فضا میں لگاتار گونج رہی تھی جو کسی وجود کے گیراج میں موجود ہونے کی تصدیق کرتی تھی۔

اندر نظر کی جائے تو ایک دبلا پتلا سا نوجوان ہاتھ میں ہتھوڑا لیے گاڑی کے نکلے ہوئے دروازے کو لوہے کی بنی اسٹول پر رکھ کر ایک ہی جگہ زوروں سے مارے جاتا تھا۔ مسلسل

لوہے سے لوہا ٹکرانے کی آواز نے چاروں اطراف شور مچا رکھا تھا۔اس لڑکے نے جب اپنا کام نا بنتے پایا تو کوفت کے مارے اسی دروازے کو اٹھا کر نیچے پٹخ دیا۔

"کمینہ انسان آج پھر چونا لگا گیا۔۔سالے مل جاتو ایک بار۔۔چونے کی بالٹی میں بھیگو بھیگو کر ماروں گا"

وہ اپنے تصور میں آئے شخص کو کوس رہا تھا۔شہد رنگ آنکھوں میں ڈھیروں چڑچڑاپن تھا۔شور کی آواز سے گیراج میں ہی بنے واشروم کا دروازہ کھول کر 'وہ' باہر آیا۔گیلے ہاتھوں کو بالوں میں پھیرتے ہوئے اسنے چہرہ بھی تر کیا۔کالی پینٹ کے اوپر گریز سے اَٹی بنیان ڈالے۔پیروں میں لیدر کے بوٹس پہنے۔وہ کسی میکینک سے کم نہیں لگ رہا تھا۔اس نے ایک نظر نیچے زمیں پر پٹخے ہوئے دروازے کو دیکھا اور پھر اسے۔اول تو اس کے ماتھے پر بل نمودار ہوئے تھے۔لیکن پھر ہمیشہ کی طرح آج بھی تنگ آکر ہنس دیا۔

"ہنس لے تو۔۔تجھے تو دوبارہ موقع ہی مل گیا۔۔۔اس منحوس جیری کا تو میں اب دماغ درست کرنے والا ہوں۔"اپنے سیاح کھڑے بالوں کو ماتھے سے ہٹاتے ہوئے اس نے غصے سے ہاتھ میں پکڑے ہتھوڑے کو بھی نیچے پھینک دیا تھا۔

"تو نے پچھلی بار بھی یہی کہا تھا۔۔۔اور اس سے پچھلی بار بھی۔۔ کتنی بار کہا ہے۔۔وہ جیری پیسوں کا بھوکا ہے اور تجھے ہر چمکتی ہوئی چیز کا لالچ۔" اس نے باتھروم کے باہر کیل پر لٹکی اپنی شرٹ کو ہاتھ میں لے کر پہنتے ہوئے افسوس سے کہا تھا۔

"ہاں پر اس بار یہ واقعی چمک رہی تھی یار۔" جھنجھلاتے ہوئے وہ پاس پڑی اُسی اسٹول پر بیٹھ گیا۔اسکے بگڑے ہوئے تیور پر اس نے ایک نظر نیچے گرے ہوئے دروازے کے رنگ کو دیکھا'جو ریڈ کلر سے چمکتا ہوا نظر آرہا تھا۔اور پھر گردن گھما کر گیراج کے ایک کونے پر رکھی ناجانے کون سی گاڑی جو اس کی نظر میں گاڑی کم رنگوں کی دکان زیادہ لگ رہی تھی۔اس پر نظریں ٹکائیں۔

"تیرا مطلب ایسا چمکتا ہوا؟" اس نے طنز کرتے ہوئے اشارہ کیا۔

"یار بھائی تو میری لیلی کی جان چھوڑ دے۔۔ایک دفع یہ بن گئی نا۔۔تو تُو بھی بولے گا کہ واہ شیدے کیا نمونہ بنایا ہے۔۔شہکار۔" اس نے اپنے خیالوں میں بنی سنوری گاڑی بقول اس کے لیلی کی تعریف کی اور اپنے ہونٹوں سے انگلیوں کو کس دے ڈالی پھر اپنے بھائی کو مسکرا کر دیکھتے ہوئے کالر جھاڑنے لگا۔

"ہاں یہ بات تو طے ہے۔۔۔۔تو نے ایک نمونہ ہی بنانا ہے۔"اس نے ہنس کر سر جھٹکا۔

اپنے بھائی کے دوبارہ طنز کرنے پر وہ منہ بسورے بیٹھا رہا۔

"چل اٹھ جا بارہ ہو گئے ہیں۔۔۔امی نے گھر نہیں گھسنے دینا۔"گیراج میں بکھری ہوئی چیزوں کو سمیٹتے ہوئے اس نے یاد دلایا۔وہ جھکا ہوا سر لیے اٹھ کر واشروم تک پہنچا پھر فوراً پلٹ کر دوبارہ اس دروازے تک آیا۔ایک گھما کر لات اس دروازے کو ماری ساتھ نیچے پڑا ہوا ہتھوڑا بھی اٹھا کر زور سے دے مارا تھا۔

"راشد۔"

اس کی حرکت پر اسنے پلٹ کر اسے ڈپٹا۔مانو اب وہ دفع ہو جائے اس سے پہلے وہ اسی کو دو لگا دے۔ایک تو راشد کے بڑھتے ہوئے اس شوق کو لے کر وہ تنگ تھا اور دوسرا وہ آئے دن لٹ کر آجاتا تھا۔سونے پر سہاگا لٹ کر بھی ایک ہی بندے سے آتا تھا۔روز بروز کے اس تماشے پر اس نے جیری نامی انسان سے اب خود دو دو ہاتھ کرنے کی سوچ لی تھی جو اس کے جھلّے سے بھائی کو لالچ دے کر ہمیشہ پیسے بٹورتا تھا۔

سامان سمیٹتے ہی کچھ وقت بعد دونوں گھر کے لیے نکل گئے تھے۔ابھی تھوڑا دور ہی پہنچے تھے کہ اس کا فون بجنا شروع ہوا۔اس نے اپنی پینٹ سے موبائل نکال کر ایک ہاتھ سے بائیک کا ہنڈل سنبھالا اور دوسرے ہاتھ سے سکرین پر "امی جان" کا نام جگمگاتا دیکھ کر کال فوراً اٹینڈ کر لی۔

"سلام امی۔۔بس راس۔"

"تم دونوں کو کس ماں کا غم ہے جو تمھیں گھر کا راستہ نظر نہیں آتا؟۔۔نامیرا فون اٹھاتے ہو نا خود خیال آتا ہے۔۔۔بوڑھی ہو گئی ہوں لیکن مجال ہے جو سکھ کا سانس لینے دیا ہو مجھے۔۔۔اور یہ بے شرم راشد۔۔جب بھی کال کرو آگے سے بزی کا لارہ وہ کمپنی والی لگانے لگتی ہے۔۔۔نہیں میں پوچھتی ہوں آخر کس گھڈے میں جا کر بیٹھ جاتا ہے یہ جو اتنا بزی رہتا ہے۔۔۔اب بول بھی لو ویسے تو تم دونوں کی زبان نہیں رکتی۔"آواز اتنی اونچی تھی کے پیچھے بیٹھا راشد بھی گھونٹ بھر کر رہ گیا۔ماں کے پنجابی میں سنائی گئی سلواتیں خطرے کی علامت ہوا کرتیں تھی۔فون کان سے لگائے اسنے بھی شرم سے ہونٹ دانتوں تلے دبا لیے تھے۔

"امی بس آرہے ہیں۔۔آج تھوڑا کام زیادہ تھا۔۔تو وہیں مصروف رہا۔۔اور راشد کو کام سے بھیج رکھا تھا اسی لیے شاید آپکا فون نہیں اٹھا سکا"۔اس نے راشد کی فضول حرکت پر صفائی سے پردہ ڈالا دیا تھا۔کیا کہتا کہ میاں راشد صاحب تو پورا دن گیراج میں بیٹھے اپنی لیلی کی مرمت کر رہے تھے۔اور لیلی کے آگے اسے کسی کی پرواہ نہیں تھی۔

" ہاں ہاں۔۔سب پتا ہے مجھے اتنا تم دونوں جو بزی رہتے ہو۔۔اور اس راشد کی تو آج میں ٹانگے توڑوں گی۔۔آئے تو ذرا"اپنی بات مکمل کرتے ہی انہوں نے فون کھٹاک سے بند کر دیا تھا۔لب بھینچتے ہوئے اسنے فون واپس جیب میں رکھ کر ایک نظر پیچھے بیٹھے راشد پر ڈالی۔وہ بے شرموں کی طرح بتیسی نکالے ہنس رہا تھا۔زرا برابر جو اس میں غیرت نام کی شئے ہو۔

"چلو آج میرے ہاتھ نا سہی۔۔۔لیکن امی کے ہاتھوں تجھے پٹتا دیکھ کر سکون مل جائے گا۔" اسنے گہری سانس لیتے ہوئے مزے سے کہا۔جس پر راشد نے نا آنے والا پسینہ ماتھے سے صاف کیا تھا۔جیسے کہہ رہا ہو'وہ واقع ڈر گیا۔

Clubb of Quality Content

لیکن پھر گھر پہنچتے ہی ماں کو خاموشی سے کھانا لگاتے دیکھ کر اسکی حقیقت میں سٹی گم ہو گئی تھی۔یعنی معاملہ گرم تھا۔وہ پہلی فرصت میں کمرے میں جا گھسا۔البتہ 'وہ'نہا دھو کر ۔کپڑے بدلتا ہوا صحن میں بچھی چارپائی پر آ بیٹھا تھا۔کھانے کے دوران ان کی ماں جن نظروں سے انہیں گھور رہیں تھیں۔اس سے راشد کو تو یقین ہو گیا تھا کہ آج اس کے ذبح ہونے کا دن ہے۔بلکل اس بکرے کی طرح جسے حلال کرنے سے پہلے اس کی پیٹ پوجا کی جاتی ہے۔اور پھر ایسا ہی ہوا۔کھانے کے بعد وہ دونوں کچن میں کھڑے برتن دھو رہے تھے۔جب ان کی ماں نے پیچھے سے آ کر دونوں کے کان بڑی شدت سے مروڑ دیے۔وہ تو اپنی اس زلالت پر بس آنکھے ہی بند کر سکا تھا۔جبکہ راشد کی بانگ پورے گھر میں گونجنے لگی ۔

"ہائے امی ں ں۔۔۔امی درد ہو رہا ہے۔۔امی آہستہ مرو۔۔۔ہائے اللہ۔"راشد کی جیسے جیسے دوہائیاں بڑھ رہیں تھی۔اس کی ماں کا ہاتھ مزید سختی پر اترتا گیا۔دوسری طرف اس کی راشد کو ایسے کھڑے روتے دیکھ کر مسکراہٹ تھم کے نا دیتی تھی۔

Clubb of Quality Content

"زیادہ چوں چاں نا کر۔۔۔اتنا تو نازک۔۔۔آج تو میں تیری ساری دھائیاں نکالوں گی۔" وہ اب بھی اپنی پنجابی زبان کا استعمال کرتے ہوئے راشد کا کان اور زور سے مروڑ رہیں تھی۔

"امی کیا ہو گیا ہے میں واقع مصروف تھ۔آآآآآآ۔" راشد کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ انہوں نے پھر سے اس کے کان پر زور دے دیا۔وہ بلبلا اٹھا۔جبکہ اپنے کارٹون جیسے بھائی کا چیخنا چلانا وہ بہت دلچسپی سے سن رہا تھا۔ساتھ ہی ساتھ بامشکل اپنے امڈنے والے قہقہہ کو بھی روک رہا تھا۔

"جانے دیں امی آج معاف کر دیں آئین-آہ۔" اس نے راشد کا تھوڑا ساتھ دینا چاہا تھا۔مگر ماں کا ہلکا ہاتھ اس کے کان پر بھی زور پکڑ گیا۔

"تم چپ رہو۔۔آج تمھاری بھی نہیں چلنی۔" ان کی بڑے بیٹے کو لتاڑنے پر راشد کی کھی کھی شروع ہو گئی تھی۔لیکن زیادہ دیر اسکے دانت باہر نا رہے تھے۔ماں نے دوبارہ اس کا کان مروڑا تو وہ تلملا اٹھا۔

"دیکھو تو اس بے شرم کو۔۔کیسے دانت نکال رہا ہے۔" راشد کو شرم دلانے کی ایک ناکام سی کوشش کی گئی تھی۔

"اچھا امی بس بھی کریں۔۔کیوں اتنا غصہ کرتی ہیں۔۔آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔"اس نے مسکرا کر امی کا ہاتھ اپنے کان سے اور پھر راشد کے کان سے ہٹا کر دونوں ہاتھوں کو اپنے لبوں سے لگایا۔

"عبداللہ مجھے تم دونوں کی فکر ستاتی رہتی ہے۔۔اگر اس طرح غصہ کر کے تم دونوں کو احساس نا دلاؤں تو مجھے بے چینی سی ہونے لگتی ہے۔۔تم دو ہی تو میرا سب کچھ ہو اب۔۔تم لوگوں کی فکر نا کروں تو کس کی کروں؟ تمھارے ابا کے بعد مجھے اس دنیا کے نظام پر بلکل اعتبار نہیں رہا۔۔اور پھر آج کل کے حالات دیکھ تو رہے ہو نا تم۔۔تمھارا اور اس کا رات دیر تک آنے کا سلسلہ ختم ہی نہیں ہوتا۔۔اور تم مجھے ہمیشہ یونہی خاموش کروا دیتے ہو۔۔آخر کیا رکھا ہے اس چوبس سو گھنٹے کی مشینوں اور گاڑیوں کی مرمت میں۔۔تم اپنے ابا کا شوروم کیوں نہیں سنبھال لیتے آخر۔"وہ اب روانی سے اردو بول رہی تھیں۔روقیہ پنجابن کا دور دور تک کوئی نام و نشان نہیں رہا تھا۔جو اکثر غصے میں جاگ جایا کرتا تھا۔

عبداللہ انکا ہاتھ پکڑ کر کچن سے باہر صحن میں پڑی چارپائی تک لے آیا۔اس دوران وہ اُس سے گلہ ہی کیے جا رہیں تھی۔مگر غصہ جھاگ کی طرح اُڑ چکا تھا۔شوہر کی وفات کے بعد وہ غصیلی

اور کچھ چڑچڑی سی ہو گئیں تھی۔ بات بات پر انسے خفا ہو جاتی تھیں۔ خاص کر اپنے چھوٹے بیٹے کو لے کر پریشان رہتیں تھی۔ عبداللہ سمجھ سکتا تھا۔ یہ سب انکا زندگی گزارنے کے لیے کسی کوپنگ مکینزم جیسا تھا۔

"ٹھیک ہے آپ جیسا کہیں۔۔ میں کل چکر لگا کر دیکھ آؤں گا۔۔ وقت ملا تو اونر سے بھی بات کر لوں گا۔۔ اور پھر راشد تو ویسے ہی ہاتھ بٹانے آجاتا ہے۔۔ ورنہ اس کی چھٹیاں ختم ہوتے ہی میں اسے پڑھائی پر دھیان دلواتا ہوں۔۔ آپ بس پریشان نا ہوا کریں۔" اس نے انہیں تسلی دینا چاہی البتہ راشد کا ہاتھ بٹانا اماں کو تفصیلی نہیں بتا سکا۔ اپنے ذکر پر ان کے پیچھے کان مسلتے ہوئے آتے راشد نے گردن کھجا کر چور نظروں سے عبداللہ کو دیکھا تھا۔ اسکی نظر بھی اسی پر تھی۔

اسے نہیں معلوم کہ راشد کو گاڑیوں کے پرزے اکھٹا کرنے اور ان کو ایک نئی شکل دینے کا کیا بھوت سوار تھا۔ پچھلے چار سالوں سے وہ اسی لیلی نامی گاڑی کو اپنے طریقے سے ہی کوئی مخصوص شکل دے رہا تھا۔ یہ شوق بھی اچانک اس میں جاگا تھا۔ وجوہات عبداللہ کو اچھے سے سمجھ آتیں تھی۔ لیکن وہ سامنے سے کبھی پوچھتا نہیں تھا۔ گاڑیوں کا شوق تو اسے بھی تھا لیکن

Clubb of Quality Content

صرف درست کرنے کی حد تک ورنہ وہ اپنے ابا کے جانے سے پہلے گیراج کے ساتھ ساتھ شوروم بھی جایا کرتا تھا۔ غرض یہ کہ ان کی دیتھ کے بعد اور کچھ تلخ یادوں سے دور جانے کے لیے وہ گیراج تک ہی محدود ہو گیا۔ مگر ساتھ ساتھ ان دنوں نوکری کی تلاش میں بھی بھٹکتا رہتا تھا۔

"اچھا اب موڈ ٹھیک کریں۔۔ کیا روز آپ ناراض بیویوں کی طرح مجھ سے غصے ہوتی رہتیں ہیں۔۔ بتا رہا ہوں میں۔۔ ایسا ہی چلتا رہا تو کوئی بہو نہیں آئے گی۔۔ ورنہ اسنے بھی آپ کے ساتھ مل کر مجھے روز زلیل کرنا ہے۔" راشد نے وہی روز کا تکیہ کلام دوہرایہ تھا۔ عبداللہ آنکھیں گمائے بنا نا رہ سکا۔

"دیکھو تو اسے۔۔ شرم نہیں آئی گی اس کمبخت کو کبھی" روقیہ بیگم نے اس کی کمر پر ایک مکا جڑ دیا۔ وہ جو مزے سے ان کے ساتھ لگا بیٹھا تھا۔ کراہ کر سیدھا ہو گیا۔ روقیہ بیگم سمیت اب عبداللہ نے بھی ہنستے ہوئے اس کے کان مروڑے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

صبح ہوتے ہی وہ شوروم جانے کے لئے تیار تھا۔ بائک کی چابی اپنے کمرے کی میز پر سے اٹھائے وہ باہر صحن میں چلا آیا۔ کھلے صحن کے بیچ و بیچ چارپائی ڈالے اس کی ماں اور راشد ایک ساتھ سوتے نظر آرہے تھے۔ رات ماں کی جانب سے دیکھائی گئی ناراضگی پر وہ انکے ساتھ چپک کر سوتے ہوئے زیادہ لاڈ پیار جتا رہا تھا۔ عبداللہ دبے پائوں چلتا ہوا چارپائی تک آیا اور سوئے ہوئے راشد کو کندھے سے ہلا کر جھٹکا دے کر اٹھانے لگا۔

وہ ٹس سے مس نہ ہوا تھا۔ عبداللہ نے پھر سے کوشش کی تو وہ ایک آنکھ کھولے عبداللہ پر نظر ڈال کر پھر سے کروٹ بدلنے لگا۔

"اٹھ کر دروازہ بند کرلے۔۔ بعد میں سوتا رہنا۔" اس نے راشد کے منہ پر سے چادر ہٹا کر مدھم آواز میں کہا تھا۔ روقیہ بیگم چارپائی کی دوسری طرف لیٹی ہوئی تھیں۔ کچھ بعید نہیں وہ ابھی جاگ جاتیں اور پھر پورا دن فضول کے کاموں میں مصروف رہ کر خود کو ہلکان کر لیتیں۔

"یار بھائی تو نکل جا نا۔۔ میں بعد میں اٹھ کر بند کر دوں گا۔" نیند سے بوجھل آواز تھی۔ وہ آرام سے کہتے ہوئے دوبارہ چادر تان کر سوتا بن گیا۔

" اٹھ جا۔۔ورنہ دو لگاؤں گا تجھے اب۔"اسنے مصنوعی غصہ سے اسکی چادر کھینچ کر الگ کر دی تھی۔راشد تنگ آ کر اسے آنکھیں دیکھاتا ہوا اٹھا اور جا کر دروازے پر کھڑا ہو گیا۔

"اب آ بھی جایئے محترم گھر سے دفعان ہو جایئے۔"اس نے جھک کر دونوں ہاتھوں کو باہر کی طرف کرتے ہوئے معصومیت سے سے کہا۔حلانکہ الفاظ اسکے چہرے کی معصومیت کی عکاسی بلکل نہیں کرتے تھے۔عبداللہ نے ایک نظر ماں پر ڈال کر انکے ہاتھوں کو ہاتھ میں لیتے ہوئے احتراماً بوسہ دیا اور تیزی سے چلتا ہوا اپنے بھائی کے پاس آ کر رک گیا۔پھر رکھ کر اس کی جھکی کنپٹی پر جڑ دی۔

"بندر کہیں کا۔"وہ بڑبڑاتا ہوا باہر نکل آیا۔اسکے پیچھے راشد نے کنپٹی مسلتے ہوئے چہرہ بگاڑا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

چار سال اور کتنے مہینوں بعد وہ پھر سے اس جگہ آ کھڑا ہوا تھا۔جہاں اس نے نگاہ پھیر کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔ابا کے جانے کے بعد اسنے کبھی یہاں کا رخ کرنے کی سوچی تک نا تھی۔نا کبھی دل کیا اور نا کبھی ضرورت محسوس ہوئی۔بائک کو ایک جانب روک کر اس نے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شوروم کی بلڈنگ پر نگاہ ڈالی۔وہ اس وقت بلکل ابتر حالت میں تھی۔اس کے ابا کے علاوہ کچھ اور بہت ملازم بھی کام کرتے تھے، جنہوں نے شوروم پر ہونے والے حادثے کے بعد کبھی واپسی کی راہ نہیں لی تھی۔اسنے ہیلمٹ اتار کر بائک کو اسٹینڈ پر کھڑا کیا اور آہستہ سے چلتا ہوا مین ڈور تک آیا۔جیتنے قدم اس نے گیٹ تک آنے میں طے کیے تھے اس دوران اس کی نظروں کے سامنے بہت سے مناظر کسی فلم کی طرح گھوم کر رہ گئے تھے۔

بلڈنگ پر بڑے بڑے انگریزی حروف میں 'احمد موٹرز' سے امتزاج بینر نسب تھا۔ہونٹوں کو سختی سے آپس میں پیوست کیے وہ یونہی کھڑا رہا۔گیٹ پر پولیس کی سیل دیکھ کر وہ اپنے ضبط کو بے قابو ہوتا محسوس کر سکتا تھا۔اس نے گہری سانس خارج کرتے ہوئے تھوڑا سا پیچھے کھڑے ہو کر شوروم کے ٹوٹے ہوئے شیشوں پر نظر ڈالی۔پھر اندر کی جانب نگاہ دوڑانے لگا۔چند سال پہلے کھڑی ان ابتر گاڑیوں کا نقشہ اسکے ذہن میں بننے لگا تھا۔ان میں سے اب کوئی بھی یہاں موجود نا تھی۔

وہ ٹوٹے ہوئے شیشے کی دیوار اور دروازے سے پار ہو کر اندر آ گیا۔ بوٹس کے نیچے آئے شیشوں کی آواز نے خاموش فضا کا عجیب سا سکوت توڑا تھا۔ گرمی میں بھی اس کو ٹھنڈ اپنے پورے جسم میں سرایت کرتی محسوس ہوئی تھی۔

کچھ بھی تو نہیں بدلہ تھا۔ سب کچھ ویسی ہی حالت میں تھا جیسا وہ چھوڑ کر گیا تھا۔ یا یوں کہے جیسے اس کا باپ چھوڑ گیا تھا۔ کیشیئر میز پر پڑا کھلا رجسٹر۔ سامنے زمین پر گری کرسی۔ اب مٹی سے لدے ہوئے تھے۔ اِدھر اُدھر بکھرے لمبے ڈنڈے اور ایکا دکا راڈ بھی گرد سے آلود تھے۔ وہ ایسے ہی چلتا ہوا مزید اندر آ گیا۔ اوپری منزل کی طرف جاتی سیڑیوں کے پاس رک کر اسنے سامنے دیوار پر نگاہیں مرکوز کیں۔ یک دم ذہن میں آئے اَن دکھے خون کے نشانات کی جھلک نے اس کا اپنا خون خشک کر دیا۔ فرق اتنا تھا کہ وہ 'ماضی' دیوار پر سے مٹ چکا تھا۔ جیسے کبھی وہاں تھا ہی نہیں۔ وہ چلتا ہوا قریب آیا اور انگلیوں سے دیوار کو چھو لیا۔ چھوتے ہی اسکے بدن میں جھرجھری سی پیدا ہوئی۔ کچھ تھا جو نظروں سے گزر کر غائب ہوا تھا۔ ان چند لمحوں کے احساس نے اس کی سانسیں کھینچ لیں تھی۔ چہرے کا رنگ سفید ہونے لگا تھا۔ اسے سانس لینے میں مزید مشکل ہوئی تو وہ تیز قدم لیتا ہوا پلٹ کے باہر اپنی بائیک تک چلا

آیا۔بے ساختہ گردن جھکا کر ہاتھوں کو بائک کی سیٹ پر رکھ کر سہارا لینا چاہا۔کتنی ہی دیر وہ یونہی کھڑا رہا تھا۔پھر سیدھے ہو کر بائک سے ٹیک لگائی اور چہرے پر ہاتھ پھیرتا چلا گیا۔

ذہن الگ جنگ چھیڑ چکا تھا۔وہی جنگ جس سے وہ پچھلے چار سالوں میں لڑتا آیا تھا۔یہی وجہ تھی کہ وہ ادھر نہیں آنا چاہتا تھا۔کہ سالوں سے چلتی ایک ذہنی اذیت کو مزید ہوا نہ لگے۔لیکن وہ امی یا راشد کو کیا کہہ کر منع کرتا کہ وہ ابھی تک وہیں کھڑا ہے جہاں وہ چار سال پہلے تھا؟ایک یاداشت پر اسے اور بھی بہت سی یادوں نے ستایا تھا۔وہ انہیں یادوں سے نجات چاہتا تھا پر کیا کرے جب دل و دماغ پر ہی پردہ پڑ گیا ہو۔اب وہ اس گہرائی سے باہر نہیں آسکتا تھا۔جس میں سالوں پہلے وہ ڈوب چکا تھا۔اسے سمجھ نہیں آتی تھی کہ جو سالوں پہلے اس کے ساتھ گزرا وہ واقعہ بھولنے کے قابل ہے؟کیا لوگوں کے لئے اتنا آسان ہوتا ہے بھول جانا۔اپنے وجود سے اسے باہر نکال پھینکنا جو انکی زندگی کا خوبصورت حصہ تھے؟

اسے کبھی سمجھ نہیں آئی کہ وہ اس یاد کو گزرا ہوا ایک خوبصورت لمحہ کہے یا اس کی زندگی کا بدصورت وقت۔اس کے پاس بہت سے سوال تھے لیکن جواب دینے والا شاید کہیں کھو گیا تھا۔

خیالات کا تسلسل اچانک کسی گاڑی کے شور مچاتے انجن پر ٹوٹا تھا۔اس نے دفعتاً سر اٹھا کر سامنے نگاہ ڈالی۔وہ ایک پیلی رینگلر جیپ تھی جس کے فرنٹ شیشے پر بلیک پردہ تھا۔اس نے دیکھتے ہی پہچان لیا تھا کہ گاڑی میں کون ہے۔

جیپ اس سے کچھ فاصلے پر آکر رک گئی تھی۔اس پر سے اترنے والے شخص کو دیکھتے ہی عبداللہ کے لبوں کو ہلکی سی مسکراہٹ نے چھوا تھا۔گوری رنگت گرمی کی شدت سے لال ہو رہی تھی۔اس نے آنکھوں پر کالے رنگ کے شیڈز پہن رکھے تھے بدن پر گہری نیلی پینٹ پر گرے کلر کی ٹی شرٹ زیب تن تھی۔

عبداللہ کو لگا وہ آج بھی نہیں بدلہ۔اس کا وہی ڈھیلا سا انداز چہرے پر پھیلی مسکراہٹ سب بلکل ویسا ہی تھا۔اس وقت اس کے ذہن میں سوال ضرور ابھرا۔کیا وہ بھی اسے ویسا ہی لگ رہا ہو گا۔جیسا وہ کچھ سالوں پہلے تھا۔یا نہیں؟ سامنے موجود اس شخص نے پاس آنے کی پہل نہیں کی تھی۔عبداللہ کچھ دیر یونہی کھڑا اسے دیکھتا رہا پھر قدم چلتا اس تک پہنچا۔رک کر اس کی لال ہوتی شکل کو دیکھا پھر گردن سے پکڑ کر گلے لگا لیا۔گلے لگتے ہی عبداللہ کو لگا وہ رو رہا ہے۔

"کیسا ہے؟" انداز یارانہ تھا۔اسنے آنکھوں پر سے شیڈز اتارے تو سرمئی آنکھیں آنسوؤں سے تر ملیں۔وہ واقع رو رہا تھا۔عبداللہ کے دیکھنے پر اس نے نظرے پھیر لیں تھی۔

"مانا تیرے کمینے بھائی سے میرا الگ حساب نکلتا ہے پر تجھے یوں نظرے پھیرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" عبداللہ نے اس کی جھجک دور کرنی چاہی تھی۔مگر وہ مسکرا بھی نہیں سکا۔آنکھیں یکایک نم ہوتی گئیں۔

"چل بس کر اب مجھ سے اتنے لاڈ نہیں اٹھائے جاتے۔" عبداللہ نے اسے دوبارہ گلے سے لگالیا۔اس کی گرفت عبداللہ پر سخت تھی۔جیسے اپنی کسی غلطی کو سدھارنے کی کوشش کر رہا ہو۔ان کا مداوا کر رہا ہو۔

کچھ لمحے عبداللہ سے لگے وہ روتا رہا تھا۔پھر الگ ہوا تو اس کے چہرے پر نرم سی مسکراہٹ تھی۔

"یہاں کیا کر رہا ہے؟ تیرے بھائی کو پتا چلا تو وہ تیری ٹانگیں توڑ دے گا۔" اسے اپنی بہتی ناک رگڑتے دیکھ کر تفتیش کی گئی تھی۔

"مجھے اب فرق نہیں پڑتا۔۔۔وہ میری طرف سے جہنم میں جائیں۔" وہ نفرت سے گویا ہوا۔

عبداللہ اس کی جہنم والی بات پر دھیرے سے ہنس دیا تھا۔

"میرا خیال تجھے اتنی جلدی آگیا؟ کیوں بھئی؟۔"اس نے طنز کیا تو وہ نظریں چرانے لگا۔

"خیال تو آپ کا روز آتا تھا۔۔بس مجھے ڈر تھا کہ۔۔۔خیر مجھے اب کوئی ڈر نہیں۔۔کسی کا بھی نہیں۔۔"اس نے بات ادھوری چھوڑ کر آنکھیں رگڑیں۔عبداللہ نے ایک گہری سانس لے کر پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال لیے تھے۔

"یہاں کیسے آیا؟۔"عبداللہ کو کسی بھی قسم کی وضاحت نہیں چاہیے تھی۔وہ اس کی اتنے سالوں بعد اچانک آمد پر واقع الجھ چکا تھا۔

"آپ کے گھر گیا تھا۔۔آنٹی نے بتایا کہ آپ یہاں آئیں ہے"اس نے کہتے ہوئے جیپ سے ٹیک لگالی۔

"راشد گھر تھا؟۔"عبداللہ نے احتیاطاً پوچھا۔

"اگر وہ گھر ہوتا تو میں یہاں اپنی ٹانگوں پر سلامت نہیں کھڑا ہوتا۔"اس کی بات پر وہ مسکرایا۔

"جھلا ہے وہ۔۔کچھ نہیں کہتا،اگر گھر بھی ہتا تو۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"چہہ! مجھے اور کسی سے ڈر لگے نا لگے پر اس سے ضرور لگتا ہے یار۔" اب وہ بلا جھجک بول رہا تھا۔

"لیکن۔۔" وہ کہتے کہتے رکا۔ عبداللہ کے چہرے پر ایک نظر ڈالی۔

"اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو شاید میں بھی ایسا ہی سلوک کرتا۔۔۔ بلکہ اس سے بھی برا کرتا۔۔ وہ تو یقین آپ کے کہنے پر لحاظ کر جاتا ہو گا پر مجھ سے کبھی برداشت نہیں ہوتا۔" چہرے پر الگ ہی رنگ آ گیا تھا۔ عبداللہ نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لیے۔

"جبھی تُو بیچ راستے مجھے چھوڑ گیا تھا؟" اب کہ وہ تلخی سے مسکرایا۔

"عبداللہ میں۔۔۔۔"

"چھوڑنا اب کیا فرق پڑتا ہے۔۔۔ رات گئی بات گئی۔" اسنے صفائی سے اسے ٹوک دیا تھا۔ اسے کوئی بھی وضاحت نہیں سننی تھی۔

"واقع؟ آپ کے لیے کیا یہ رات گئی بات گئی والا معاملہ تھا؟؟ کیا آپ کو اب واقع فرق نہیں پڑتا؟۔" وہ جانتا تھا عبد للہ کو ہر شئے سے فرق پڑتا ہے۔ وہ اتنی آسانی سے نہیں بھول سکتا تھا۔ اسے حیرانی ہوئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تجھے اس وقت کوئی کام ہے؟تو یہاں کیا کرنے آیا ہے؟"وہ اب جان چھڑانے کی کر رہا تھا۔ اسے واپس اُسی وقت کو دوبارہ نہیں جینا تھا جس کے لیے اسنے تقریباً سب گنوا دیا تھا۔عبداللہ اسے دیکھ کر پہلے ہی پریشان ہو گیا تھا۔کسی اپنے کی طرح ضدی اور اڑیل تھا۔ایک چہرہ اس کی نظروں سے ہو کر گزرا تو اس نے فوراً سر جھٹکا تھا۔اگر جو اس کے بھائی کو اس کے یہاں عبداللہ کے ساتھ موجودگی کا پتہ چل جاتا تو نا جانے اس بار کون سی آزمائش اس پر آن پڑتی۔

" مجھے ملنا تھا ایک بار دیکھنا تھا آپ کو۔۔۔گھر بھی چھوڑ آیا ہوں اب واپس نہیں جاؤں گا۔" عبداللہ کا دماغ بھک سے اڑا۔

"چھوڑ آیا ہوں۔۔؟کیا مطلب۔۔تیرا دماغ درست ہے؟تو پاگل۔۔۔"

"میرا دماغ تو اب جا کر درست ہی ہوا ہے"۔اس نے عبداللہ کی بات مکمل نہیں ہونے دی تھی۔

"تو یہاں سے ابھی اور اسی وقت واپس چلا جا۔"عبداللہ نے اسے بازو سے پکڑ کر جیپ کے بونٹ سے الگ کرتے ہوئے زرا دھکا دیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں کہیں نہیں جارہا۔۔۔اور میں اکیلا گھر سے نہیں آیا'وہ' بھی ساتھ آئی ہے۔"اسنے اپنا بازو عبداللہ سے چھڑواتے ہوئے کسی ضدی بچے کی طرح بات کو نظر انداز کر دیا تھا۔عبداللہ کی گرفت اس کے آخری جملوں پر خود بخود نرم ہو گئی تھی۔ایک خوف کی لہر اس کے بدن کو چھو کر گزری تھی۔

"کو۔۔کون۔؟"وہ نہیں پوچھنا چاہتا تھا لیکن ایک معدوم سی امید تھی کہ وہ جو سوچ رہا ہے ویسا نہ ہو۔یہ سامنے کھڑا شخص اس کے دل و دماغ میں اٹھنے والے ڈر کی نفی کر ڈالے۔

"رحیم۔ادھر دیکھ۔۔کس کی بات کر رہا ہے تو۔"اس نے رحیم کا چہرہ جبڑے سے پکڑ کر اپنی طرف گھماتے ہوئے الفاظ تقریباً چلا کر ادا کئے تھے۔

"زنیرہ۔"نام سننا تھا کہ بنا لحاظ کیئے ایک زناٹے دار تھپڑ رحیم کے منہ پر دے مارا۔

"تیرا دماغ خراب ہو چکا ہے۔۔دفع ہو جا۔"اسنے رحیم کو گریبان سے پکڑ کر دھکا دے ڈالا۔اس افتاد میں رحیم کی کمر جیپ کے دروازے سے زور سے ٹکرائی تھی۔

عبداللہ بنا رکے اس پر ایک نظر ڈالے فوراً مڑا اور سیدھا اپنی بائک پر آ کر بیٹھا۔

"عبداللہ پلیز یار نا کریں۔۔اسنے اب بہت صبر کر لیا ہے یار۔۔مت کریں۔" رحیم بھاگتا ہوا اس تک آیا تھا۔عبداللہ کا بازو پکڑ کر روکنا چاہا تو اسنے اسے پھر سے پرے دھکیل دیا۔

"تجھے بولا نا۔۔دفع ہو جا۔۔میرا اب تو نے پیچھا کیا تو جان سے مار دوں گا۔۔سمجھا؟"

شوروم بلڈنگ کے آگے سیمنٹ کے صاف فرش کی ڈھلان تھی۔رحیم پیٹھ کی بل اسی پر گرا تھا۔آمنے سامنے بنے مختلف شوروم کے گارڈز اور ورکرز اب آنا شروع ہو گئے تھے۔ایک دو نے تو رک کر دیکھا بھی تھا۔عبداللہ وقت ضائع کئے بنا بائک پر بیٹھا، سر پر ہیلمٹ چڑھایا۔

"میں آپ کا اس وقت تک پیچھا کروں گا جب تک آپ میرے ساتھ نہیں چلتے۔" اس نے زمین سے اٹھتے ہوئے پھر سے عبداللہ کو روکنے کی کوشش کی تھی۔

اس نے سرے سے نظر انداز کیا۔بائک کو کک لگائی تو رحیم لپک کر سامنے آ گیا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔اگر آپ نہیں آئیں گے تو میں اسے لے کر آپ کے گھر آؤں گا۔۔اور جہاں جہاں آپ جائیں گے وہاں وہاں پیچھے آؤں گا۔" ناک کی نتھیں لمبی لمبی سانس لینے کے باعث پھول رہیں تھی۔عبداللہ سکتے میں ہی چلا گیا۔وہ آخر کیا کہہ رہا تھا۔

"تو ایسا کچھ نہیں کرے گا۔۔ سمجھ رہا ہے؟۔۔۔کچھ الٹا سیدھا نہیں کرے گا۔" بائک بند ہو چکی تھی۔عبداللہ کا چہرہ اس کی بات پر سفید پڑ گیا تھا۔جبکہ رحیم خاموش کھڑا عجیب طریقے سے مسکرا رہا تھا۔

عبداللہ نے دوبارہ بائک کو کک لگائی اور بنا وقت ضائع کیے وہاں سے بھگا لے گیا۔

گھر پہنچا تو روقیہ بیگم کڑھائی کی کمیز لیے صحن میں بیٹھی نظر آئیں۔

"عبداللہ؟ جلدی آ گئے بچے؟ خیریت؟۔" انہوں نے اندر راجلت میں آتے 'کچن کے باہر ہی پڑے پانی کے کولر سے گھونٹ گھونٹ پانی پیتے 'عبداللہ کو دیکھ کر پوچھا تھا۔

"جی۔۔خیریت ہے۔" اسنے پلٹ کر انہیں دیکھا۔نظروں میں ان کے اور بھی بہت سے سوال تھے لیکن وہ بنا کسی بات کے صحن سے نکلتے ہوئے اپنے کمرے میں جانے لگا۔

"عبداللہ وہ رحیم۔۔۔۔بچے وہ بہت آس سے آیا تھا میں منع نہیں کر پائی۔" وہ چارپائی پر سے آ ٹھیں۔

"جی ٹھیک ہے۔" اسنے بغیر پلٹے جواب دیا۔

"میں تھوڑی دیر اکیلا رہنا چاہتا ہوں۔" اسنے ہلکی سی گردن ترچھی کرتے ہوئے نظریں نیچے رکھتے ہی التجا سی کی تھی۔ وہ روقیہ بیگم کی آنکھوں میں نہیں دیکھنا چاہتا تھا نا ہی انسے رحیم کو لے کر بحث کرنا چاہتا تھا بلکہ وہ فلحال کسی سے بھی آمنا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دماغ کام کرنا چھوڑ چکا تھا اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کس پر چلائے۔ کس سے لڑے۔ اور کس کو روکے۔

اسنے آنکھیں قرب سے بند کر کے کھولیں تو سرخی واضع ہوتی گئی۔ وہ گھبرانے لگا تھا۔ الگ ہی اضطراب کا شکار ہو رہا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ میکانکی انداز میں چلتا ہوا اپنے چھوٹے سے بنے پلنگ کے پاس آکر رکا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے نیچے بیٹھتا چلا گیا۔ اس کے بعد جو ذہن کے پردوں پر آتے مناظر گڈمڈ ہوئے تو عبداللہ اس میں خود کو گم ہوتا دیکھتا گیا۔ ایک بار پھر وہ ماضی کی حقیقت میں جا چکا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

چند سال پہلے

"امی نے منع کر دینا ہے۔۔ میں بتا رہی ہوں وہ نہیں مانیں گی۔"

Clubb of Quality Content

بے تابی سے کمرے کے چکر کاٹتے ہوئے' وہ کان سے لگائے فون پر' سامنے والے کی بات سنتے ہوئے' اپنے لب چبا رہی تھی۔اِدھر اُدھر چکر لگانے سے اس کے چوٹی میں جڑے لمبے سیاہ گھنے بال آہستہ سے ہلتے تھے۔

"نہیں نہیں۔۔آجکل لالہ گھر پر ہیں۔۔۔اور امی کو عجیب ہی ڈھڑکا لگا رہتا ہے کہ لالہ غصہ کریں گے۔" گوری رنگت اور چھوٹی آنکھوں پر ڈھیروں الجھن تھی۔

"اچھا تو تم میری اپنی امی سے بات کروادینا میں انہیں منالوں گی۔۔اور تمھارے اس لالہ کو بھی دیکھ لیں گے۔۔۔عجیب پورانی ذہنیت کا انسان ہے تمھارا بھائی بھی۔" اپنی دوست کی بات سنتے سنتے وہ بیڈ پر آکر بیٹھ گئی۔

" "ایسا نہیں ہے۔۔وہ بس ماحول کو لے کر تھوڑا احتیاط برتتے۔۔۔

"ہاں ہاں جانتی ہوں میں کتنا احتیاط کرتے ہیں۔۔اور تم پہلے انکی شکایت کرتی ہو اور پھر حمایت بھی کرتی ہو۔" وہ اپنے لالہ کی صفائی میں کچھ کہتی کہ اس کی دوست نے اسے فوراً ٹوک دیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"دیکھو زنیرہ تم ٹینشن مت لو۔۔میں کل تمھارے گھر آکر آنٹی کو منا لیتی ہوں۔۔یار ہمیں کہیں ساتھ گھومے کتنا عرصہ ہو گیا ہے۔۔۔کالج کے زمانے میں کبھی گئے تھے پیکنک پر۔۔۔ اور پھر یونی میں آتے ہی پڑھائی میں اتنا مصروف رہے ہیں کہ کبھی دوبارہ موقع ہی نہیں ملا۔ "

"نہیں گھر نا آنا۔۔۔بولا تو ہے لالہ گھر ہیں۔۔تم بس امی سے فون پر ہی بات کر لو۔"اسنے جھٹ سے انکار کر دیا۔پیر اوپر کو کرتے 'آرام سے بیٹھنے پر اس کے نازک پیروں پر بندھی پائل نمایاضرور ہوئی تھی۔وہ زیادہ تر بنا آواز کرنے والی پائل ہی پہنا کرتی تھی۔

"اچھا چلو کرواؤ بات "

"ابھی؟۔"اسنے پیر واپس بیڈ سے نیچے اتار لیے۔

""تو اور کب کرنی ہے زنیرہ بی بی؟

"اچھا ہولڈ کرو۔۔"وہ اٹھ کر دروازے تک آئی تھی۔دروازہ کھول کر لاونج میں نظر ڈالی تو اس کا چھوٹا بھائی کالین پر بیٹھا میز پر رکھی اپنی کتاب میں مگن دیکھائی دیا تھا۔ساتھ ہی اوپر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

صوفے پر اس کی ماں بیٹھی قرآن پاک کی تلاوت کرتی دیکھائی دیں۔عشاہ کا وقت ہونے کو تھا۔یعنی اسکا بھائی نماز پڑھ کر ہی گھر آتا۔

وہ اپنے کمرے کی دائیں جانب بنی سیڑھیاں اترتی ہوئی اپنی ماں تک پہنچی اور فون ان کی نظروں کے سامنے کر دیا۔انہوں نے ایک نظر فون پر ڈال کر اپنی قراءت جاری رکھی۔لیکن سر کو ہلکا سا خم دیے فون پر چلتی کال کا بھی پوچھا تھا۔

"ستا پارا دا فون دے۔۔۔وآوری تاسو"۔(آپ کے لئے فون ہے۔۔سن لیں آپ)اسنے پشتو میں مخاطب کیا تھا۔

انہوں نے قراءت مکمل کر کے قرآن کو آنکھوں سے لگا کر چوما اور غلاف میں ڈھانپ دیا۔

"سلام؟"زنیرہ سے فون لیتے ہی سلام کیا۔جبکہ وہ خود وہیں نیچے اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ بیٹھ کر اس کی ڈرائینگ دیکھنے لگی۔توجہ ماں پر ہی تھی۔

"نہیں بچے تم کو تو پتا۔۔اس کا لالہ نہیں مانتی۔"انہوں نے زنیرہ پر ترچھی نگاہ ڈال کر فون پر کی گئی بات کا جواب دیا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اچھا میں بات کرے گا۔۔تم اب فون رکو۔"لمبی چوڑی بات کیے بغیر انہوں نے فون کاٹ دیا تھا۔زنیرہ نے چہرہ پھیرا تو وہ اسے ہی دیکھ رہیں تھی۔

"تمھے پتہ ہے نا۔تمھارے لالہ نے اکیلے کہیں نہیں جانے دینا۔"وہ اب اس سے پشتو میں بات کر رہیں تھی۔اسے یاد دھیانی کروانی چاہی تو وہ سیدھا ہو کر صوفے پر ان کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی۔

اس نے منانے کی کوشش کرنا چاہی تھی۔"امی آپ بات تو کریں انسے۔۔ "

"بحث نہیں کرو زنیرہ"صفائی سے اسکی التجا نظر انداز کرتے 'وہ اٹھتے ہی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

"ٹھیک ہے میں پھر ابا سے بات کروں گی۔۔جب تو مان جائیں گے وہ"اسنے پیچھے سے اونچی آواز میں کہا تھا۔

" جو کرنا ہے کرو۔"وہ بڑبڑاتے ہوئے کمرے میں غائب ہو گئیں۔

زنیرہ نے پھر اپنے ابا سے فون پر بات کر کے اپنے بھائی کو منا لیا تھا۔وہ یہی کرتی تھی جب ماں یا بھائی میں سے کوئی نہیں مانتا تھا تو وہ ابا کا سہارا لے لیا کرتی تھی۔یہ اس کے ابا ہی تھے جس کی

بدولت وہ تھوڑا بول لیتی تھی اور دوستوں کے ساتھ آرام سے وقت بھی گزار لیتی تھی ورنہ اس کے بھائی نے تو ہمیشہ سے اس کو فضول گھومنے سے منع کر رکھا تھا اور بہت سی چیزوں پر بے تُکی پابندیاں بھی لگا رکھیں تھی۔ وہ اپنے بھائی کی غصیلی طبیعت کو آج تک سمجھ نہیں سکی تھی۔

اگلے دن، رات کے وقت وہ اپنے لالہ کے ساتھ جوتے اور کچھ ضرورت کا سامان لینے' شوپنگ مال آئی تھی۔ اپنی دوست سویرہ سے ملنے کا پرو گرام تو ہفتے کا تھا لیکن ابھی چار دن تھے۔ وہ آرام سے تیاری کر سکتی تھی۔ اپنی مطلب کی اشیاء خرید کر وہ اور اس کا بھائی شاپنگ مال سے نکل کر پارکینگ ایریا تک پہنچے ہی تھے کہ کسی نے اسکے لالہ کو پکارا۔

"رئیس؟۔۔یہ تو ہے؟" رئیس کے ساتھ وہ بھی متوجہ ہوئی تھی۔ وہ اس کے بھائی کا ہم عمر ہی لگتا تھا۔ زنیرہ نے ایک زرا کی زرا نگاہ ڈال کر چہرہ پھیرا اور آکر گاڑی میں بیٹھ گئی۔

"کیسا ہے سالے؟ اتنے عرصے بعد تجھے دیکھ رہا ہوں یار۔۔ کدھر غائب ہو گیا تھا۔؟" اسنے آگے بڑھ کر رئیس کو گلے سے لگا لیا۔ پھر الگ ہو کر مسکراتے ہوئے بڑی گرم جوشی سے

پوچھا۔ گیراج سے واپسی پر عبداللہ نے رئیس کو گزرتے ہوئے پہچان لیا تھا۔ حیرت اور خوشی اس قدر تھی کہ اسے اب تک یقین نہیں آرہا تھا۔

"ہاں مصروف تھا۔" رئیس تھوڑا سا سائیڈ ہوا تو زنیرہ نے کن انکھیوں سے عبداللہ کا وجود واضع ہوتے پایا۔ ان کی باتوں کی آواز اسے مدھم سی سنائی دے رہی تھی۔ زنیرہ نے ہلکا سا چہرا موڑ کر عبداللہ پر نگاہ ڈالی۔ ہلکا سا اندھیرا ہونے کے باعث وہ اسکا چہرہ ٹھیک سے دیکھ نہیں پائی تھی۔

"رحیم بتا رہا تھا۔۔ تو امریکہ کے لیے اپلائی کر رہا ہے؟ بھائی بندہ بتا دیتا ہے۔۔ کوئی خیر خبر رکھتا ہے۔۔ تُو تو کالج کے بعد جیسے غائب ہی ہو گیا۔۔ تجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش بھی کی کتنی بار۔۔" عبداللہ شکوہ کر رہا تھا۔ شکوہ کرنا بنتا بھی تھا۔

"ہاں۔ نمبر جینج کر دیا تھا میں نے۔۔ اسی لیے۔" رئیس نے نامحسوس انداز میں اپنا ماتھا مسلہ ۔مڑ کر گاڑی میں بیٹھی زنیرہ کو ایک نظر دیکھ کر سیدھا ہوا۔ اس کے اچانک دیکھنے پر گاڑی میں بیٹھی زنیرہ نے فوراً نگاہیں ہٹائیں تھی۔ وہ اتنے اشتیاق سے عبداللہ کے مسکراتے چہرے کو تک رہی تھی کہ اسے خود ہی پتا نا چلا۔

"نمبر جینج کر لیا؟ یہ کیا بات ہوئی۔۔تو کیا پہلی بار مل رہا ہے مجھ سے؟ کم از کم مجھے کچھ بتاتا تو۔۔۔رحیم نے بھی کچھ نہیں بتایا۔۔خیر چھوڑ میں بھی کیا گلہ کرنے بیٹھ گیا۔۔۔۔یہ بتا کیسا ہے؟"عبداللہ کو تو بچھڑا یار مل گیا تھا اسنے دوبارہ خیر وعافیت لی۔

"ہاں اللہ کا کرم ہے۔۔اچھا زرامیں بہن کو گھر چھوڑ آؤں پھر تجھ سے رابطہ کرتا ہوں۔۔ ٹھیک ہے؟"رئیس اجلت میں لگتا تھا یا شاید جان چھڑا رہا تھا۔عبداللہ نے تو اب جا کر غور کیا تھا کہ رئیس کے ساتھ اس کی کوئی بہن بھی تھی۔اس نے رئیس کے پیچھے کچھ فاصلے پر کھڑی گاڑی پر نظر ڈال کر پھیری تھی۔گاڑی میں اسے بس ایک چھوٹا سا ہیولہ ہی دیکھائی دیا تھا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔۔۔پر تُو ابھی جا تو نہیں رہا نا۔۔۔؟تو کل پرسوں مل۔۔گیرا ج آجانا کڑک چائے پلاؤں گا۔"عبداللہ نے اس کے کندھے پر چپت لگاتے ہوئے دعوت دی تھی۔رئیس نے رسماً سر ہلا کر اپنا ہاتھ ملانے کے لیے بڑھایا تو عبداللہ نے پکڑ کر اسے پھر سے گلے لگا لیا۔اس پورے دورانیے میں زنیرہ بار بار نگاہیں اٹھا کر انکی طرف دیکھ لیتی تھی۔رئیس اب عبداللہ سے مل کر واپس آرہا تھا۔اس کے پیچھے عبداللہ ایک قدم آگے ہوا تو اس کا اسٹریٹ لائیٹس میں واضع ہوتا چہرہ زنیرہ کی نظروں سے ٹکرایا۔بھوری فل سلیوز ٹی شرٹ پر کالی

پینٹ زیب تن تھی۔ گہری گندمی رنگت کی چمک اتنی پر کشش تھی کہ وہ بنا پلک جھپکے اسے تکتی گئی۔ اس کے چہرے پر رقم خوشی کے رنگ بہت دلکش لگتے تھے۔ جیسے اسکے چہرے پر کِھلتا یہ تاثر بنایا ہی اسی کے لیے ہو۔ اپنے بھائی کو قریب آتے دیکھ کر پھر اس نے اپنی نظریں پھیر لیں تھی۔

تیسرے روز شام کے وقت وہ لاونج میں بیٹھی لیپ ٹاپ پر اسائمنٹ بنا رہی تھی جب بیل کی آواز پر اسنے اپنے چھوٹے بھائی کو دروازے پر بھیجا تھا۔ پر جب وہ واپس نہ آیا تو وہ خود چادر لئے گیٹ تک چلی آئی۔ اسکی ماں عصر کی نماز پڑھ رہیں تھیں۔

گیٹ پر پہنچی تو اسے مردانہ آواز اور اپنے بھائی کے ٹوٹے پھوٹے لفظ سنائی دیے تھے۔

"اندر کسی بڑے کو بلا کر لاؤ۔" زنیرہ نے اب آواز کلیئر سنی تھی۔ وہ گیٹ کے عین پیچھے آ کر رکی۔

"میں ہوں۔۔ مجھ سے بات کرو۔" وہ ایک آٹھ سال کا ہیلدی سا بچہ تھا۔ آنکھیں اس کی بھی زنیرہ کی طرح چھوٹی تھیں۔ ساتھ موٹے موٹے گالوں پر ڈھیروں لالی تھی۔ زنیرہ نے اپنے بھائی کی آدھی پشتو اور اردو زبان سے کہے جملے سنے تو فوراً بول پڑی۔

"جی؟ کہیے۔۔ کون؟۔" عبداللہ نسوانی آواز پر متوجہ ہوا۔

"رئیس گھر پر ہے؟ میں عبداللہ۔۔ اس کا دوست۔۔ اصل میں پرسوں رات میری بات ہوئی تھی ملنے کے بارے میں۔۔ کل وہ آیا نہیں تو میں معلوم کرنے آیا ہوں۔" عبداللہ روانی سے بولتا گیا۔ زنیرہ کا چھوٹا بھائی اسے اوپر سے نیچے تک سکین کرتا پھر مڑ کر اندر کھڑی اپنی بہن کو دیکھتا۔

"لالہ گھر پر نہیں ہیں وہ آج صبح کی فلائیٹ سے ہی جا چکے ہیں۔" عبداللہ کے چہرے پر شکن پڑیں۔ اسکی بات پر وہ عجیب کشمکش کا شکار ہوا۔ آخر رئیس نے اسے کیوں نہیں بتایا تھا۔ پرسوں اتنے عرصے بعد ملا تھا اور اب یوں بنا بتائے چلا ہی گیا۔

"لیکن مجھ سے تو کوئی ذکر نہیں کیا اس نے؟" عبداللہ الجھ کر بولا۔ زنیرہ نے آگے سے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اسے تو حیرانی ہوئی تھی۔ عبداللہ کو اس بارے میں علم کیوں نہیں تھا۔

"چلیں ٹھیک ہے۔۔ شکریہ۔۔ میں دیکھ لیتا ہوں۔" وہ کچھ بھی جانے بغیر خود ہی واپس مڑ گیا تھا۔ اب وہ اس لڑکی سے کیا ہی پوچھ لیتا۔

اس کے جاتے ہی زنیرہ نے ادھ کھلے دروازے سے اس کی پشت کو بغور تکا پھر آہستہ سے گیٹ بند کرتے ہوئے مڑ گئی۔ ولی بھی تیزی سے اندر بھاگ گیا تھا۔اس نے اندر آ کر ماں کے پوچھنے پر اطلاع دی اور اپنا لیپ ٹاپ اٹھا کر روم میں چلی آئی۔ ذہن میں عبداللہ کے الفاظ اچانک گونجے تھے۔ وہ ناراض لگتا تھا۔ یا پھر افسردہ۔ وہ عبداللہ کا چہرہ تو نہیں دیکھ سکی لیکن اسکے الفاظ اور اسکی آواز سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کس قدر مایوس ہوا تھا۔ آخر لالہ نے کیوں نہیں بتایا تھا؟۔ زنیرہ نے بے ساختہ اپنا سر جھٹکا۔ اسے کیا فرق پڑتا ہے دو دوستوں کا معاملہ ہے وہی جانیں۔ لیکن نا جانے کیوں زنیرہ کو اس کی آواز میں ناراضگی بھلی نہیں لگی تھی۔ پرسوں رات جب وہ رئیس سے ملا تھا تو کتنا خوش نظر آ رہا تھا اور پھر آج۔۔۔ اسنے پھر سے سر جھٹکا۔ اسکے مزاج میں ایسا سوچنا غیر اخلاقی سا تھا۔ اسنے آج سے پہلے کبھی عبداللہ کی موجودگی پر توجہ نہیں دی تھی اور نا کبھی اسے دلچسپی رہی تھی۔ بلکہ اسکے لیے تو عبداللہ کا ہونا نا ہونا ایک برابر تھا۔ لیکن شاید اب اسکی قسمت میں محض ایک 'توجہ' دینا نہیں لکھا گیا تھا۔ اس بات کا اندازہ اسے ابھی نہیں تھا۔

☆☆☆☆☆☆

رئیس کے گھر سے عبداللہ سیدھا گیراج آگیا تھا۔اسے سوچ میں گم دیکھ کر رحیم اور راشد نے 'جو بیٹھے نا جانے کونسے پرزے پر اپنا تجربہ کر رہے تھے 'ایک ساتھ سر اٹھا کر اس پر نگاہ ڈالی تھی۔

"کیا ہوا عبد للہ ؟ ملا رئیس۔؟" رحیم نے ہاتھ میں تھاما میٹل کا پیس نیچے رکھا تھا جسے راشد نے فوراً اٹھا کر اپنی جیب میں ڈال لیا۔منہ ہی منہ میں پھر نا جانے کیا کیا بڑبڑاتا چلا گیا۔اسکی یہ حرکت عبداللہ نے فوراً پکڑی تھی۔رحیم کا یہاں آکر مشینوں کو چھیڑنا راشد کو ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔اسنے راشد کو گھورا اور چلتا ہوا واشروم کے پاس آکر رکا۔

"نہیں یار۔" نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسنے شرٹ اتار دی تھی۔وہ کام کے دوران صاف شرٹ نہیں پہنتا تھا۔ہالف بازو والی کار گو جیکٹ پہن لیا کرتا تھا۔

"کیوں ؟"۔

آواز میں قدرے الجھن تھی۔"گھر نہیں ہے۔۔۔وہ امریکہ جا چکا ہے۔ "

"ہیں ؟۔۔ایسے اچانک ؟ابھی تو پرسوں ملا تھا۔۔کچھ کہا تھا اسنے کیا۔؟"اب کے راشد نے سوال داغا۔

"نہیں یار مجھے تو خود سمجھ نہیں آرہا۔۔ "

"تو نے بھی تو مجھے کچھ نہیں بتایا تھا۔۔یہ بھی نہیں کہ اس نے نمبر جینج کر لیا ہے۔"رحیم اسکی توپ کا رخ اپنی جانب مڑتے دیکھ کر گڑبڑا گیا۔

" میں تو مہینہ ہوا خالہ کے گھر بھی نہیں گیا۔۔مجھے اس کی اپلیکیشن اپروو ہونے کا سچ میں کچھ معلوم نہیں تھا۔۔میری لالہ کے اسلا آباد سے واپسی پر بھی سرسری سی بات ہوئی تھی۔۔ ورنہ انہوں نے بھی اپنے نمبر جینج کرنے کا نہیں بتایا۔"رحیم نے اپنی طرف سے بدگمانی دور کرنا چاہی تھی۔پیچھے کھڑا راشد آنکھیں گھماتا گیا۔اسے رحیم سے الگ ہی بیر تھا۔

"اچھا چل چھوڑ۔۔۔تو مجھے اس کا نمبر لا کر دے دینا میں خود اس سے نمٹوں گا۔"عبداللہ نے فلحال بات رفع دفع کر دی۔اسے پرسوں ملاقات کے دوران محسوس ہوا تھا کے رئیس اس سے ملنا نہیں چاہتا تھا۔یا وہ اسے دیکھ کر خوش نہیں تھا اور پھر بغیر کسی اطلاع کے آج ایسے چلے جانا بھی بہت عجیب تھا۔ان کی دوستی کوئی ایک ہفتے یا مہینوں کی نہیں تھی۔دونوں اسکول سے لے کر کالج ٹائم کے چڈی بڈی تھے۔وہ تو یونیورسٹی میں آکر دونوں الگ ہوئے تھے پر الگ ہونے کے تین چار مہینے تک سب ٹھیک تھا۔مگر اس کے بعد اچانک رئیس منظر سے

غائب ہو گیا۔ نا کوئی کال نا کسی قسم کا رابطہ کرنے کی زحمت کی گئی تھی۔ وہ بے اختیار سانس بھر کر رہ گیا۔ اسے لگا وہ کچھ زیادہ ہی سوچ رہا ہے۔ رحیم سے نمبر ملتے ہی وہ رئیس کا دماغ درست کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

ہفتے کے روز زنیرہ اور سویرہ دوپہر ہونے سے پہلے ہی جوائے لینڈ جانے کے لئے نکل گئیں تھی۔ زنیرہ نے پہلے انکار کر دیا کہ وہ جھولوں پر نہیں بیٹھے گی لیکن سویرہ نے اسکی ایک نا سنی تھی۔ وہ زبردستی اسے منا کر اپنی من پسند جگہ لے آئی تھی۔ دونوں سویرہ کے باپ کی گاڑی میں اکیلی سوار ہوئیں تھی۔ مطلوبہ جگہ پہنچ کر دونوں نے پہلے مختلف گیمز کے سٹالز پر ڈیرا جمایا اور پھر ایک ایک کر کے رائیڈز پر بھی بیٹھتی چلی گئیں۔ زنیرہ کی ڈر سے بلند ہوتی چیخیں۔ اردو اور پشتو کے گڈ مڈ ہوتے الفاظ۔ سویرہ کے ہنس ہنس کر پیٹ میں درد کروا چکے تھے۔ جب وہ دونوں اَپ سائیڈ ڈاون رائیڈ پر سویرہ کے ہی احتجاج پر بیٹھیں تھی تو اس کی بار بار ہوا میں گونجتی فریاد 'اوئی میرا چادر گر رہا اے سویرہ ہ ہ۔۔۔ اسے رکواؤ ؤ ؤ۔۔' سن کر آس پاس بیٹھے نوجوان ہنستے تو کچھ اسکے ساتھ چیخو پکار کرنے لگتے۔ اسنے سادہ سے ہلکے پرپل شلوار کمیز پر اپنی

کریم رنگ کی چادر اوڑھ رکھی تھی۔اور اس چادر سے زیادہ اسے اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں تھی۔ایسے ہی اور کتنی دیر اس جھولے پر بیٹھے زنیرہ کا چیخ چیخ کر برا حال ہو گیا تھا۔

جب دونوں جھولے سے اتریں تو اسے کچھ دیر ہوش ہی نا رہا تھا۔چادر درست کر کے 'اچھے سے منہ کو ڈھانپتے ہوئے وہ جب سنبھلی تو فوراً سویرہ کے سر پر سوار ہو گئی۔وہ بیچاری تو خود اس جھولے پر بیٹھنے کے بعد ادھ مری سی نظر آ رہی تھی۔

"بس اب اور نہیں۔۔ہم دونوں ابھی کے ابھی گھر جائے گا۔۔میں اب اور نہیں رکے گی یہاں۔"اس کے مسلسل مزکرمونث کی ادلا بدلی پر سویرہ کا منہ پھاڑ قہقہ گونجا تھا۔زنیرہ اکثر گھبراہٹ،غصے اور پریشانی میں اردو کی ٹانگے توڑ دیا کرتی تھی۔

"دیکو دیکو۔۔بد تمیز کیسے دانت نکال رہا ہے۔"زنیرہ کو مزید غصہ آیا۔سویرہ پیٹ پکڑ کر اسے رکنے کا اشارہ کرنے لگی۔

"اچھا میرا پٹان عورت اب ہم اور جھولا نہیں لے گا۔۔۔"سویرہ اسے چھیڑنے لگی۔وہ تن فن کرتی اسے گھورتے ہوئے اپنی چادر سنبھالے آگے بڑھ گئی۔سویرہ دوڑ کر اس کے پاس

پہنچی تھی۔کچھ بعید نہیں کہ وہ اسے چھوڑ کر واقع چلی جاتی۔پٹھان مرد ہو یا عورت۔دونوں کا سر گھومتے دیر نہیں لگتی تھی۔اور سویرہ کو اپنی جان بہت عزیز تھی۔

اس کے منع کرنے پر پھر کوئی جھولا نہیں لیا گیا تھا۔وہ دونوں بنا کسی دیری کے یہاں سے نکل کر اچھے سے ریسٹورانٹ چلی گئیں تھی۔شام ہونے کو آئی تو زنیرہ کی گھر جانے کی رٹ شروع ہونے لگی۔وہ دونوں کھانے سے فارغ ہو کر گپے ہانکتے ہوئے گاڑی میں آ بیٹھیں۔اچھے دن کا اختتام بد قسمتی سے گاڑی کے ساتھ چھوڑ دینے سے ہوا تھا۔سویرہ کے چابی گھمانے پر وہ اسٹارٹ ہو کر نہیں دیتی تھی۔اسنے ایک سے دو بار چابی گھمائی تو وہ تھوڑا سا شور مچا کر دوبارہ بند ہو گئی۔

"اب کیا ہوا۔"زنیرہ نے الجھن لیے پوچھا۔

"پتا نہیں یار۔۔فیول بھی فل ہے۔۔ناجانے کیوں نہیں چل رہی۔"سویرہ نے ایک نظر فیول ٹینک پر ڈالی۔

لگتا ہے خراب ہو گئی ہے؟" "

"ہاں۔۔لگ تو یہی رہا ہے۔"سویرہ نے بھی ہامی بھری۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کوئی نہیں۔۔یہاں پاس میں ہی ایک گیراج ہے۔۔وہاں میں جانتی ہوں کسی کو جو دیکھ دیں گے۔۔۔میں انہیں بلا لاتی ہوں۔۔جب تک تم یہیں انتظار کرنا۔"سویرہ یہ کہتے ہی گاڑی سے اتری۔دیکھا دیکھی زنیرہ بھی تیزی سے باہر نکل آئی۔

"میں بھی چلتی ہوں۔۔اکیلے کھڑے ہو کر کیا کروں گی۔ "

"نہیں تم یہیں بیٹھو گاڑی میں۔۔میں بس یوں گئی اور یوں آئی۔۔گیراج زیادہ دور نہیں ہے۔"اس نے سرے سے منع کیا تو وہ منہ بسور گئی۔

"اچھا جلدی آجانا۔"سویرہ جواباً ہاتھ ہلاتے ہوئے دور جانے لگی۔اس کے جانے کے بعد وہ وہیں کھڑی اسی راستے پر نظریں جمائے دیکھتی چلی گئی تھی۔سویرہ منظر سے غائب ہو چکی تھی۔اس روڈ کی دوسری طرف آنے جانے والی سڑک پر بھاگتی موٹر بائیک پر سوار راشد کی نظر یک دم اس پر پڑی۔وہ یکلخت آگے اپنے دھیان میں بائک چلاتے عبداللہ کا کندھا تھپتپانے لگا تھا۔

"رک رک رک۔۔"

"کیا ہو گیا اب۔"اسنے بائک روکی نہیں تھی بس رفتار آہستہ کر دی تھی۔

"رک تو سہی۔۔وہ سامنے رحیم کی کزن کھڑی ہے۔"زنیرہ کا منہ اسی طرف تھا پر اس کی نظریں سامنے سے گزرتی گاڑیوں پر تھی۔وہ دونوں روڈ کی واپسی والی سائیڈ پر تھے۔

"تو جانتا ہے؟"اسنے زنیرہ کی سمت دیکھا۔

"ہاں۔۔کئی بار یونیورسٹی میں رحیم کے ساتھ آتے جاتے دیکھا ہے۔۔۔لگتا ہے گاڑی خراب ہو گئی ہے"راشد نے اس کے علم میں اضافہ کیا اور اتر کر گاڑی کے متعلق اسی فاصلے پر کھڑے ہو کر تبصرہ کرنے لگا۔عبداللہ نے اس کے تعاقب میں گاڑی پر نظر دوڑائی پھر ساتھ کھڑی بڑی سی چادر میں چھپے چھوٹے سے وجود کو دیکھا۔

"تجھے بڑا پتا ہے کہ گاڑی خراب ہے۔۔۔چل واپس بیٹھ ٹائم مت ضائع کر۔"اسے لگا زنیرہ ویسے بھی تو کھڑی ہو سکتی ہے۔شاید کسی کا انتظار کر رہی ہو۔اور پھر گاڑی لگ نہیں رہی تھی کہ خراب ہے۔

"اچھا چل تو۔۔پوچھ لیتے ہیں۔۔کیا ہو جانا زیادہ سے زیادہ۔"وہ بات مکمل کر کے روڈ پار کرتا گیا۔اس کی پھرتی پر عبداللہ اسے آواز لگانے لگا۔لیکن وہ نا رکا تو مجبوراً اسے بھی بائک کو اسٹینڈ پر کھڑا کرتے ہوئے پیچھے جانا پڑا تھا۔

اپنے خیال میں گزرتی گاڑیوں کو تکتی زنیرہ کا دھیان قریب آتے ہوئے راشد کی اچانک پکار پر بھٹکا تھا۔

"زنیرہ؟ کیا ہوا؟۔" راشد قریب آتے ہی نظریں گھما گھما کر گاڑی کا جائزہ لینے لگا۔ وہ راشد کو جانتی تھی۔ اس نے ایک دو بار یونی میں رحیم کے ساتھ گھومتے پھرتے دیکھا تھا۔ اس کی تشویش پر وہ کچھ کہتی کہ عبداللہ کو آتے دیکھ ٹھٹک کر رک گئی۔ نارمل ٹی شرٹ ٹراوزر پہنے۔ بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ تھوڑا فاصلے پر آکر ٹھہر گیا تھا۔

"گاڑی خراب ہے کیا؟" راشد کی آواز پر زنیرہ نے نظریں پھیر لیں۔ وہ خود پر عبداللہ کی نگاہ پڑتے محسوس کر سکتی تھی۔

"جی۔" اسنے آہستگی سے جواب دیا۔

"سویرہ گئی ہے مکینک کو بلانے۔" ساتھ یہ بتانا بھی ضروری سمجھا۔

"ناکرو یہ موٹی کی گاڑی ہے؟ جبھی"

"اے۔" عبداللہ نے اس کے سینے پر الٹے ہاتھ کی چپت رسید کی۔ کوئی لحاظ اس انسان میں نا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وہ موٹی نہیں ہے۔۔ نظریں چیک کرواو تم۔۔" زنیرہ نے اپنی طرف سے بھی جھڑکا تھا۔اسکے دوبدو بولنے پر عبداللہ مسکرایا۔ وہ اسے پہلی بار دیکھ رہا تھا۔ پرسوں تو بس اس کی آواز ہی سنی تھی۔ چادر سے ڈھکے وجود میں اسکے ادھ ڈھکے چہرے پر سے صرف چھوٹی آنکھیں ہی نظر آرہیں تھی۔ان کے ڈورے بڑے اور گہرے کالے تھے۔ عبداللہ نے ایک نظر انہیں دیکھ کر اپنا چہرا پھیر لیا۔

"میں دیکھ لیتا ہوں کیا مسئلہ ہے۔"عبداللہ خود ہی مدد کرنے کے لیے آگے بڑھا تھا۔

"آپ مکینیک ہیں۔؟"اس نے بے اختیار پوچھا۔

"نہیں باجی۔۔ یہ سڑکوں پر منجن بیچتے ہیں۔"راشد کی زبان کو کھجلی ہوئی۔ زنیرہ نے نا سمجھی سے پہلے عبداللہ کو پھر راشد کو دیکھا۔

"ایسا ہی سمجھ لو۔۔۔ چپ کر کے کھڑا ہو جاورنہ دو لگادوں گا۔"زنیرہ کے دیکھنے پر عبداللہ نے اس کے سوال کا جواب دیا اور پھر دبی آواز میں پاس کھڑے راشد کو جھڑک دیا۔ گاڑی کے بونٹ کے پاس آکر اس نے راڈ کی مدد سے اسے اٹھا کر سہارہ دیا اور جائزہ لینا شروع کیا۔ یہ سب دیکھتے ہوئے زنیرہ بھی تھوڑا قریب آچکی تھی۔

"کچھ نہیں ہوا۔۔انجن میں پانی نہیں ڈالا تو گاڑی گرم ہو گئی ہے بس۔"

"لیکن گاڑی میں تو پیٹرول ڈلتا ہے۔۔اس میں پانی کا کیا کام۔"اسے بظاہر تجسس ہوا۔گاڑیوں کی الف بے تک اسے نہیں پتہ تھی۔راشد کو یقین نا آیا۔انجن میں پانی کا ڈلنا تو بچے تک کو پتہ ہوتا ہے۔لیکن یہاں تو بچوں سے بھی گئی گزری بات تھی۔

" واقعی؟۔۔لو کر لو بات باجی کے دماغ کو بھی پانی کی۔۔آہہ۔۔"اسکے الفاظ مکمل ہونے سے پہلے عبداللہ نے اسکی کمر پر زور سے چٹکی کاٹی تھی۔زنیرہ کی آنکھیں اس کی نازک چیخ پر پھیلیں۔مگر جب اندازہ ہوا تو وہ مسکرائے بنا نا رہ سکی۔

"نہیں انجن میں صرف پیٹرول نہیں ڈلتا پانی بھی ضروری ہوتا ہے۔۔گاڑی کا انجن ٹھنڈا رکھنے کے لئے۔"عبداللہ اسے کسی بچے کی طرح سمجھا رہا تھا۔زنیرہ نے تو ان سب پر فوراً لعنت بھیجی۔اسے کیا لینا دینا کیا چیز ٹھنڈا کرتی ہے اور کیا نہیں۔عبداللہ یوں پوری توجہ کے ساتھ بولتا ہوا کتنا اچھا لگتا تھا۔وہ اسے دیکھتی رہی۔اگر منہ پر اسکے چادر نہ ہوتی تو عبداللہ اسکا بے وقوفوں کی طرح مسکراتا ہوا چہرا دیکھ کر اسے پاگل سمجھ بیٹھتا۔اس کی آنکھیں مسکرانے

کے باعث مزید چھوٹی ہو گئیں تھی۔اسے اندازہ ہوا تو وہ عبداللہ کے دیکھنے سے پہلے ہی سنبھل گئی۔

"جا کر پانی کی بوتل لے آ۔"عبداللہ نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے راشد سے کہا۔وہ بغیر کسی چوں چراں کے خاموشی سے چلا گیا۔اسے جاتے دیکھ کر زنیرہ کو اکیلا صرف عبداللہ کے ساتھ کھڑا رہنا محال لگنے لگا۔عجیب سی کیفیت نے اسے آگھیرا تھا۔

"سویرہ کس طرف گئی تھی۔؟"عبداللہ کو یاد آیا۔

"جی۔۔اسی طرف۔"اسنے انگلی سے سامنے اشارہ کیا۔عبداللہ سمجھ گیا کہ وہ اسی کے گیراج تک گئی ہو گی لیکن اب تک آئی کیوں نہیں تھی۔گیراج بند دیکھ کر آتو جانا چاہیے تھا۔سامنے بغور اسے تکتی زنیرہ کی نگاہ اسکے ماتھے پر پڑنے والی شکن پر اٹکی۔بے ساختہ اسے کچھ یاد سا آیا تھا۔

"آپ کی لالہ سے بات ہو گئی؟"زنیرہ کے مخاطب کرنے پر اسنے چونک کر اسے دیکھا۔پھر آہستہ سے سر نفی میں ہلا دیا۔

"نہیں ابھی تک نہیں۔۔رحیم سے اس کا نیا نمبر مانگا ہے۔۔دیتا ہے تو بات کرتا ہوں۔"
عبداللہ نے رسانیت سے بتایا۔وہ اس کی بات پر الجھی۔

"لیکن لالہ نے تو پچھلے کئی سالوں میں کوئی بھی نمبر جینج نہیں کیا۔" وہ چونکا۔اسکے چہرے پر الجھن کے آثار نمایاں ہوئے۔حیران تو وہ بھی تھی۔عبداللہ سے ایسا کس نے کہا کہ لالہ نے نمبر جینج کر لیا ہے۔؟

"کیا مطلب۔۔اسنے مجھے خود بتایا تھا۔" اسنے اپنا رخ اسکی جانب موڑا۔وہ اسکی آنکھوں میں ہی دیکھ رہا تھا۔ماتھے پر شکن اور آنکھوں میں پریشانی لیے۔زنیرہ نے نظریں نیچے کر لیں۔نا جانے کیوں پر اسکا الجھا اور پریشان چہرہ زنیرہ کو اچھا نہیں لگا تھا۔البتہ اسکے نگاہ نیچی کرنے پر عبداللہ نے خود کو کمپوز کیا۔وہ انجانے میں کچھ زیادہ سنجیدگی دیکھا رہا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم انہوں نے آپ سے جھوٹ کیوں بولا۔" اس کی آواز دھیرے سے کچھ دیر بعد دوبارہ ابھری تھی۔

"ہاں ٹھیک ہے میں دیکھ لیتا ہوں۔" اسنے بات ختم کر دی۔ وہ اس لڑکی سے بل فضول کچھ نہیں کہہ سکا۔ اسی وقت راشد دور سے ہی پانی کی بوتل لئے آتا دیکھائی دیا۔ زنیرہ نے بھی چپ رہنا مناسب سمجھا۔

راشد سے پانی کی بوتل پکڑتے ہی عبداللہ اسے انجن کے ساتھ نسب ٹینکی نما شئے میں انڈیل کر سیدھا ہوا۔ گاڑی کا بونٹ بند کیا تو زنیرہ کا ہاتھ اسکے سامنے تھا۔ اسنے انگلیوں میں ہزار کا نوٹ تھام رکھا تھا۔

"وہ آپ نے گاڑی ٹھیک کر دی اسلیے۔" اسنے عبداللہ کی سوالیاں نگاہوں کو دیکھتے ہوئے تفسیر دی۔ وہ کچھ کہتا کہ راشد نے جھٹ سے اسکے ہاتھ سے پیسے لے لیے۔

"بسم اللہ۔۔ "

"ہزار زیادہ نہیں؟۔۔ چلو کوئی نہیں۔۔۔" اس نے ہزار کے نوٹ کو الٹ پلٹ کر دیکھا، پھر جتنی پھرتی سے پیسے لیے تھے اتنی ہی تیزی سے اپنی جیب میں بھی ڈالنے لگا۔ مگر عبداللہ نے بیچ راستے میں ہی اس سے نوٹ اچک لیا تھا۔ اسے تو ہمیشہ موقع کی تلاش ہوتی تھی۔

Clubb of Quality Content

"اس کی ضرورت نہیں ہے گاڑی میں بس پانی ہی توڈالا ہے۔"اسنے راشد کو گھورتے ہوئے پیسے زنیرہ کی طرف واپس بڑھادیا۔

"عبداللہ بھائی؟۔"سویرہ کی آواز پر سب کا دھیان بھٹکا۔وہ اپنے ساتھ کسی چھوٹے لڑکے کو بھی لیے آرہی تھی۔حلیے سے کوئی میکینک لگتا تھا۔

"میں گیراج تک گئی تھی۔۔آپ لوگ آج جلدی بند کر گئے؟"۔

"اور بھی کام ہوتے ہیں۔۔۔تمھاری طرح فارغ نہیں ہیں۔۔اتنا کھاتی ہو۔۔کچھ بیچاری گاڑی کو بھی کھاپلا۔۔۔"راشد نے جواب دینا چاہا تو عبداللہ نے رکھ کر اس کے سر پر چماٹ لگا کر اسکی بولتی بند کر دی۔اس بندے کے ساتھ گھر سے کہیں باہر نکلنا ہی امتحان تھا۔

"بات کرنے کی تمیز نہیں تجھے۔"اسنے راشد کو کر خنگی سے کہہ کر دانت کچکچائے تھے۔سویرہ موٹی نہیں تھی بس راشد میں مختلف کیڑے تھے چھیڑا چھاڑی کرنے کے۔

"Serves you right"

راشد کو سر مسلتے دیکھ کر سویرہ نے اسکی عادت پر چوٹ کرتے ہوئے آنکھیں گھمائیں تھی۔جواباً اُسنے ناک چڑھائی۔

"ٹھیک ہو گئی گاڑی؟ "

"ہاں،بس پانی ڈالنا تھا۔۔۔تم ایک بار چلا کر دیکھو۔۔"وہ سر ہلاتے ہوئے گاڑی میں جا بیٹھی۔چابی گھمائی تو گاڑی کی جان واپس آچکی تھی۔اس سمیت زنیرہ نے بھی چین کا سانس لیا تھا۔

"اچھا کتنے ہوئے تمھارے۔"سویرہ نے اپنے پرس کو کھنگالتے ہوئے ساتھ لائے مکینک سے پوچھا۔

"لو ہو گیا کام۔۔ایک پانی ڈالنے کے پیسے دے رہی ہے۔۔تو دوسری اپنے اس بھائی کو سہارہ بنا کر لانے کے۔۔میں بتا رہا ہوں بہت پیسہ ہے ان کے پاس۔۔ایک ایک نوٹ ہم بھی رکھ لیتے ہیں۔"راشد کو ان کی عقل پر اپنا سر پیٹنے کو دل کیا۔اب تو عبداللہ نے بھی ہونٹ دانتوں تلے دبا کر مسکان روکنی چاہی تھی۔جبکہ زنیرہ اپنی اور سویرہ کی بے وقوفی پر شرمندہ سی ہو کر رہ گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"زیادہ ٹرٹر نا کرو تم۔۔میں تو مزاق کر رہی تھی۔"سویرہ نے اسے آنکھیں دیکھائیں تو راشد ہاتھ جھلاتا ہوا اسکے قریب آیا۔

"ہاں ہاں اب تو یہی کہو گی نا۔۔موٹی۔"اسنے لفظ 'موٹی' جھک کر اسکے کان میں کہا تھا۔کچھ بعید نہیں کہ اس بار عبداللہ اسکا گلہ ہی دبا دیتا۔

دونوں کی نوک جھوک پر عبداللہ اور زنیرہ مسکرائے جا رہے تھے۔بیک وقت انکی مسکاتی نظریں آپس میں ملیں تو دونوں نے پھرتی سے ہٹا بھی لیں تھی۔زنیرہ کا دل دھک دھک کرتے سنبھلا۔نگاہوں کے ملتے ہی عبداللہ کو اپنے بدن میں عجیب سی سنسناہٹ محسوس ہوئی تھی۔جو اگلے ہی لمحے غائب ہو گئی تھی۔جیسے کبھی وہاں تھی ہی نہیں۔

Clubb of Quality Content

☆☆☆☆☆☆

"تم اُنہیں کیسے جانتی ہو؟"وہ دونوں گھر کی طرف نکل گئیں تھیں۔راستے میں تھیں کے زنیرہ کو تجسس ہوا۔

"یار کسی زمانے میں ہم پڑوسی تھے۔۔امی کا اور بھائیوں کا ان کے گھر آنا جانا تھا۔۔۔میری بھی آنٹی سے اچھی خاصی بات چیت تھی۔۔۔بس تب سے جانتی ہوں" سویرہ کے تفصیلی جواب پر زنیرہ بنا کچھ کہے سیدھی ہو بیٹھی تھی۔ذہن ایک شخص کے گرد خیال بُن رہا تھا۔

گھر پہنچتے پہنچتے اسے عشاہ ہو گئی تھی۔لاونج میں قدم جمائے تو اسکی ماں فون پر کسی سے باتوں میں مصروف نظر آئیں۔یقیناً ابا ہونگے،وہ اس وقت انہیں سے باتیں کرتی تھیں۔

"ہاں؟کدھر رہ گئی تھی؟وقت دیکھا ہے۔؟"اسنے ہلکی آواز سے سلام کیا تو انہوں نے فون کان سے لگائے ہی تفتیش شروع کر دی تھی۔وہ اس سے پشتو میں ہی بات کیا کرتی تھیں۔اور زنیرہ خود بھی۔

"سویرہ کی گاڑی خراب ہو گئی تھی راستے میں۔۔اسی لئے دیر ہو گئی۔"اسنے ایک نظر اپنے چھوٹے بھائی کو لاونج میں لگے ٹی وی پر کارٹون دیکھتے ہوئے دیکھ کر اپنی ماں کو جواب دیا ۔انہوں نے کان سے فون دور کرتے ہوئے آئبرو سکیڑیں تھی۔

"خراب ہو گئی تھی؟تو فون کر کے رحیم کو بلا لینا تھا۔"رحیم لاہور یونیورسٹی کی جانب سے فراہم کیے گئے ہاسٹل میں ہی پڑھائی کے غرض سے رہتا تھا۔یہاں اپنی خالہ اور چچا کا گھر

ہوتے ہوئے بھی اسنے خود ہاسٹل میں ہی رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔وہ خود مختار بننے کی بھرپور کوسس میں رہتا تھا۔رحیم کے اماں،ابا کوئٹہ میں مقیم تھے۔جہاں زنیرہ کی ماں کا ماٸکہ اور سسرال تھا۔رحیم کی ماں اور زنیرہ کی ماں دونوں سگی بہنیں تھیں۔زنیرہ کے ابا کا ایکسپورٹ ایمپورٹ کا ایک کامیاب بزنس تھا اسی لئے وہ آئے دن گھر پر نہیں ملتے تھے،اکثر اوقات مصروف رہا کرتے تھے اور اسی لئے انہوں نے خود کی مصروفیات اور بچوں کی پڑھائی کو لے کر لاہور میں ہی گھر لے لیا تھا۔

"نہیں مکینک مل گیا تھا تو۔۔۔"اسنے بات ادھوری چھوڑ دی۔مکینک کے ذکر پر اس کی نظروں کے سامنے عبداللہ کا چہرا ضرور جھلکا تھا۔رسمی بات چیت کے بعد وہ روم میں آگئی۔ آج سویرہ نے جھولوں پر اتنا گھمایا تھا کہ اب اسکا بدن تھکن سے چور ہو چکا تھا۔کپڑے چینج کر کے نماز پڑھی اور پھر لمبی تان کر سونے لگی۔آنکھیں بند ہی کیں تھی کہ اچانک عبداللہ کا مسکراتا ہوا چہرہ،جو اس کی نظروں سے ملا تھا،اس کی بند آنکھوں کی سیاحی میں روشن ہوتا گیا۔ زنیرہ نے پٹ سے آنکھیں کھولیں تھی۔پھر کچھ دیر خالی دماغ لیے پلکیں جھپکتی رہی۔مگر دوبارہ آنکھیں بند کر کے کروٹ لے کر لیٹی۔عبداللہ کا اب الجھا ہوا چہرہ اس کے ذہن کے

پردے پر واضع ہوا تھا۔زنیرہ نے ایک بار پھر آنکھیں جھٹ سے کھول لیں اور سیدھی کمر کے بل لیٹ کر چھت کو تکنے لگی۔

کچھ ثانیے بیتے تو اسنے کمبل منہ تک چڑھا کر آنکھیں موند لیں۔کچھ دیر اسکا ذہن خاموش رہا۔مگر یہ خاموشی اب کی بار اس کے ذہن میں آتے عبداللہ کے چہرے کے ساتھ اسکے الفاظ بھی لائی تھی۔جو یکایک اس کی سماعت پر حاوی ہو گئے تھے۔زنیرہ اور عبداللہ کی آج کی ملاقات میں ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی جس کو گھنٹوں بیٹھ کر سوچا جائے۔پر جو الفاظ اسکے کانوں میں گونج رہے تھے وہ بہت دھیمی لے پر بازگشت کر رہے تھے۔نا انہیں ٹھیک سے سمجھا جا سکتا تھا نا ان سے بات کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔مختلف سرگوشیاں تھیں۔میٹھی سی۔ایسی جو ذہن کو الجھا کر دل قابو میں کر لے۔

اسنے تنگ آکر کمبل کھینچتے ہوئے منہ پر سے اتارہ اور ایک لمبی سانس خارج کر کے اٹھ بیٹھی۔کھلے سیاح بالوں میں ہاتھ پھیر کر انہیں جھٹکا

"کیا ہو گیا ہے زنیرہ۔۔ایسا بھی کیا ہے جو تم ایک معمولی انسان کو ذہن تک رسائی دے رہی ہو۔۔۔اف۔۔سو جاؤ۔"وہ خود کو کوسنے اور سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔عبداللہ کا

چہرہ۔اسکی نادکھنے والی مسکراہٹ۔اسکا بات کرنے کا انداز۔سب ایک ساتھ اسکا دل و دماغ مفلوج کر رہا تھا۔اسنے اپنا سر تکیے پر پھینکتے ہوئے لمبی سانس لی۔کل اتوار تھا۔چھٹی کا واحد دن۔وہ آرام سے سو کر صبح آرام سے اٹھنا چاہتی تھی لیکن ذہن سکون میں ہوتا تب سوتی نا۔عجب مسئلہ تھا۔عجب جھجھلاہٹ تھی۔وہ تھوڑی دیر اوپر لٹکتے پھنکے کو تکتی رہی پھر کروٹ لے کر لیٹی۔

"بھاڑ میں جائے سب۔۔خیال آتا ہے تو میری بلا سے۔"

وہ چڑتے ہوئے بڑبڑائی۔اور کر بھی کیا سکتی تھی۔ایسے تو وہ پوری رات نا سو پاتی اور اگر سوتی نہیں تو عبداللہ کا خیال آتا رہتا۔اسے سمجھ نا آئی آخر وہ اسے کیوں سوچ رہی ہے۔ان کی ملاقات کو وقت ہی کتنا ہوا ہے بھلا جو وہ عبداللہ کو سوچے۔ایک معمولی نوجوان ہی تو ہے۔کیا فرق پڑتا ہے۔اس نے آنکھیں بند کرتے ہوئے ہر خیال کو آنے دیا۔کب تک چلتا یہ؟۔۔اگر ابھی اتنا سوچا جا رہا ہے تو اگلے لمحے اسکے فرشتوں کو بھی یاد نہیں آنا تھا۔البتہ اسے یہی سوچ کر نیند آگئی کے وہ بس ایک سرسری سا خیال ہے جو ہر نئے بندے سے مل کر آتا ہے۔مگر یہی اسکی پہلی غلط فہمی بھی تھی۔وہ کوئی معمولی نوجوان یا 'ہر نیا بندہ' نہیں تھا۔

☆☆☆☆☆☆

اتوار دوپہر کا وقت ہو رہا تھا۔ روقیہ بیگم چارپائی پر بیٹھیں پالک کاٹ رہی تھیں۔ عبداللہ صحن میں کھڑی اپنی بائک کی صفائی ستھرائی میں لگا ہوا تھا۔ ساتھ اپنی ماں سے کسی بات پر ہم کلام بھی تھا۔ وہ ویک اینڈ پر باعث اوقات گیراج زرا دیر سے جاتا تھا۔ اسنے گھٹنوں سے تھوڑے نیچے آتے ٹراؤزر پر کالی ہالف سلیو شرٹ ڈال رکھی تھی۔ دفعتاً گھر کا دروزاہ کھلنے کی آواز پر ماں بیٹا ایک ساتھ متوجہ ہوئے تھے۔ پچاس ساٹھ سال کی عمر کا آدمی' جس کے چہرے پر چھوٹی چھوٹی داڑھی اور ماتھے پر عمر کے لحاظ سے شکن پڑی ہوئیں تھیں، ہاتھ میں چھوٹا سا بیگ تھامے اندر داخل ہوتا دیکھائی دیا۔

"سلام ابو"

وہ اس کے ابا تھے۔ عبداللہ سلام کر کے سیدھا پانی لینے اٹھا تھا۔

"اینی جلدی آ گئے؟" وہ ان سے پنجابی میں مخاطب ہوئیں تھی۔

"ہا طبیعت بوجھل جئی ہو گئی سی" (ہاں طبعیت بوجھل سی ہو گئی تھی)

Clubb of Quality Content

امین صاحب نے چارپائی پر بیٹھتے ہوئے عبداللہ کے بڑھائے ہوئے ہاتھ میں تھامے پانی کے گلاس کو پکڑ لیا۔

"ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں اگر زیادہ خراب ہے تو۔۔"عبداللہ نے پریشانی سے کہا۔

"نہیں اب اتنی بھی خراب نہیں ہوئی بس تھوڑا آرام کروں گا تو ٹھیک ہو جائے "

"آپ مجھے بلا لیتے میں آجاتا کام پر"۔اس نے پانی والا گلاس اپنے باپ سے واپس تھام لیا۔

"نہیں کوئی ضرورت نہیں تھی،اشفاق دیکھ لے گا"

اشفاق شوروم کا کام کرنے والا ایک ادھیڑ عمر آدمی تھا۔امین صاحب کے ساتھ کافی وقت سے کام کر رہا تھا۔اونر سمیت انکے لیے بھی وہ بھروسے کے قابل تھا۔امین صاحب شروع میں تو بطور ورکر لگے تھے لیکن ایک سال ہوا وہ اب مینیجر کے طور پر شوروم میں کام کر رہے تھے۔اصل مالکان کسی دوسرے شہر میں رہائیش پزیر تھے۔یہاں انکی دوسری برانچ تھی۔

"اے راشد ہلے توڑی ستا ہویا اے"؟(یہ راشد اب تک سو رہا ہے)؟۔امین صاحب نے جوتے اتار کر پیر اوپر کرتے ہوئے اپنی بیگم کو مخاطب کیا تھا۔عبداللہ واپس بائیک کو صاف کرنے میں جٹ چکا تھا۔

"رات یونیورسٹی کا کام کرتا رہا ہے جبھی نہیں اٹھا۔"

"دو ہو رہے ہیں ایسا بھی کونسا مشکل کام کر کے سویا ہے کہ اب تک نیند پوری نہیں ہوئی اس کی۔۔جاؤ عبداللہ جگا کر لاؤ اسے۔"امین صاحب نے گردن موڑ کر بائک کی صفائی کرتے ہوئے اس سے کہا تھا۔وہ پنجابی میں ہی گویا ہوئے۔پنجابیوں کی یہ روایت تو آج تک برقرار ہے۔ان کی پنجابی ہمیشہ غصے اور لڑائی کے دوران ہی جاگتی ہے۔وہ ان کے کہنے پر سر ہلاتا ہوا اٹھا۔صحن عبور کیا ہی تھا کہ راشد اجڑے بالوں کے ساتھ اونگھتا ہوا کمرے سے باہر آتا دیکھائی دیا۔

"لیجئے آگیا۔۔آپ کا سپوت "

"ہو گئی صبح شہزادے کی؟"انگڑائی لیتے ہوئے راشد کو میٹھے انداز میں شرم دلانے کی کوشش کی گئی تھی۔وہ اَن سنی کرتا ہوا سیدھا رو قیہ بیگم سے چپک کر بیٹھتے ہوئے دوبارہ اونگھنے لگا ۔امین صاحب نے زرا اٹھ کر اس کے سر پر چپت رسید کر ڈالی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اٹھ جا ہن۔۔ہلے وی کوئی کسر ریندی۔۔اوترا کم دا ناکاج دا"(اٹھ جا اب بھی کوئی کسر باقی ہے۔۔کسی کام کا ناکاج کا)۔ان کے تھپڑ مارنے پر راشد سیدھا ہو کر منہ پھولائے اپنی ماں کو دیکھنے لگا تھا۔جیسے کہنا چاہتا ہو دیکھ لیں اپنے اس شوہر کو۔روقیہ بیگم مسکراہٹ دباتی گئیں۔

"ہائے ہائے۔۔چھوڑ بھی دیں اب اس کی جان۔۔آپ تو پیچھے ہی پڑ گئے۔"اپنے بچاؤ میں کہے الفاظ پر وہ امین صاحب کو جتاتی نظروں سے دیکھ کر ماں کے کندھے پر واپس سر ٹکاتے ہوئے لاڈ دکھاتا گیا۔

"امی جان ناشتہ تو دے دیں؟ "

اس نے دنیا جہاں کی معصومیت لہجہ میں سموئے دوپہر کے دو بجے ناشتے کی مانگ کی تھی۔امین صاحب کو رج کر اس پر غصہ آیا۔

"آلسی خود اٹھ کر لے لے۔"اب کے عبداللہ نے اس کی ٹانگ کھینچنی ضروری سمجھی۔

"اسے کیا شرم آئے گی۔۔ماں کا لحاظ نہیں۔۔دیکھ نہیں رہا کیا کر رہی ہیں وہ۔"امین صاحب کو آج موقع مل گیا تھا۔وہ اس ڈھیٹ کو ہر بار کی طرح لتاڑنے میں مصروف تھے۔راشد کا منہ بنتا گیا۔وہ پیر پٹخ کر چارپائی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"جارہا ہوں۔۔۔آپ کو تو مجھے چین سے بیٹھے دیکھ سکون نہیں ملتا۔۔میں اپنے کام خود کرلوں گا۔۔کسی کو مجھ پر ترس کھانے کی ضرورت نہیں۔"وہ بانگ لگا کر آہستہ آہستہ قدم لیتا ہوا کچن کی طرف جانے لگا۔آخری جملے اسنے ترچھی نگاہ کرتے ہوئے اپنی ماں پر ڈال کر کہے۔عبداللہ نے اس کے ڈرموں پر آنکھیں گھمائیں تھی۔کارٹون کہیں کا۔اس دوران روقیہ بیگم پالک کاٹتے ہوئے دھیرے سے ہنس رہی تھیں۔اس لڑکے کی یہ چھوٹی چھوٹی حرکتے گھر کی رونق میں جان ڈال دیتیں تھی۔

"میں دوبارہ یاد دلادوں مجھ پر ک۔۔۔آآآ"

"جاپرامر"

امین صاحب نے چپل اٹھا کر اسکی کمر پر دے ماری۔چپل اس پر لگتی کہ راشد فوراً دم دبا کر بھاگ نکلا تھا۔اس بار عبداللہ اور رقیہ بیگم کا قہقہہ جاندار تھا۔اسی اسنا میں گھر کی بیل بجی تو عبداللہ اٹھ کر دروازے تک گیا۔

"آجا۔۔اندر آجا"دروازے پر رحیم تھا۔عبداللہ نے سلام کا جواب دیتے ہی اسے اندر آنے کی دعوت دی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"سلام۔"اندر بیٹھے بڑوں کو بھی رحیم نے ادب سے سلام کیا۔ کھلی سی مرون ٹی شرٹ پہ ٹراؤزر زیب تن تھا اور ساتھ گھر کے جوتے پہن رکھے تھے۔

"وعلیکم سلام۔۔آؤ برخوردار۔۔ بڑے دن بعد آئے ہو بھئی۔"ان کی جانب سے فوراً گلے شکوہ شروع ہو گئے تھے۔

"ہاں بھئی تم تو اب ہمیں پوچھنا ہی بھول گئے۔"روقیہ بیگم نے بھی میاں کا ساتھ دیا۔ان کی اس قدر اہمیت دینے پر رحیم ہلکے سے مسکرایا تھا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں بس تھوڑا مصروف تھا۔"اس نے صفائی پیش کی اور ساتھ کھڑے عبداللہ پر نگاہ ڈالی۔وہ اپنا کام سمیٹ کر اس کے پاس آ کھڑا ہوا تھا۔

عبداللہ سے رحیم کی ملاقات رئیس کے زریعہ ہوئی تھی۔جب وہ اسکول میں اور عبداللہ کالج کے آخری سال میں تھا۔وہ عبداللہ کے دوستانہ لہجہ اور نرم طبیعت کا گرویدہ تھا۔اتنا کہ وہ رئیس سے جیلس بھی ہوتا تھا کہ عبداللہ جیسا بندہ رئیس کا جگری یار ہے نا کہ اسکا۔اور یہ بات وہ شروع شروع میں اکثر اوقات رئیس کو جتلاتا بھی تھا۔جس کا رئیس کوئی خاص رد عمل نا دیتا تھا۔رحیم عبداللہ سے دوستی کا بھرم اس سے جڑی ہر چیز کو اہمیت دے کر رکھتا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شروع میں تو وہ بس عبداللہ کے گیراج آیا کرتا تھا لیکن پھر وقت کے ساتھ جب دوستی مزید گہری ہوئی تو وہ اس کے گھر بھی آنے جانے لگا۔ جس سے راشد بہت تنگ تھا۔ اسکی ایک ہی رٹ ہوا کرتی تھی کہ رحیم جہاں دیکھو منہ اٹھا کر آجایا کرتا ہے۔

"تجھے اتوار والے دن بھی چین نہیں بھئی؟" راشد نے کچن میں اس کی آواز سن لی تھی۔ چائے کا مگ لیے وہ باہر آیا تو فوراً اس پر چڑ دوڑا تھا۔

"راشد" روقیہ بیگم نے عبداللہ کے کہنے سے پہلے ٹوکا۔ رحیم عادی تھا اس کی باتوں کا تو اس نے نظر انداز کر ڈالا۔

"بیٹھو بیٹا"۔ امین صاحب نے چارپائی کے نیچے سے موڑھا نکالتے ہوئے کہا تھا۔ ساتھ راشد کو گھورنا نہیں بھولے تھے۔

"میں چائے لاتی ہوں۔" روقیہ بیگم نے پالک کی ٹوکری سائیڈ پر رکھی۔

"نہیں آنٹی ضرورت نہیں۔۔ میں بس عبداللہ کو یہ فورم دینے آیا تھا۔۔ چلتا ہوں۔

"اچھا وہ بھی دیکھ لیں گے۔۔۔ امی آپ بیٹھیں میں بنا لاتا ہوں۔" عبداللہ نے رسان سے اسکا ارداہ مٹی کیا اور ماں کو مخاطب کرتا ہوا سیدھا کچن میں جا گھسا تھا۔ روقیہ بیگم کی کوئی بیٹی تو

نہیں تھی لیکن عبداللہ اور راشد کو اتنا تو سیکھا دیا تھا کے وہ ان کے موجود نا ہونے پر پیٹ بھر نے کے قابل ہو گئے تھے۔ایسا نہیں تھا کہ اگر بیٹی ہوتی تو اسی کو سیکھاتیں۔بلکے اگر کوئی ہوتی تو ان دونوں پر زیادہ سختی کرتیں۔روقیہ بیگم کو یہ جاہیلیت لگتی تھی۔بیٹی کو ہی یہ بتا بتا کر کام کروانا کہ کام تو بیٹیاں ہی کرتیں ہیں۔جیسے یہی انکی زندگی کا مقصد ہے۔

"کیسا فارم ہے یہ"۔امین صاحب نے پوچھا۔

"وہ عبداللہ نے پارٹ ٹائم کسی ایلیکٹرک کمپنی میں جاب اپلیکیشن کے لیے بات کی تھی۔میری نظر میں ایک کمپنی تھی تو میں فارم لے آیا۔"اس نے تفصیل دے کر فارم والا لفافہ امین صاحب کو تھمانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو راشد نے اچک لیا۔

ابا کا شور وم ہوتے ہوئے بھی عبداللہ نے گیراج کھول رکھا تھا۔عمر کے اس حصہ میں اب اسے اپنے باپ سے پیسے مانگتے ہوئے عجیب لگتا تھا۔وہ اپنی پڑھائی کا خرچہ خود اٹھاتا تھا۔روقیہ بیگم اور امین صاحب نے شروع میں اعتراز کیا لیکن وہ اپنے فیصلے پر اڑا رہا تو انہوں نے مزید کچھ نا کہا۔یونی ورسٹی کے چار سال مکمل تو ہو چکے تھے البتہ وہ مکینکل انجینرینگ میں مزید پڑھائی کرنے کی خواہش رکھتا تھا۔

"ویسے آج کل سب آن لائن ہوتا ہے۔۔۔یہ فارم لانے کی ضرورت نہیں تھی۔۔وہ الگ بات تجھے بہانہ چاہیے بس۔"اس نے فارم ایک نظر دیکھ کر اسی کی جانب اچھال دیا تھا۔

"تیری زبان کو کیا کھجلی رہتی ہے۔۔چپ کیوں نہیں رہتا"۔امین صاحب نے لتاڑا۔اس مخلوق کو جو ایک پل چین آجائے۔دل و دماغ میں آئی ہر الٹی سیدھی بات کہہ دینے کا عادی تھا

۔

"کون سی کمپنی ہے۔۔۔۔؟"روقیہ بیگم نے جاننا چاہا۔

"میگا موٹرز کے نام سے ہے۔۔۔مشینری کا کام ہوتا ہے وہاں۔۔۔عبداللہ کو اچھی لگتی اسی لیے میں نے انہیں کے فارم لے لیے۔"وہ عبداللہ کی طبیعت اور اسکی پسند کے لحاظ سے ہی سب تفصیلات جمع کر کے اس کمپنی کو منتخب کر چکا تھا۔اسکی تفصیلات پر امین صاحب نے فارم اٹھا کر پڑھنا شروع کیا۔راشد چلتا ہوا اس کی دوسری جانب آکر رکا۔چائے کے مگ سے ایک سپ لی پھر دھیرے سے بولا۔

"بھائی بولا کر۔۔بھا۔۔ئی"رحیم عبداللہ کو"عبداللہ بھائی"کہہ کر نہیں بلاتا تھا۔اس کی اور عبداللہ کی عمر میں صرف دو تین سال کا گیپ تھا جس کا عبداللہ کو بھی کوئی خاص فرق نہیں

پڑا۔ لیکن راشد ہمیشہ رحیم کو اسی بات پر ٹوکتا تھا۔اور ایک بار پھر موقع ملنے پر اسے 'بھائی 'الگ الگ کر کے سیکھانا چاہا۔

"اور مجھے تُو 'آپ' کہہ مخاطب کیا کر۔" اسی کا انداز اسی پر مارا گیا تھا۔اس کی حاضر جوابی پر راشد نے منہ چڑھا کر چائے کے کپ سے گھونٹ بھرا۔اس دوران عبداللہ کیچن سے چائے لاتا ہوا رحیم کی طرف چلا آیا۔

چائے پی کر رحیم نے فوراً نکلنے کی کی تھی۔وہ امین صاحب اور روقیہ بیگم سے الوداعی مصافحہ کرتے ہوئے عبداللہ کے ساتھ باہر نکل آیا۔

"آپ نے لالہ سے بات کرنے کے بارے میں کیا سوچا ہے؟" عبداللہ اور وہ اب گاڑی کے قریب آ کر رکے تھے۔

"سوچنا کیا ہے۔۔اس کا دماغ ٹھکانے پر نہیں ہے واپس آ جائے تو درست کر دوں گا۔" ہاتھ میں پکڑے رحیم کے دیے گئے فارم کو اسنے گولائی میں لپیٹ لیا۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہی لالہ نے آپ سے نمبر کے بارے میں جھوٹ کیوں بولا تھا۔؟" اس دن جب عبداللہ نے رئیس کے گھر پتا کر کے گیراج آ کر رحیم سے نمبر کا پوچھا تھا۔اسکے

بارے میں اسنے کل رات ہی فون پر زنیرہ کی بتائی ہوئی بات پر مہر لگادی تھی کہ رئیس نے کوئی نمبر جینج نہیں کیا۔ عبداللہ کو ماجرا سمجھ نہیں آیا تھا۔ وہ رات دیر تک اپنی اور رئیس کی اب تک کی ملاقات کو کھنگالتا رہا تھا۔ کہ کیا پتا کوئی ایسی بات سامنے آجائے جس سے عبداللہ کو رئیس کے اس طرح کے رویہ کا اندازہ ہو جائے۔ لیکن ایسا کچھ بھی اسے یاد نہیں آیا تھا۔ اسے لگا شاید کوئی بات ہو گئی ہو۔ یا عبداللہ سے ہی کبھی بے دھیانی میں کچھ ہو گیا ہو۔ یا پھر رئیس کسی غلط فہمی کا شکار ہو گیا ہو۔ یا شاید کسی مسئلہ کا شکار ہو۔ ایسی بہت سی سوچیں عبداللہ کے ذہن میں آجا رہی تھیں جس کا کوئی سر پیر اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ اس نے رحیم کی بات کا کوئی جواب نا دیا۔

☆☆☆☆☆☆

امریکہ آئے یونی ورسٹی آوف کیلیفورنیا، برکلے کے فریشرز کی ویلکم پارٹی پر وہ بھی گیا تھا۔ اپنے دوست احمد کے اسرار پر اس نے تھک ہار کر جانے کا فیصلہ کیا۔ وہ اپنے ڈورم میں رہ کر بھی اکتا ہی جاتا۔ اسے امریکہ آئے ہوئے چار ہفتے گزر گئے تھے۔ اور ان چار ہفتوں میں اسے کسی قسم کی کوئی تفریح نصیب نا ہوئی تھی۔ اسی لیے یہ سوچ کر ہی ہامی بھر لی کے کچھ

انجوئے منٹ ہو جائے گی اور دیسٹریکٹ بھی رہے گا۔ پارٹی یونیورسٹی کے ہی مین حال میں رات دس بجے کے قریب شروع ہونے جا رہی تھی۔ اس نے ڈارک کلر کی چینوز پینٹ کے اوپر سفید ہائے نیک اور کالی جیکٹ پہن رکھی تھی۔ وہ دراز قد اور کثرتی جسامت والا ایک خوبرو نوجوان تھا۔ گوری رنگت پر جچتی بھوری آنکھیں اسکے سنجیدہ چہرے کو مزید دلکش بناتی تھیں۔ لیکن ان آنکھوں میں جان نہیں تھی۔ وہ ہر احساس سے عاری لگتی تھیں۔

ماتھے پر بکھرے اپنے سیاح نرم بالوں پر اسنے ہاتھ پھیرتے ہوئے شیشے میں ایک نظر اپنی تیاری پر ڈالی۔ یکلخت گاڑی کے ہارن پر اسنے مڑتے ہوئے کمرے سے منسلک بالکنی سے جھانکا۔ احمد اپنی پیلی کلر کی فراری میں سوار اسے پک کرنے آن پہنچا تھا۔ احمد سے اس کی ملاقات اسلا آباد میں پڑھائی کے دوران ہوئی تھی۔ وہ اس کا بیچ میٹ تھا۔ اسلام آباد کے ایلیٹ کلاس سے تعلق رکھنے والا۔ ایاش اور ہر چیز میں حلال حرام کا فرق نا کرنے والا بگڑا ہوا لڑکا تھا۔ اسنے بالکنی سے ہٹ کر تیزی سے کمرے کی چابی اٹھائے نکلنے کی کی تھی۔

پارٹی میں پہنچے تو احمد اسے لیے سیدھا اپنے دوستوں تک آیا تھا۔ وہ اس یونی ورسٹی میں رئیس سے ایک سال سینیر تھا۔ چونکہ وہ اپنے کچھ ڈاکومنٹس کی بنا پر احمد کے ساتھ جوائن نہیں کر پایا

تھا اسی لیے ایک سال کا فرق آ گیا۔احمد کے امریکہ میں رشتہ دار رہتے تھے وہ انہیں کی بدولت گریجوائیٹ ہونے کے فوراً بعد ماسٹرز کے لیے باآسانی داخلہ لے چکا تھا۔وہ اور احمد بزنز پڑھ رہے تھے۔

"آجاؤ تمھے اپنے دوستوں سے ملواتا ہوں۔"احمد اسے لیے ہال سے نکل کر باہر پول والی جگہ تک نکل آیا۔اندر ہال کے مقابلے یہاں زیادہ گہما گہمی تھی۔مختلف گروہ بنائے لڑکے لڑکیاں آپس میں مصروف نظر آ رہے تھے۔ہاتھوں میں کچھ کے سوفٹ ڈرنکس تھیں تو کچھ نے ویسکی کے گلاس پکڑ رکھے تھے۔ہال میں اس نے سوفٹ ڈرنکس اور مشروب کا بار دیکھ تو لیا تھا جو نئی بات نہیں تھی۔لیکن یہ سر عام بے ہودگی اور شراب نوشی سے اس کو بے چینی ہونے لگی تھی۔

"raees!! Meet my friends, endy, jessica, Stephen, maya and leena"

رئیس ملو میرے دوستوں سے،اینڈی،جیسیکا، سٹیفن،مایا اور لینا((

Clubb of Quality Content

چار سے پانچ کے اس گروہ میں دو لڑکے اور تین لڑکیاں کھڑیں تھیں۔احمد نے ایک ایک کر کے سب کا تعارف کروایا تھا۔رئیس نے البتہ لڑکوں سے ہاتھ ملایا اور لڑکیوں کو بس نظروں سے ہی ہائے ہیلو کر دیا تھا۔اسے کبھی لڑکیوں میں اٹھنے بیٹھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔مگر یہ اتفاق احمد سے دوستی کرنے پر ہمیشہ ہونے لگا تھا۔وہ احمد کی اس نیچر سے واقف تھا۔اور یہ بات کوئی نئ بھی نہیں تھی۔احمد کے لیے یہ سب حلال تھا۔گرل فرینڈز بنانا اور اکثر اوقات لڑکیوں کے سرکل میں رہنا۔رئیس اس کے ساتھ چار سال اسلا آباد میں پڑھائی کے دوران آہستہ آہستہ ان سب کا عادی ہو گیا تھا۔یا شاید زبردستی اس اَن فٹ ماحول میں فٹ ہونے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

"you can call me jessy,"

)تم مجھے 'جیسی' کہہ کر بلا سکتے ہو (

وہ گوری زرد رنگت۔لال بال اور نیلی آنکھیں رکھنے والی ایک روسی اسٹوڈنٹ تھی۔وہ رئیس کو بے حد لجاہنے والے انداز میں مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔رئیس نے اس پر زرا کی زرا نگاہ ڈال کر پھیر لی۔اسکا نظر انداز کرنا جیسیکا کے چہرے پر عجب مسکان لے آیا تھا۔مانو وہ

متاثر ہوئی تھی نا کہ ہرٹ۔اسکی بار بار اٹھتی بے باک نظریں رئیس کو کوفت میں مبتلا کرنے لگی۔وہ اچھے سے اندازہ لگا سکتا تھا کہ اس لڑکی کا ذہن کیسے خیال بُن رہا ہے۔اسنے ایک نظر احمد کو دیکھا تو وہ بھی معنی خیزی سے مسکرا رہا تھا۔یک دم اسکا دل یہاں سے چلے جانے کو کیا۔ مگر اس گروہ میں موجود ایکاد کا لڑکوں کے مخاطب کرنے پر وہ کچھ دیر ان کے ساتھ محو گفتگو رہا۔اِدھر اُدھر کی باتوں کے دوران رہ رہ کر جیسیکا کی اس پر اٹھتی بے باک نظروں سے وہ بے چین بھی ہوتا رہا۔وہ عجب کیفیت میں گھرنے لگا تھا۔اس سے پہلے خود کو اس محفل سے الگ کرتا کہ احمد خود ایکسکیوز کرتا ہوا رئیس کو لئے واپس مین ہال میں چلا آیا تھا۔پول والی جگہ کی بنسبت یہاں میوزک تھوڑا لاوڈ تھا۔سامنے فلور پر کچھ لڑکے لڑکیاں اب ڈانس بھی کرتے دیکھائی دے رہے تھے۔یہ دونوں بار کے پاس آکر رک گئے۔بار ٹینڈر سے رئیس نے اپنے لیے سوفٹ ڈرنک منگوائی تھی۔جبکے احمد عادتً شراب کی طرف مائل ہوا تھا۔وہ جانتا تھا جس کو وہ اپنا دوست سمجھ رہا ہے وہ اس کے لئے امتحان سے کم نہیں۔وہ غلط راہ پر چلنے والا بے ایمان، نام کا مسلمان تھا۔جسے نا اپنی دنیا کی فکر تھی اور نا ہی آخرت کا ڈر تھا۔لیکن وہ یہ سب پھر کیوں کر رہا ہے۔؟اسے نہیں پتہ نا ہی اسے جاننا تھا۔وہ احمد کو ذریعہ بنا کر ہر اس شئے

سے دور بھاگ رہا تھا جو اسکا ذہن مفلوج کر دیتی تھی۔ یہ جانتے بوجھتے بھی کہ وہ اس کے لیے ٹھیک نہیں ہے۔ رئیس نے اسی کا وجود خود کے لیے ایسکیپ پوائینٹ بنالیا تھا۔

"آج تو یہ ناپیو۔۔ کبھی اس کا بھی مزہ لے لیا کرو یار۔۔" احمد نے ویسکی کا گھونٹ بھرتے ہوئے رئیس کے ہاتھ میں پکڑے گلاس کی طرف اشارہ کیا تھا۔ ساتھ اپنا گلاس اٹھا کر مدہوش سے انداز میں کہا۔

"تم ہی پیو۔۔ مجھے اس گندگی میں خود کو ضائع نہیں کرنا۔۔" ہاتھ میں پکڑے گلاس کو اس نے پھر سے لبوں سے لگایا۔

"کمال کرتے ہو تم بھی۔۔ اس طرح تو تمھے یہاں ہونا ہی نہیں چاہیے تھا۔۔ گھر بیٹھنا تھا۔۔۔ اللہ اللہ کرنا تھا۔۔۔ گندگی تو یہاں کی ہوا تک میں ہے بھئی۔۔ کہاں کہاں سے بچو گے۔؟" وہ اس کا مزاک بنا رہا تھا۔ تمسخر ہنسی پر اسکا لہجہ نشے سے دھت معلوم ہوتا تھا۔ وہ احمد کو کچھ دیر دیکھتا رہا۔ سچ ہی تو کہہ رہا تھا۔ وہ ان سب حرام کاموں سے اگر خود کا بچائے ہوئے ہے تو کون سا یہ حرام اس کے یوں یہاں خود کو ان سب میں فٹ کرنے سے حلال ہو جانا تھا۔ یا اس کے لئے بہتر بننا تھا۔ یہاں اس کے لیے کچھ بہتر نہیں تھا۔ بہتر تو یہاں سامنے بیٹھا شخص بھی نہیں

تھا۔یہ سب بد سے بدترین کی علامات تھیں۔پھر وہ ان کے بیچ کیوں تھا۔۔۔؟اچانک فون کی بجنے والی گھنٹی پر اس کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹتا گیا۔اسنے جیکٹ کی پاکٹ سے فون دریافت کرتے ہی اسکرین نظروں کے سامنے کی تھی۔اسکرین پر جگمگاتے نام کو دیکھتے ہی اسنے لب بھینچے تھے۔پھر فون سائلنٹ کرنے کے بعد واپس جیب میں ڈال چکا تھا۔تھوڑی دیر بعد فون پھر بجا۔جیکٹ میں مسلسل تین سے چار بار ہونے والی وائبریشن کو محسوس کرتے ہوئے بھی اس نے نظرانداز کر دیا تھا۔سرسری نگاہ احمد پر ڈالی تو وہ اب اسٹول کا رخ ڈانس فلور کی جانب کر چکا تھا۔ایک آخری بار اس نے جوس کا گھونٹ بھرا اور خالی گلاس وہیں دھر کر کھڑا ہو گیا۔

"لگتا ہے لڑکی لٹو ہو گئی ہے۔"نشیلی آواز پر رئیس چونک کر متوجہ ہوا تھا۔اس نے گردن موڑ کر احمد کو دیکھا۔وہ اسے آنکھ مارتے ہوئے اپنی سیدھ میں سر خم کرتے ہوئے اشارہ کر رہا تھا۔رئیس نے نا سمجھی سے رخ زرا سا موڑا تو جیسیکا شوخ مسکان لبوں پر سجاتی ان کے قریب آ رہی تھی۔رئیس نے فوراً منہ پھیر لیا۔عجیب مصیبت تھی۔وہ واپس اسٹول پر بیٹھ گیا۔خالی گلاس ری فل کروا کر وہ جیسیکا کے جانے کا انتظار کرنے لگا۔

"کیا بات ہے۔؟اب تک تم ڈانس فلور پر نہیں اتری۔؟"احمد نے ویسکی کا گھونٹ بھرتے ہوئے مدہوش انداز میں جملہ مکمل کیا تھا۔

"ضرور۔۔اگر سامنے والا راضی ہو جائے تو۔۔"وہ بڑی ادا سے کہتی،رئیس کو سوفٹ ڈرینک پیتے ہوئے اوپر سے نیچے تک اسکین کر رہی تھی۔وہ جس طریقے سے بیٹھا ہوا تھا۔جیسیکا کے نگاہوں میں اس کا آدھا چہرہ ہی واضع تھا۔

"رہنے دو یہاں دال نہیں گلنی۔۔۔ہی از اے لمیڈیڈ ایڈیشن۔"وہ معنی خیزی سے مسکرا کر کھڑا ہوتا ہوا اس کے قریب آیا۔

"پر میں بلکل انلیمیڈیڈ ہوں۔"اسنے جیسیکا کا ہاتھ تھام کر نشے سے چور لہجے میں کہا تھا۔رئیس چاہے جتنے مضبوط اعصاب کا ہو۔پر جیسیکا کو دیکھ کر ہر کسی کی نیت خراب ہو ہی جاتی تھی اور پھر احمد کے سر پر تو پہلے ہی نشا سوار تھا۔ایسے میں ہوش ربا حسینا نظر آجائے تو اسکی رال خود بخود ٹپکنے لگتی تھی۔رئیس نے کوفت سے دانت بھینچ لیے۔اسے یہاں آکر پچھتاوا ہو رہا تھا۔وہ خود پر اب تک جیسیکا کی نظریں محسوس کر سکتا تھا۔اس نے گلاس کو مضبوطی سے تھام کر ایک ہی گھونٹ میں جوس ختم کیا۔اسی دوران احمد جیسیکا کو تھام کر

ڈانس فلور تک لے جا چکا تھا۔رئیس نے اسٹول دھکیل کر کھڑے ہوتے ہوئے ایک نظر ان دونوں پر ڈالی۔اسے احمد اور جیسیکا کے وجود سے یک دم گھن سی آنے لگی تھی۔جبڑے بھینچتے ہوئے پھر وہ ہال کے ایک کونے میں سجے مختلف لوازمات کی جانب قدم بڑھا چکا تھا۔

شام میں اسنے کچھ نا کھایا تھا۔شدید بھوک سے اب اس کے سر میں درد اور پیٹ میں مروڑ اٹھ رہی تھی۔اسنے کچھ سینڈوچز اور رولز کے ساتھ میٹھے میں سٹرو بیری پائے نکلانے کا سوچا۔لیکن نا جانے کیوں وہ خود کو یہ تمام لوازمات کھانے پر آمادہ نا کر سکا۔اس نے ایک ستایشی نگاہ کھانے پر ڈالی اور بنا سوچے 'ہال سے 'اور پھر پارٹی وینیو نے ہی باہر نکل آیا۔

نیون لائیٹ سے جگ مگ کرتا وینیو گیٹ کے باہر کا منظر الگ ہی کہانی بیان کر رہا تھا۔اس کی نظر سامنے کھڑے لڑکے لڑکیوں کے گروپ پر جا ٹکی تھی۔وہ سب ایک کونے میں کھڑے ڈرگز ان ہیل کر رہے تھے۔نا جانے کب یونی ورسٹی اور کالجز کی پارٹیوں میں ان سب الیگل اشیاؤں کا استعمال عام ہو چکا تھا۔اسے تو کبھی یہ تجربہ بھولے سے بھی نہیں ہوا تھا۔یک دم اس کا دل خراب ہونے لگا۔گلے میں پھانس سی پڑتی محسوس ہوئی۔اسنے سانس بھرتے ہوئے نگاہیں ہٹائیں تو دوسرے کونے میں کھڑے لڑکے لڑکیوں کے گروہ کا منظر دیکھ کر اس کی

آنکھیں باہر آنے کو ہوئیں۔ دل و دماغ بے چینی سے پاگل ہونے لگا۔ اس نے بروقت آنکھیں میچتے ہوئے ہمت جمع کی اور اپنے قدموں کو زبردستی بڑھائے آس پاس کے ان تمام واحیات مناظر پر اپنے تمام تر اوعضا مفلوج بناتا ہوا نکلتا چلا گیا تھا۔

کیب کروا کر وہ پارٹی کے ختم ہونے سے پہلے ہی اپنے ہاسٹل چلا آیا تھا۔ البتہ سیدھا ہاسٹل جانے کے بجائے اس نے اپنی کیب کچھ دوری پر بنے پارک کے پاس رکوادی تھی۔ رات کے تقریباً ۱۱ بج رہے تھے۔ وہ تازی ہوا میں چند لمحے گزارنے کا خواہش مند تھا۔ آہستہ قدم لیتا ہوا وہ پارک کے ایک بینچ پر جا بیٹھا۔ کئی دیر وہ ایسے ہی سامنے اندھیرے میں ڈوبے پارک کو تکتا رہا تھا۔ دور تک پھیلے ویرانے میں کسی زی روح کا گمان نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اِکا دُکا گاڑیاں سامنے روڈ پر سے گزرتی نظر آ رہی تھیں۔ وہ خواب خیالی میں گاڑیوں کو گزرتا دیکھ کر دھیرے سے پلک جھپکتا تھا۔ آہستہ آہستہ اسے اپنے ناکردہ گناہوں کا احساس ہونے لگا۔ وہ ایک پارٹی میں رہا ہے فرار تلاشنے نکلا تھا نا کہ رب کے آگے جھکنے کے۔ خود کو ہر سوچ سے بری الذمہ کرنے چلا تھا۔ کیسا بے ضمیر تھا۔ کیسا ایمان رکھتا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جیکٹ کی جیب میں دھرے فون کی تھرتھراہٹ نے اسکا دھیان بھٹکایا۔یکلخت اسنے آنکھیں میچ کر جبڑے بھینچ لیے پھر اپنی جیکٹ سے موبائل نکال لیا۔موبائل کی اسکرین پھر سے روشن ہوئی تھی۔آنے والے میسج کا نوٹیفیکشن دیکھ کر اسنے فون پر گرفت سخت کرتے ہوئے نرم کرلی۔خود بخود پھر اسکی انگلیاں موبائل کو اَن لاک کر چکیں تھی۔اس نے میسجز والی ایپ کے پہلی فہرست میں جگمگاتے نام پر کلک کیا۔بے شمار میسجز اس نمبر سے آئے ہوئے تھے۔جن کے جواب میں اس کے ریپلائی والا خانہ خالی تھا۔اسنے انگوٹھے سے ان تمام میسجز کو اسکرول کرنا شروع کیا۔کچھ بہت طویل تھے تو کچھ بہت مختصر۔وہ یونہی میسجز کو اوپر ہی اوپر کیے جارہا تھا۔مگر واپس آخری بار موصول ہوئے میسج پر آکر تھم گیا۔چند ساعتیں وہ ان روشن لفظوں کو یک ٹک دیکھتا گیا تھا۔بہت سے مناظر اس کی نگاہوں سے ہو کر گزرے تو اسنے موبائل بند کر دیا۔جابجا اس کا چہرہ لال ہوتا گیا۔غصہ۔جھنجھلاہٹ اور کچھ تلخ حقیقت کے چبتے ہوئے کانٹے۔اس کی سرخ ہوتی آنکھوں کے ذریعہ ایاں ہوتے گئے۔اس نے اپنا سر اوپر کئے ایک گہری سانس اندر کو کھینچی۔پھر آہستہ سے باہر کو خارج کرنے لگا۔اس کا سر دوبارہ درد کرنے لگا تھا۔تکلیف مٹانے کے غرض سے اس نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر کر لمبی لمبی سانس لیں۔موبائل جیکٹ میں ڈال کر وہ پھر اٹھ کھڑا ہوا۔سر میں اٹھتے درد سے

اس کی برداشت ختم ہو رہی تھی۔ ہر بار یہی ہوتا تھا۔ کوئی نا کوئی بات یا خیال ٹریگر کر جاتا تو اسکا سر پھٹنے کے قریب آ جاتا تھا۔ پہلے پہل تو بس آوازوں سے اس کے سر میں ٹھیس اٹھتی تھی ۔ مگر اب نا جانے یہ سب کس مرض کا حصہ بنتا جا رہا تھا۔

ڈورم میں آتے ہی اسنے اپنے بیڈ روم کی سائیڈ میز سے میڈیسن کی ڈبی نکالی۔ آنکھوں کے آگے دھندلاہٹ سی چھانے لگی تھی۔ خالی پیٹ اس نے بنا سوچے دوائی کی دو گولی فوراً پانی کے زریعہ ہلک میں اتاری۔ رفتہ رفتہ درد کم ہوا تو وہ بیڈ پر کمر کے بل ڈھے گیا۔ اسے مائگرین تھا۔ ایک عرصہ ہونے کو تھا اور وہ اس معمولی سی بیماری سے جان نہیں چھڑا پایا تھا۔ لیکن یہی تکلیف اسکی ذہنی ازیت کی وجہ نہیں تھی۔ بلکہ بہت کچھ اور تھا جو اس چھوٹی سی بیماری کو سوا کر دیتا تھا۔ شروع میں اسے محض سر درد ہی ہوا کرتا تھا لیکن اب جیسے جیسے اس کی تکلیف بڑھ رہی تھی تو وہ بعض اوقات لگاتار الٹیاں کرتا رہتا۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا آنے لگتا۔ آہستہ آہستہ یہ بیماری اسے ختم کر رہی تھی۔

اس نے اپنے دونوں بازو بیڈ پر پھیلا رکھے تھے اور پیر اسکے پیڈ کے نیچے جھول رہے تھے۔ اسکی آنکھیں بند تھیں۔ وہ خود کو پر سکون کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کمرے میں

چھائی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے دفعتاً اسکی سماعت سے اپنے نام کی پکار ٹکرائی۔اس نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں تو کمرے کی ایک سائیڈ پر اسے 'وہ' کھڑا نظر آیا۔اسے تکتا ہوا۔ مسکراتا ہوا۔اسے کچھ پل سانس نا آئی۔وہ ہل نا سکا۔مانو اسے کسی نے اندر تک جکڑ لیا ہو۔

"کیا دیکھ رہا ہے؟۔۔تجھے کیا لگا۔۔مجھے نہیں پتا چلے گا؟۔۔بہت ہی بے وفا نکلا تُو تو بھئی۔"رئیس سیدھا ہو بیٹھا۔پھیلی ہوئی آنکھوں میں حیرت بھری ہوئی تھی۔وہ گھبراتا چلا گیا۔اسے اپنے جسم میں سنسنی سی دوڑتی محسوس ہوئی تھی۔سامنے کھڑا لڑکا اس سے ناراض لگتا تھا۔

"ک۔کیا کر رہا ہے یہاں؟۔۔اندر کیسے آیا؟؟"رئیس کھڑا ہوا تو وہ بھی ایک قدم آگے چلا آیا۔

"بولتا کیوں نہیں؟۔۔آگے مت آ۔"گھبراہٹ میں اضافہ ہوا۔چہرے پر اب پسینے کی بوندیں نمودار ہونے لگیں تھی۔وہ مزید قریب آتے ہوئے مسکراتا جا رہا تھا۔اس کے گھنے ویوی بال ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے۔گہری ہیزل آنکھوں میں نرمی ضرور تھی مگر ان میں شکوہ بھی جھلکتا دیکھائی دے رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"بول رہا ہوں رک جا۔۔ووو۔۔وہی رک جا۔۔ورنہ۔۔یہ مار۔۔۔"اس کے الفاظ ٹوٹتے گئے۔سانس بھی اٹکتی گئی۔جب وہ نہیں رکا تو رئیس نے پاس پڑا شیشے کا خالی جگ اٹھا کر اسے ڈرانا چاہا۔اب کی بار وہ اس کے قریب تیزی سے بڑھا تھا۔رئیس کچھ سمجھتا کہ وہ منظر سے آناً فاناً غائب ہو گیا۔اس نے بے چینی سے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی تھی۔ہاتھ میں پکڑا جگ یونہی تھامے وہ پھرتی سے کمرے کی بالکنی تک آ کر نیچے ہاسٹل کے مین گیٹ تک نظرے گھمانے لگا۔بے یقنی کا عالم تھا کہ وہ گھبراہٹ کے مارے پاگل سا ہونے لگا۔سامنے گیٹ پر گارڈ کے علاوہ کوئی بھی نہیں تھا۔وہ فوراً کمرے سے نکلا اور سیدھا نیچے لابی پار کرتا ہوا ریسیپشن تک چلا آیا۔ہاسٹل کا وارڈن چیئر پر بیٹھے میل ریسپشنسٹ سے محو گفتگو دیکھائی دیتا تھا۔

"ایکسکیوزمی۔۔مجھ سے کوئی ملنے آیا تھا؟۔"اسنے آتے انہیں انگریزی میں مخاطب کیا۔

"آپ مجھ سے پوچھے بغیر کیسے کسی کو بھی میرے روم میں بھیج سکتے ہیں؟"ہاسٹل کے رولز کے مطابق اسٹوڈنٹس کی اجازت کے بغیر کسی کو بھی ملنے نہیں دیا جاتا تھا۔رئیس اسی بات پر بھڑک رہا تھا۔

"ایسا نہیں ہے۔۔۔آپ سے ملنے کوئی نہیں آیا۔۔میں کافی دیر سے یہیں موجود ہوں۔۔آپ خوام خواہ بھڑک رہے ہیں؟"وارڈن نے اس کے مقابل قدرے نرمی سے بات کی تھی۔ریسپشن پر بیٹھا لڑکا بھی اب مکمل متوجہ ہو چکا تھا۔

"میرے کمرے میں کوئی آیا تھا۔۔میں نے خود دیکھا ہے۔۔وہ مجھ سے بات تک کر رہا تھا اور آپ کہہ رہے کہ کوئی نہیں آیا۔؟"اس کے سلیقے سے سیٹ ہوئے بال اب بکھر کر ماتھے پر آ ٹھرے تھے۔وہ خفت کے مارے سرخ ہو رہا تھا۔

"مسٹر رئیس آپ کے علاوہ ابھی پورے ہاسٹل میں کوئی نہیں ہے۔۔اب کے بعد یہاں نا کوئی اندر آیا اور نا باہر گیا۔"وارڈن کو اسکی دماغی حالت کے جگہ پر نا ہونے کا خدشہ لاحق ہوا تھا۔وہ جس انداز میں چلا رہا تھا۔ایسے میں کسی کو بھی شک ضرور ہوتا۔

"ٹھیک ہے پھر مجھے کیمرا ز کی ریکارڈنگ دیکھائیں۔ "

"دیکھیں آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔۔اور ہم ایسے ہی یوں آپ کو ریکارڈنگ نہیں دکھا سکتے۔"سیکورٹی ریزن کو مدے نظر رکھتے ہوئے وارڈن اس کی بات کو ٹالنے کی کر رہا تھا۔مگر رئیس مزید بھڑک گیا۔

"میری سیفٹی کو یقینی بنانے کے بجائے آپ مجھے میرے رائٹس سے روک رہے ہیں۔۔میں آپ کی کمپلین کرواؤں گا۔"اس کا دماغ گھومنے لگا۔وہ وارڈن کا کالر پکڑنے کو تھا کہ ریسپشن پر کھڑا لڑکا فوراً بیچ میں آیا۔

"آپ پلیز پر سکوں ہو جائیں۔۔ایسے یوں غصہ ہونے سے ہم آپ کی کوئی مدد نہیں کر پائیں گے۔۔"وہ لڑکا اس کے غصہ سے ہوتے لال چہرے کو دیکھ کر بات سنبھالنے کی سعی کرنے لگا۔

"کہا نا مجھے ابھی اور اسی وقت ریکارڈنگ دیکھنی ہے۔"اس نے اس لڑکے کے ہاتھ اپنے سینے پر سے جھٹک دیے۔اس کے بار بار اس مطالبے پر وارڈن اور اس ریسیپشنسٹ نے جان چھڑانے کے سے انداز میں ایک دوسرے کو دیکھا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔آئیں۔۔۔اس طرف۔"مزید اس سر پھرے کے ساتھ الجھنا فضول تھا۔اگر ایسے ہی وارڈن نے اسے ٹالا تو مبادہ وہ گریبان کی جگہ اب گلہ ہی پکڑ لیتا۔

سیکیورٹی روم میں آتے ہی اسنے ہر کوریڈور۔ہر پارکینگ ایریا اور لابی کے ہر کونے کی ریکارڈنگ کی چھان بین کروائی تھی۔اس کی بے یقینی کا عالم مزید گہرا ہو گیا تھا۔اسے وہاں

'وہ' کہیں نہیں دِکھا جسے اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا تھا۔وہ کسی سایہ کی مانند تو نہیں لگا تھا پھر یہ اس کے ساتھ ہوا کیا تھا۔؟

شرمندگی کی ایک لہر اس کے بدن میں گھلنے لگی تو وہ بغیر کچھ کہے سنے اپنے کمرے میں آ گیا۔وہ یقین اور بے یقینی کے پلڑے میں جھولنے لگا تھا۔اسے سمجھ نا آتی تھی کہ آیا جو اس نے دیکھا وہ سچ تھا یا محض اس کے دماغ کا فتور۔بیڈ پر بیٹھے وہ کافی دیر اسی جگہ کو تکتا رہا تھا۔ماتھے پر ڈھیروں بل لئے۔ایسے ہی اسنے اپنا سر تھام کر جھکا دیا۔وہ کہیں گم ہو جانا چاہتا تھا۔اس مشکل سے نجات چاہتا تھا۔پارٹی میں جانے کا ملال الگ اور اب یہ اچانک ہونے والے واقعہ کی پریشانی اسے تنگ کرنے لگی تھی۔بیٹھے بیٹھے یونہی اسکے دماغ میں دھپ سے خیال آیا تھا۔وہ عشاہ کی نماز پڑھنا بھول گیا تھا۔ایک عشاہ کی نماز ہی تو وہ پابندی سے پڑھتا تھا۔رہی بات باقی نمازوں کی تو وہ اس نے یاد ہوتے ہوئے بھی کبھی کبھی پڑھیں تھی۔یہ سب اس کے بس میں نہیں تھا۔وہ کوشش کی باوجود نہیں پڑھ پاتا تھا۔ہوتا ہے نا، آپ کا دل پشیمان ضرور ہوتا ہے لیکن قدم زنجیر ہو جاتے ہیں۔مانو خدا ہی نہیں چاہتا کہ دن میں پانچ بار اسکا یہ بندہ اس کے آگے سر جھکائے جو محض اپنی ضرورتوں کے مطابق اسے یاد کرتا ہے۔یہ بات الگ کہ اللہ اپنے بندوں پر اتنا مہربان ہے کہ وہ اپنے بندوں کی ذاتی خواہشات اور ضروریات بڑے آرام

سے پورا کر دیتا ہے۔اسے اس بات کی بے حد خوشی ہوتی ہے کہ اس کا بندہ اپنی نفس کی خاطر ہی سہی لیکن اس کے سامنے گڑگڑایا تو۔ناکہ دنیا کہ سامنے ہاتھ پھیلا کر گمراہ ہو گیا۔وقت کے ساتھ ہی وہ پھر اس بندے کو اپنے قریب کر لیتا ہے۔کچھ اس کی اپنی خواہشات پوری کر کے تو کچھ چاہتوں کو اپنی مرضی میں بدل کے۔وہ بس دے دیتا ہے۔ہر دعا کا بدلہ کسی نا کسی صورت اطمینان اور سکون میں بدل کر۔مہیا کر دیتا ہے۔بشرط اس کا بندہ اسے نا بھولے۔جہاں جائے۔جو کرے۔اسے یاد رکھے۔اس کا خوف وڈر زندہ رہے۔

وضو کرتے ہوئے اس کی آنکھیں نم ہو گئیں تھی۔وہ کیا ڈھونڈ رہا تھا۔کیا پانا چاہتا تھا۔اسے اب سمجھ آئی تھی۔جس چیز سے اسے نجات چاہیے تھی۔اسکا حل ایک اللہ کی ذات میں تھا۔وہ اسی سے رحم کی اپیل کر سکتا تھا۔اسی سے صبر مانگ سکتا تھا۔اس کے بغیر وہ اس دنیا میں چیونٹی جتنی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

آج سویرہ یونیورسٹی نہیں آئی تھی۔ جس کے چلتے زنیرہ کو اکیلے رکشہ کروانا اپنی زندگی کا مشکل ترین کام لگا۔ رکشے میں جانے کو جب دل نا مانا تو اس نے یونی سے نکل کر مین روڈ پر بنے بس اسٹینڈ کا رخ کر لیا۔ اپنے وقت پر آنے جانے والی بسوں میں سے ایک میں وہ سوار ہو گئی تھی۔ یہ تجربہ بھی پہلی بار ہو رہا تھا۔ معمول سے زیادہ بھیڑ دیکھ کر اسے پریشانی ہونے لگی۔ بس میں چڑھتے ہی اسنے مشکل سے جگہ بناتے ہوئے بیٹھنے کے لیے سیٹ ڈھونڈنا چاہی پر ناکام رہی۔ مرد اور عورتوں سے سیٹس بھی کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں۔ اس نے اوپر لٹکتے ہینڈل کو پکڑ کر کھڑے ہونے میں ہی آفیت جانی ورنہ جس قدر رش تھا۔ اس میں ہلکہ سا دھکا لگنے سے بھی اسنے لڑکھڑا کر کسی اور پر گر جانا تھا۔ وہ جہاں جگہ بنا کر کھڑی تھی وہاں اسکے آگے ایک عورت اور پیچھے نوجوان لڑکی اور پھر ایک دبلا پتلا سا مرد کھڑا تھا۔ وہ ان کے بیچ سینڈوچ بنے ہینڈل کو مضبوطی سے تھام کر کھڑی تھی۔ اسے اگر اندازہ ہوتا تو وہ رحیم کو بلا لیتی۔ مگر اس کی اپنی یونی کلاسس دیر سے ختم ہوتیں تھی۔ وہ چاہ کر بھی اسے نہیں بلا سکتی تھی۔

سواریوں کو بیٹھا کر بس چلی ہی تھی کہ جھٹکا کھا کر پھر رک گئی۔ وہ دیکھ تو نہیں سکی پر پچھلے دروازے سے کچھ مردوں کے ساتھ عبداللہ بھی بس میں سوار ہوا تھا۔ آج راشد اس کی

بائک لئے یونی گیا تھا۔وہ راستے میں عبداللہ کو انٹرویو کے لئے چھوڑ کر گیا تھا۔جمعرات کا دن تھا۔عبداللہ نے جو فارم رحیم سے لے کر فل کر کے سبمٹ کروایا تھا وہ اسی کے انٹرویو کے لیے پاس میں ہی کسی کمپنی میں آیا تھا۔گھر کی طرف جاتی پہلی بس پر اسنے فوراً لپکتے ہوئے اپنی جگہ بنائی تھی۔راستہ بناتا ہوا وہ زنیرہ کے پیچھے موجود لڑکی اور مرد کے قریب ہی کھڑا ہو گیا۔ اسنے نیوی بلیو فارمل پینٹ کے اوپر اوف وائٹ کالر شرٹ پہن رکھی تھی۔پیروں میں کالے چمکتے ہوئے بوٹس بھی نمایاں تھے۔اس نے شرٹ کے بازو تھوڑے سے فولڈ کیے ہوئے تھے۔جبکہ بال معمول سے ہٹ کر سلیقے سے کنگھی کر رکھے تھے۔چونکہ بال اسکے تھوڑے ویوی قسم کے تھے تو ہمیشہ ماتھے پر ہی بکھرے رہتے تھے۔

لہذا یونہی بس ایک ایک کر کے لوگوں کو اتار بھی رہی تھی اور ساتھ ساتھ مزید عوام کو سوار بھی کروا رہی تھی۔زنیرہ کے پیچھے والی لڑکی تھوڑا کسمسائی تو زنیرہ نے گردن ترچھی کرتے ہوئے اسے دیکھا۔اسی لمحے اس کی نگاہ پھر عبداللہ سے جا ٹکرائی۔وہ اپنے دھیان میں کھڑا بس کی کھڑکی سے باہر جھانک رہا تھا۔زنیرہ نے گردن سیدھی کر لی عبداللہ کو یوں اچانک دیکھ کر اسے عجیب گدگدی سی محسوس ہوئی تھی۔اسے ان دنوں اسکا خیال بھولے سے بھی نہیں آیا تھا۔اب اچانک اسکا یہاں موجود ہونا اس پر عجب کیفیت طاری کر چکا تھا۔

کچھ دیر ہی ہوئی تھی کہ بس دوبارہ جھٹکا کھا کر رکی۔زنیرہ کے سوچ میں خلل پڑا۔اللہ واسطے ان بس والوں کو بس چلانے کی زرا تمیز نا تھی۔بھیڑ اتنی تھی کہ بس کے رکتے ہی زنیرہ کو پیچھے سے دھکا لگا۔اسنے دوبارہ مڑ کر دیکھا تو عبداللہ نے بھی عین اسی وقت اس کی طرف نگاہ گھمائی تھی۔دونوں کی نظریں ایک ساتھ ملیں۔وہ زنیرہ کو دیکھتے ہی پہچان چکا تھا۔اس کا حلیہ ہی سب سے الگ اور منفرد تھا کہ وہ بہت آسانی سے اسے پہچان سکتا تھا۔زنیرہ کے پیچھے والی لڑکی اب بس سے اتر گئی تھی۔اس کے اور عبداللہ کے بیچ اب ایک مرد کھڑا تھا۔عبداللہ اسی مرد کی طرف متوجہ تھا جسے وہ کچھ گھورتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔وہ بس کے رکنے پر لڑکھڑا کر زنیرہ پر گرنے کی بے غیرتی سرانجام دے رہا تھا۔جسے عبداللہ اچھے سے نوٹ کر چکا تھا۔

"سیدھا کھڑا رہ نا بھئی۔۔نشے میں ہے کیا؟"عبداللہ کرخت کر بولا۔

"یار پیچھے سے دھکے آرہے ہیں کیا کرے بندہ۔"اس نے بغیر مڑے جواب دیا۔عبداللہ کے ماتھے پر سلوٹیں پڑی۔

"پیچھے کہاں سے؟تیرے پیچھے میں کھڑا ہوں۔"اسے رج کر اس کی بے غیرتی پر غصہ آیا تھا۔خاموش کھڑی زنیرہ اس کی بات پر مسکرائی ضرور تھی۔

"اس کو پکڑ کے کھڑا ہو۔" وہ اس کا ہاتھ اٹھا کر بس میں لٹکتے ہوئے ہینڈل پر سختی سے ڈال چکا تھا۔اسی دوران زنیرہ تھوڑا سا کھسک کر آگے کو ہو گئی تھی۔

کچھ ثانیے گزرے تھے کہ وہ لڑکا پھر سے زنیرہ کے کندھے سے لگ کر دور ہوا تھا۔زنیرہ کا دماغ پل میں گھما۔اس نے مڑتے ہوئے ایک تھپڑ مارنا چاہا لیکن عبداللہ نے پہلے ہی اسے پیچھے کالر سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔اس نے اپنا سارا وزن ایک ہینڈل کو مضبوطی سے تھامے ہاتھ پر ڈال کر اس لڑکے کا کالر دبوچ رکھا تھا۔

"اے نازک ہڈی۔۔تجھے اچھلنے کا بڑا شوق ہے؟" اس لڑکے کی پتلی سی جسمات پر چوٹ کرتے ہوئے وہ دبی آواز میں غرایا تھا۔ایسے مردوں سے وہ اچھے سے واقف تھا جن کے ذہنوں میں بھر بھر کر کمینگی اور نگاہوں میں حوس کی بھوک ہر وقت ٹپکتی رہتی تھی۔اس کا دل تو کیا وہ اس دبلے پتلے سے انسان کو ایک رکھ کر منہ پر دے مارے لیکن تماشہ بنانے سے تماشائی کو شئے مل جانی تھی۔

"ادھر پیچھے آ۔۔" عبداللہ نے ابھی تک اس کا کالر پکڑ رکھا تھا اور ایسے ہی پکڑ کر کھینچنے کے سے انداز میں اپنے پیچھے کیا اور خود زنیرہ اور اس مرد کے بیچ حائل ہو گیا۔وہ لڑکا بنا کسی مزمت

کے اسے اوپر سے نیچے دیکھتے ہوئے بڑبڑا کر پیچھے کھڑا ہو گیا تھا۔اس ساری کاروائی کو زنیرہ خاموشی سے سن رہی تھی۔اس لڑکے کے پیچھے ہوتے ہی عبداللہ نے اب اپنا مکمل زور اسی لڑکے پر ڈال دیا تھا۔تاکہ ناوہ دھکا دے سکے اور نا عبداللہ زنیرہ سے ٹچ ہو سکے۔لیکن بھیڑ کی وجہ سے اسے احساس ہوا تھا کہ وہ اب بھی زنیرہ کے بہت قریب ہے۔اگر زرا سا دھکا لگتا تو اس کا سینہ زنیرہ کے بازو سے ٹکرا جاتا۔آگے دم سادھے کھڑی زنیرہ کی حالت تو اسی وقت غیر ہونے لگی تھی جب وہ اس لڑکے کو پیچھے دھکیل کر خود آگے آیا تھا۔عبداللہ کے جسم سے اٹھتی مسور کن خوشبو اسکی نتھوں سے ٹکرا رہی تھی۔زنیرہ نے بے ساختہ گلہ تر کیا۔یہ بھی الگ مصیبت تھی۔

کتنی ہی دیر مزید سفر خاموشی اور بغیر تکلیف کے کٹا تھا لیکن بس کے دوبارہ رکنے پر اس بار عبداللہ تھوڑا ڈگمگایا۔اس کا سینہ زنیرہ کے بازو کو چھوتے ہی الگ ہوا تھا۔عبداللہ نے بر وقت سامنے سیٹ پر لگے راڈ کو مضبوطی سے تھاما اور گردن تھوڑی سی موڑ کر زنیرہ کو دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔وہ دونوں اتنے قریب تھے کہ عبداللہ زنیرہ کی آنکھیں باآسانی دیکھ سکتا تھا۔اسکی آنکھیں ہیزل براؤن تھیں۔گہری، بھری پلکوں سے چھپی ہوئیں۔کچھ پل اسنے بغیر پلک جھپک کر زنیرہ کے نقاب میں ڈھکے چہرے سے جھانکتی آنکھوں کو بغور تکا

تھا۔ پھر فوراً نگاہ سامنے کر دی تھی۔ اس رات جب وہ پہلی بار اس کے روبرو آئی تھی ۔ عبداللہ کو لگا تھا اس کی آنکھیں گہری کالی ہیں۔ شاید رات کی تاریکی تھی اسی لیے وہ سہی سے جانچ نہیں پایا۔

"سوری۔" وہ یونہی سامنے دیکھتے ہوئے ایک نگاہ زنیرہ پر واپس ڈال کر بولا تھا۔

"کوئی بات نہیں۔" اسنے آہستگی سے جواب دیا۔ آواز اتنی مدھم تھی کے وہ اگر قریب نہ ہوتا تو اسے سن نہیں پاتا۔ البتہ اس نے کندھے پر ڈالا بیگ آہستہ سے زنیرہ اور اپنے بیچ میں ڈال کر دیوار بناڈالی تھی۔ زنیرہ اس کی اس احتیاط پر مسکرائے بنا نا رہ سکی۔ بس ایک بار پھر رکی تھی۔ عبداللہ جہاں کھڑا تھا وہاں سامنے سیٹ پر بیٹھی ہوئی بوڑھی عورت اب اٹھ کر اپنے اسٹاپ پر اتر گئی تھی۔ اس نے فوراً ہاتھ بڑھا کر سیٹ کے ساتھ لگے ڈنڈے کو پکڑ لیا اور بس پر لڑکتا ہینڈل چھوڑ کر زنیرہ کی جانب رخ کیا۔

"بیٹھ جاؤ۔" سر کو خم کرتے ہوئے اس نے آہستہ سے زنیرہ کو کہا ساتھ ہی زنیرہ کے آگے کھڑی عورت کو پہلے آگے بڑھتے دیکھ کر بروقت نامحسوس طریقے سے بازو بڑھا کر دیوار بناڈالی۔ تاکہ وہ نا بیٹھ سکے۔ عبداللہ کی یہ حرکت زنیرہ دیکھ نا سکی تھی۔ وہ اسکے کہنے پر آگے ہو

کر بیٹھ گئی تھی۔وہ عورت اسکی حرکت پر جل کر اس کو گھورنے لگی۔عبداللہ لب بھینچ کر مسکرایا تھا۔

سیٹ پر آرام دہ ہو کر بیٹھتے ہی زنیرہ نے آہستہ سے نظریں اوپر اٹھا کر سامنے کھڑے عبداللہ کو دیکھا۔اس کے سامنے اس کی سائیڈ پروفائیل تھی۔وہ بس کی سیدھ میں شیشے کے پار دیکھ رہا تھا۔زنیرہ آج دن کی روشنی میں اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔عبداللہ کا رنگ گندمی تھا۔ایسا گندمی جو نظریں قابو کر لیتا تھا۔اور اس کی آنکھیں۔گہری کالی تھیں۔چھوٹی مڑی ہوئیں پلکوں سے جھانکی ہوئی۔عبداللہ کے چہرے پر یہ بہت سحر انگیز لگتی تھیں۔زنیرہ نے نگاہ یونہی عبداللہ پر ٹکائیں رکھیں۔جب عبداللہ کا چہرا تھوڑا اسکی طرف ہوا تو اسنے پکڑے جانے کے ڈر سے آنکھیں بروقت پھیر لیں۔وہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔نگاہیں اب باہر گزرتے مناظر پر ٹکی تھیں۔اس نے دوبارہ سے پلکیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو عبداللہ کی گردن پر نمایاں ہوتے تل پر اس کی نظر جم گئی۔اور یہی وقت تھا جب عبداللہ نے صرف نظریں نیچے کرتے ہوئے اس کی چوری پکڑ لی تھی۔زنیرہ نے ہڑبڑا کر آنکھیں پھیریں۔عبداللہ کے لبوں پر مسکراہٹ ہو کر گزری تھی۔اس کے بعد اللہ کی پناہ جو زنیرہ نے اسے دوبارہ دیکھا ہو۔اس

کا دل اپنی اس حماقت پر ہی پھڑ پھڑانے لگا تھا۔اس کا اسٹاپ آیا تو وہ تیر کی تیزی سے بغیر کچھ کہے سنے فوراً نیچے اتر آئی تھی۔بنا جانے کہ عبداللہ بھی اس کے پیچھے ہی اتر گیا تھا۔

"چلو میں گھر تک چھوڑ دیتا ہوں تمھیں۔"وہ کچھ قدم ہی چلی تھی کہ عبد للہ کی آواز پر چونک کر مڑی۔

"نہیں نہیں۔۔اس کی ضرورت نہیں۔۔میں چلی جاؤں گی۔"اسنے صفائی سے انکار کر دیا۔

"ہاں وہ بھی ٹھیک ہے۔۔مگر مجھے تسلی رہے گی۔"اسنے نہایت ہی غائبانہ طریقے سے کہتے ہوئے آگے قدم لے لیے تھے۔

"اس کی کوئی ضرورت نہیں۔۔۔"

"کیوں نہیں ہے۔۔۔؟مطلب تم میرے دوست کی بہن ہو یعنی میر۔۔۔۔"عبداللہ نے الجھن دور کرنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ زنیرہ فوراً بول پڑی۔

"جی ٹھیک ہے چلیں۔۔"اس سے پہلے عبداللہ زنیرہ کو بہن ہی بنالیتا۔اس نے بات کاٹ ڈالی تھی۔عبداللہ نا سمجھی سے سر جھٹکتے ہوئے اس کے پیچھے ہو لیا۔اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نا آئی کہ زنیرہ نے اسے کیونکر ٹوکا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم اکیلی کیوں آرہی تھی؟ رحیم نہیں آتا لینے۔؟۔۔یا کوئی دوست یار جو ساتھ آتا جاتا ہو۔؟" اسے اچھا نہیں لگا تھا زنیرہ کا اس طرح بسوں میں دھکے کھانا۔اور پھر اس کمینے لڑکے کی حرکت پر اسے فکر لاحق ہوئی۔ محض اس لیے کہ وہ اسکے یار کی اکلوتی بہن تھی۔

"نہیں۔۔رحیم لالہ کی تو خود یونی ورسٹی ہوتی ہے۔۔اور آج سویرہ آئی نہیں ورنہ اکثر اسی کے ساتھ گھر آنا جانا ہوتا ہے۔" سویرہ پر وہ پہلے ہی غصہ تھی۔اسنے آج اپنے نا آنے کا کل کچھ بتایا بھی نہیں تھا۔فون پر وہ پوچھ تو لیتی لیکن وہ سویرہ سے مل کر ہی باس پرس کرنا چاہتی تھی۔

"تو رکشہ کروالیتی۔" پکی سڑک کی ایک جانب بنے فٹ پاتھ پر وہ دونوں آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہے تھے۔

"رکشہ والا بہت پیسے لیتا ہے۔۔۔اور اکیلے سفر کرنا بھی عجیب ہے۔" اسنے منہ بنا کر اصل بات گول کر دی تھی۔

"ہاں مانا رکشہ بھی سیف نہیں۔۔۔ایک طرح سے۔۔۔مگر یوں بسوں میں دھکے کھانے سے تو بہتر ہے۔۔۔اور پھر وہ زیادہ سے زیادہ کتنے ہی مانگ لیتا۔۔دو سو تین سو۔۔اب پیسہ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اپنی عزت و جان سے زیادہ تو نہیں ہے نا۔"عبداللہ نے چہرہ اس کی طرف موڑ لیا۔اس کی باتوں کے پیچھے چھپے الفاظ زنیرہ اچھے سے سمجھ سکتی تھی۔

"بس خیال رکھا کرو۔۔"وہ زرا سنجیدہ ہوا۔زنیرہ نے بچوں کی طرح سر ہلایا تھا۔مانو اگر ایسا نا کیا تو اچھا نہیں ہو گا۔

فٹ پاتھ کا دائرہ پار کرتے ہوئے اب وہ کھلی سڑک کی سائیڈ پر چل رہے تھے آس پاس چھوٹے بڑے بنگلوز تھے جن سے گزرتے ہوئے وہ بے حد آرام سے چل رہے تھے۔جیسے دنیا جہاں کا وقت انہیں کے پاس ہو۔عبداللہ زنیرہ سے ایک قدم آگے چل رہا تھا۔جب زنیرہ کے قدم کچھ فاصلے پر ہو جاتے تو وہ اپنی رفتار دھیمی کر لیتا تاکہ وہ ایک قدم کے فاصلے پر ہی رہے۔نا آگے نا پیچھے۔یہ عمل نہایت ہی نامحسوس سا تھا۔جس سے وہ خود بھی لاعلم تھا۔

"آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔۔۔ایسے مردوں سے میں اچھے سے نمٹ سکتی ہوں۔"اسے اچانک وہ لمحہ یاد آیا جب عبداللہ نے اس لڑکے کو اسکی حرکتوں پر ٹوکا تھا۔

"اچھا؟۔"وہ بیگ کو کندھے پر سیدھا کرتے ہوئے متوجہ ہوا۔ایک نظر زنیرہ کے چادر میں چھپے وجود پر ڈال کر نرمی سے مسکرایا۔

"آپ کو یقین نہیں؟ میں اسے تھپڑ مارنے ہی والی تھی کہ آپ نے اسے پیچھے کر لیا۔" زنیرہ کو لگا وہ اس کا دل رکھ رہا ہے۔

"واقعہ۔؟" اسنے گردن گھما کر دیکھا۔

"بلکل۔۔ میں سچ کہہ رہی ہوں۔۔ تھپڑ نا سہی مگر ایک مکہ مار کر دانت توڑ دیتی اسکے۔۔" آنکھوں میں اسکے ڈھیروں غصہ دیکھ کر عبداللہ نے مسکراہٹ دبالی۔

"پٹھان ہوں میں۔۔ ایسی کی تیسی کر دیتی اس خانہ خراب کی۔۔" اسکے یوں خانہ خراب بولنے پر وہ سر جھکا کر مسکرایا تھا۔

"ہاں۔۔ کوئی شک نہیں۔۔ عورت کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔" زنیرہ کی بات کو بڑھاوا دے کر وہ اس کا حوصلہ بڑھا رہا تھا۔ وہ بات الگ کہ یہ نازک سی لڑکی ایک مکھی ہی مار لے تو کافی ہے۔

"آپ جاب کرتے ہیں۔" زنیرہ نے اس کے حلیے پر نظر ڈالتے ہوئے کچھ دیر خاموشی کے بعد' بات بڑھاتے ہوئے سوال کیا۔

"نہیں۔۔ ابھی کے لیے نہیں۔۔ انٹرویو کے لیے گیا تھا۔" بغیر کسی لگی لپٹی کے اس نے جواب دے کر کندھے پر ڈالا ہوا بیگ ایک بار پھر درست کیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تو مطلب آپ مکینک نہیں ہیں۔؟"اس دن زنیرہ کو تو یقین نہیں آیا تھا کہ وہ میکینک ہے ۔حلیہ سے تو وہ کوئی اچھی خاصی پوسٹ پر براجمان لگتا تھا۔اس کے یوں پوچھنے پر وہ مسکرایا۔ اُس وقت ایسا بھی کوئی میکینگی والا کام نہیں تھا جو زنیرہ یوں تعجب کا شکار ہوتی۔پانی ڈالنا تو کوئی بھی جانتا ہو گا۔لیکن اتفاق تھا کہ وہ ایک طرح سے میکینک ہی تھا۔

"کہہ سکتے ہیں۔۔۔پارٹ ٹائم جاب کی طرح بس۔۔"اس نے زیادہ ڈیٹیل دینا نہیں چاہی۔

"پارٹ ٹائم کون میکینک بنتا ہے۔؟"عبداللہ نے گردن موڑ کر ایک قدم کے فاصلے پر چلتی زنیرہ کو دیکھا۔روشن پیشانی پر بل اور آنکھوں میں الجھن لیے وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔عبداللہ اب اس الٹے سے سوال کا کیا جواب دیتا۔

"بندہ کسی ہوٹل میں ویٹر بنتا ہے۔اسکول میں ٹیچر لگتا ہے یا کسی دکان پر کام کرتا ہے۔"وہ روانی سے بلا جھجھک بولتی گئی۔

"مجھے شوق ہے۔۔۔الگ الگ گاڑیوں کو جانچنا اور ان کی مرمت کرنا۔ "

"ہاں پر یہ کیسا شوق ہوا بھلا؟لوگ بزنز کا شوق رکھتے ہیں۔۔آرمی میں جانے کا شوق رکھتے ہیں یا ڈاکٹر بنے کا۔۔آپ کو اس کے علاوہ کچھ نہیں ملا۔؟"اسکی زبان آج نا جانے اچانک

کیوں دوڑ رہی تھی۔عبداللہ کی آنکھیں اس کے اس طرح سے بات کرنے پر زرا پھیلیں۔ایک ہی شوق تھا جس پر یہ لڑکی سوال اٹھا رہی تھی۔بات کی نوعیت کا اندازہ لگاتے ہی زنیرہ نے فوراً عبداللہ کو دیکھا تھا۔وہ اسے ہی تک رہا تھا۔اسنے فوراً نظرے ہٹا کر زبان دانتوں تلے دبالی۔

"فلحال یہی شوق افورڈ کر سکتا ہوں" اسنے لفظوں پر دباؤ ڈالا۔وہ اس جھلی کو اور کیا ہی کہتا۔

"ہاں۔۔مطلب یہ بھی برا شوق نہیں۔۔اچھا ہے۔" شرمندگی مٹانے کی خاطر بات سنبھالنے کی بھدی سی کوشش کی گئی تھی۔عبداللہ مسکرائے بنا نا رہ سکا۔

"ہمارے یہاں مرد ویسے بزنز کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔۔آپکو کبھی بزنز کرنے کا خیال نہیں آیا۔؟" وہ اپنے کلچر کا خلاصہ دیتے ہوئے اس سے پوچھ رہی تھی۔

"نہیں۔۔کبھی نہیں آیا۔۔" سیدھا بنا کسی فرضی جواب کے اسنے زنیرہ کے سوال کی نفی کر ڈالی۔

"تو پھر۔۔کبھی آرمی جوائن کرنے کا؟" وہ بہت اشتیاق سے سوال پر سوال کر رہی تھی۔

"نہیں" فوراً جواب آیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"پائلٹ بنے گا؟"

"نہیں"

"انجینیئر بنے گا؟"

"وہ میں ہوں۔۔ایک طرح سے"

"لیکن آپ تو مکینک ہیں نا۔" وہ جھنجھلا کر بولی۔عبداللہ نے اس کی سوئی واپس مکینک پر آتے دیکھ نا سمجھی سے بھنویں سکیڑیں تھی۔

"اچھا آپ بینک میں مینیجر بھی تو بن سکتے ہیں؟ "

"نہیں بن سکتا"

"اور ڈاکٹر؟"

"میں نے انجینئیرینگ کر رکھی ہے۔"

اس نے اپنی زبان پر کچھ الٹا لانے سے بڑی مشکل سے گریز کیا تھا۔ورنہ اسکا شدت سے دل کیا تھا کہ وہ پوچھے اگر زنیرہ پاگل ہو گئی ہے یا اچانک اسکا سر دیوار پر کسی نے دے مارا ہے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اور پروفیسر؟"

"دلچسپی نہیں"

اچھا تو آپ کرکٹر بن جائیں، لڑکوں کو تو شوق ہوتا ہے۔"اس نے بے ساختہ اپنی ہلکی بڑھی ہوئی داڑھی کھجائی۔"

"مجھے نہیں ہے"

"تو پھر کسی سیکیورٹی میں؟"

"پسند نہیں "

"سائنٹسٹ؟"زنیرہ کے سوال ختم ہونے کو نہیں دے رہے تھے۔اور سائنٹسٹ کا ذکر یہاں کہاں آگیا تھا۔عبداللہ چونکا۔

"اتنا دماغ نہیں ہے۔"اس نے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ایک سانس بھری۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وکیل بننے کا۔؟"عبداللہ اب رک چکا تھا۔اس نے مڑ کر زنیرہ کو دیکھا تو وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔عبداللہ کو اندازہ ہو گیا تھا اس کے سوال آج تو ختم ہونے سے رہے تھے۔وہ اتنا بولنے والی تو بلکل نہیں لگتی تھی۔

"مجھے صرف گاڑیوں سے مطلب ہے۔"عبداللہ نے ایک آخری بات کہہ کر زنیرہ کو ان ڈائریکٹلی خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا تھا پر زنیرہ کی زبان نارکنی تھی سونار کی۔

"لیکن میکینک کون بنتا ہے۔؟"لو جی! زنیرہ کی سوئی واقع اٹک گئی تھی۔اس نے ابھی تک جو ساری جابز عبداللہ کے سامنے رکھیں تھیں وہ اسی لیے کہ عبداللہ اس کی نظر میں میکینک تھا؟ اس کے یوں بلند آواز سے کہنے پر عبداللہ کی آنکھیں پھر سے پھیلیں۔اس نے گہری سانس لے کر ماتھا مسلا۔بات کہاں سے شروع ہو کر کہاں آ رکی تھی۔اور زنیرہ کا آخر کیا مطلب نکلتا تھا جو وہ اس قدر عبداللہ سے بے باک ہو رہی تھی۔؟

عبداللہ کو خاموش کھڑے خود کو تکتے دیکھ کر زنیرہ کی آنکھیں بھی اپنی بے وقوفی پر پھیل گئیں۔اس نے گڑبڑا کر نگاہیں ہٹائیں تھی۔

"گھر آ گیا ہے۔"اسنے سنجیدگی سے کہہ ڈالا۔

"ام۔۔جی۔۔شکریہ۔۔"وہ نظرے ملائے بغیر بولی۔شرمندگی کے باعث اسے اب مزید عبداللہ کے سامنے کھڑا رہنا محال لگ رہا تھا۔

"سوری۔میرا وہ مطلب نہیں تھا"وہ کچھ قدم عبداللہ کے پاس سے ہو کر گزری۔پھر دوبارہ رک کر کہنے لگی۔عبداللہ نے کندھے اچکائے مانو کہہ رہا ہو اسے فرق نہیں پڑتا۔

"اللہ حافظ"اسنے آہستہ سے کہا اور گولی کی رفتار سے گھر کی طرف بڑھ گئی۔زندگی میں پہلی بار اتنی زلالت اسے کبھی محسوس نا ہوئی تھی۔

"اللہ ہی حافظ"وہ بڑبڑایا۔زنیرہ جب تک گھر میں داخل نا ہو گئی وہ وہاں سے ہلا نہیں۔اسے غائب ہوتے دیکھ کر بے اختیار اس نے سر جھٹک کر مسکراہٹ روکی تھی۔بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ پھر مڑ گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

"سو سوری لالہ تھوڑا لیٹ ہو گی آج۔"یونیورسٹی سے اوف پر زنیرہ کو لینے رحیم آیا تھا۔پچھلے ایک دو دن سے سویرہ یونی ورسٹی نہیں آ رہی تھی۔جس کے چلتے اس نے رحیم سے ہی

درخواست کی تھی کہ وہ اسے یونی واپسی پر پک کر لیا کرے۔ باقی جہاں بات تھی سویرہ کے نا آنے کی تو زنیرہ کے پوچھنے پر اس کا کہنا تھا کہ اس کے بڑے تایا کا انتقال ہو گیا ہے۔ جبھی وہ کچھ دن یونی نہیں آپائے گی۔ آج چونکہ کلاس میں کچھ پروجیکٹس کو لے کر بحث و مباحثہ ہونا تھا تو زنیرہ اسی سلسلے میں پھنس گئی تھی اور پھر اسے اپنے استاد کو منانے میں بھی وقت لگ گیا تھا کہ وہ اسے سویرہ کے علاوہ کسی اور گروپ کا حصہ نا بنائیں۔ وہ سویرہ کے آجانے پر اسی کے ساتھ کام کرے گی۔ اسی اسنا میں سارہ وقت گزر گیا تھا۔ لیکن صد شکر استاد نے اس کے ساتھ زور زبردستی نا کی۔ ورنہ انکا پورا ارادہ تھا اسے ایسے گروپ میں ڈالنے کا جس میں موجود بچوں سے اس کی سلام دعا کے علاوہ کوئی بات چیت نا تھی۔

"خیر ہو گئی۔۔ میں خود ابھی پہنچا ہوں۔۔ مورے کو لینے ائیر پورٹ گیا تھا۔"

"خالہ آئیں ہیں۔۔؟ واقع۔۔؟ لیکن انہوں نے اپنے آنے کی اطلاع کیوں نہیں دی۔؟" گاڑی میں بیٹھتے ہی وہ خوشی اور حیرانی کے ملے جلے تاثرات لیے بولی۔

"انہوں نے خود مجھے آج صبح ہی بتایا کہ وہ اور بانو لاہور کے لئے نکل گئے ہیں۔" اسنے گاڑی کا رخ دوسری سڑک پر کرتے ہوئے وضاحت دی۔

"بانو ساتھ آئی ہے؟ سچی؟" زنیرہ تو خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھی، آخر رحیم، خالہ اور بانو ہی تھے جس سے وہ بہت قریب تھی، اور پھر بانو تو اسکی واحد کزن تھی جس سے وہ بہت بے باک اور شوخی تھی ورنہ باقی تمام فی میل کزنز سے اس کی کبھی اتنی نہیں بنی تھی۔

"لیکن یہ کیا بات ہوئی آخر۔۔۔ بانو نے بھی مجھے اپنے آنے کا نہیں بتایا۔۔ گھر جا کر خبر لیتی ہوں۔" اس کے ادل بدل ہوتے تاثرات دیکھ کر رحیم ہنستا گیا۔ گھر پہنچے پر رحیم نے زنیرہ کو باہر اتارا اور خود ولی کو اسکے اسکول سے لینے چلا گیا۔ اندر لاونج میں داخل ہوتی زنیرہ کے سارے شکوے کہیں دور جا سوئے تھے وہ اپنی جان سے عزیز کزن کو دیکھ کر سیدھا اس کے گلے سے جا لگی تھی۔

"بانو، بانو بانووو۔۔" وہ اسے گلے سے لگا کر دل گرفتہ انداز میں کہتی چلی گئی۔

"لڑکی، سانس تو لے لو۔۔" اس کی خالہ نے مسکراتے ہوئے ہاتھ میں پکڑے چائے کے کپ سے گھونٹ بھرا۔ ان کے کہنے کی دیر تھی۔ زنیرہ بانو کو چھوڑ کر اپنی خالہ سے جا لپٹی۔

"آج ہی ساری کثر نکالنی ہے کیا۔۔" اسکی ماں نے اس کے جوشیلے پن پر جملہ کسا تھا۔

"رہنے دیں خالہ۔۔اسنے آج ہی بس پیار جتانا ہے اور پھر ہمارے یہاں سے جاتے ہی بھول بھولا جائے گی۔۔کون بانو کون خالہ۔۔"

وہ سامنے میز پر رکھی سموسے کی پلیٹ سے سموسہ اٹھا کر کھاتے ہوئے زنیرہ پر چوٹ کر رہی تھی۔وہ بھورے بالوں اور سرمئی آنکھیوں والی نہایت ہی حسین لڑکی تھی۔اس کا گول چہرہ سرخی اور سفیدی میں مکمل بھیگا ہوا معلوم ہوتا تھا۔آنکھوں کی بناوٹ گہری اور گھنی پلکوں سے لبریز تھی۔وہ اور رحیم جڑوا بہن بھائی تھے لیکن عادتیں جڑواؤں والی بلکل نہیں تھی۔

"آپ تو چپ ہی رہیں۔۔خود کون سا مجھے روز کال کرتی تھیں۔۔۔پچھلے چھ ماہ میں آپ نے ایک بار بھی جو یاد کیا ہو۔"اسنے خفگی سے منہ بنا کر کہا تھا۔بانو اور الفت بی بی آج پورے ایک سال بعد لاہور ملنے آئے تھے اور پچھلے چھ ماہ کے دوران نازنیرہ نے کبھی کال کی نا بانو کو وقت ملا تھا۔البتہ زنیرہ کی ماں بخت اور اس کی خالہ الفت کا رابطہ ہوتا رہا تھا کال کے ذریعہ۔

"ہاں تو کیا ہو جاتا جو تم ہی یاد کر لیا کرتی۔۔"کندھے پر ڈالا نارنجی دوپٹہ درست کرتے ہوئے وہ صوفے پر آ بیٹھی۔

"تو آپ کو کیا مصروفیات تھیں؟ آپ کر لیتی نا۔۔" بات وہیں آ کر ختم ہو رہی تھی۔ دونوں میں سے کسی نے بھی یہ الزام اپنے سر نا لینا تھا۔ بانو کی سرمئی آنکھیں اسے گھورنے لگیں تو وہ بھی تیوری چڑھائے کھڑی رہی۔ ان کی نوک جھوک پر بخت اور الفت مسکرائے جا رہی تھیں۔

"اچھا بس بھی کرو اب۔۔ زنیرہ!۔۔ میں نے بریانی کو دم دیا ہے۔۔ بانو کے ساتھ مل کر ذرا ٹیبل لگا دو کھانے کے لئے۔۔" اس کی ماں نے اس فضول سی بحث کو رفع دفع کرنے کی کی۔

وہ جی اچھا کہہ کر چادر اتارنے اپنے کمرے میں چلتی بنی۔ واپس آئی تو اسنے چادر کے بجائے لباس کے ہم رنگ نیلا دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا۔ وہ اور بانو مل کر اب لنچ کے لئے پلیٹس وغیرہ لگانے لگیں۔

"چچا آئے تھے پچھلے دنوں۔۔ بانو کے لئے اس کے ابا سے بات کرنے۔۔ انہوں نے تو فلحال بات ٹال دی ہے لیکن رہ رہ کر بھابی بھی بات چھیڑ دیتی ہیں۔" الفت کے چچا (بانو کے نانا کے بھائی اور سسر) اپنے نواسے کو لے کر بانو کا ہاتھ مانگنا چاہ رہے تھے۔ اسی بات پر الفت نے خاندان میں چلتے رشتوں کو بڑھانے کی بحث سے بخت کو آگاہ کیا تھا۔

Clubb of Quality Content

"اچھا۔؟تو پھر۔؟تم نے کیا سوچا ہے اس بارے میں۔؟"وہ الفت کی رائے جاننا چاہتی تھیں۔

"ابھی بانو پڑھ رہی ہے۔۔میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔۔اور نا اچانک بچی کو پریشان کر سکتی ہوں۔"وہ خود شش و پنج میں مبتلا تھیں۔بانو اپنے سائیکیٹریسٹ بننے کے خواب میں پہلے ہی پاگل ہو رہی تھی اور اگر اس طرح اسے شادی کرنے کے لیے کہا گیا تو وہ بھڑک ہی جاتی۔اوپر سے اپنے فیصلوں کو لے کر منہ پھٹ بھی تھی۔

مجھے رضا ایک آنکھ نہیں بھاتا۔عجیب سا لڑکا ہے۔" "

بخت نے اپنی آنکھوں کے سامنے رضا کو پلتے بڑھتے دیکھا تھا۔وہ نکما سا لڑکا انہیں کبھی پسند نہیں آیا تھا۔اگر ان کے بڑے بھائی کا بیٹا نا ہوتا تو وہ اسے منہ بھی نا لگاتیں۔

"آپ اپنے بچوں کے بارے میں کچھ سوچ کر بیٹھیں ہیں۔۔اگر کل کو انہی کے لیے گھر میں سے کوئی رشتہ لے آیا تو؟"الفت نے دل میں چلتے خدشے کو ظاہر کرنا چاہا تھا۔

"ان کے ابا ہی کریں گے پھر جو کرنا ہو گا۔۔ مجھ سے نہیں سنبھلتا اب یہ سب۔" سنبھالا تو الفت سے بھی نہیں جاتا تھا۔ بس اپنے شوہر کی عزت کے لیے وہ کڑوے گھونٹ پی رہی تھیں۔

"آپ لالہ جان کی ہی مانیے گا۔۔ خاندان میں ورنہ زنیرہ اور رئیس کے لیے کوئی جوڑ مجھے تو نظر نہیں آتا۔" انہوں نے چائے کا کپ تھام کر منہ کو لگایا۔

"مجھے تو اپنا رحیم بہت پیارا لگتا ہے۔۔ کہو تو تم سے اسے ہی نا مانگ لوں پھر۔" زنیرہ کی ماں نے معنی خیزی سے مسکرا کہا تھا۔ الفت بی بی دوپل کے لئے گنگ ہی ہو گئیں۔

"آپنے تو میرے منہ کی بات چھین لی باجی۔" زنیرہ کو تو وہ کب سے رحیم کی دلہن بنانے اور اپنی بہو کے روپ میں دیکھنے کے لئے ڈھکے چھپے انداز میں جتن ہی کر رہی تھی۔ لیکن پھر اپنے میاں اور خاندان کے بڑوں کے فیصلے اور ارادوں کے باعث چپ رہتی تھیں۔ آج اس طرح سے بخت کے کہنے پر ان کی خوشی کا ٹھکانا نہیں تھا۔ اور پھر اگر زنیرہ کے ماں باپ راضی ہو جائیں تو کیسا ڈر۔ باقی زنیرہ کے باپ کی خاندان میں تو ویسے ہی بہت مانی جاتی تھی۔ اسی لئے کوئی مسئلہ ہی نہیں ہونا تھا۔

"میرے دل میں تھا کہ میں ان دونوں کا ہی آپس میں کروں۔۔مجھے بھی تسلی رہے گی کہ میری بچی اپنوں کے یاں بیاہی ہے۔۔شادی کر کے وہ تمھارے گھر جیسے محفوظ ہو گی بس۔ "

"کیا بات ہے۔۔کس کی شادی کروانے کے خطرناک ارادے لئے بیٹھی ہیں آپ دونوں۔؟"رحیم ولی کو لئے اندر داخل ہوا۔اس کے ہاتھ میں کیک کا ڈبا اور کچھ فروٹس تھے۔کیک وہ ولی کی فرمائش پر ساتھ ہی خرید لایا تھا، باپ کی طرح بیٹا بھی میٹھے کا شدائی تھا۔

"سلام امی!۔۔خالہ!۔۔"ولی نے آتے ہی سلام کیا۔

"علیکم سلام۔۔میری جان"

الفت نے گلے لگاتے ہی گال چومے تھے۔

"جاؤ باجی کو بولو کپڑے بدل دیں تمھارے۔"بخت نے اس کے کاندھے سے بیگ اتارتے زنیرہ کی طرف بھیجا تو وہ چھوٹے قدم اٹھاتا۔جی اچھا کہتا ہوا اندر کچن سے بانو اور زنیرہ کی کھلکھلاہٹ پر متوجہ ہوتا چلا گیا۔

"پھر بتایا نہیں، آپ دونوں کیا منسوبے بنا رہی ہیں"۔رحیم کچن میں موجود لڑکیوں کو کیک اور فروٹس پکڑا کر واپس ان کے پاس آ بیٹھا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تمھاری بات کر رہے ہیں۔" بخت نے کہا۔

"خدا کا خوف کرو لڑکیوں کیوں بچے کی آزادی چھین رہی ہو۔۔، میں نے کیا بگاڑا ہے۔" اسنے آنکھیں پھیلا کر ڈرامائی انداز میں کہا۔وہ اپنی امی کے ساتھ لگ کر بیٹھا ہوا تھا۔

"بد تمیز۔۔۔شادی تو ایک خوبصورت رشتہ ہے۔۔۔ایک نا ایک دن تو تمھے کرنی ہی ہے۔" اس کے 'لڑکیوں' کہہ کر بلانے پر دونوں بہنوں نے مسکرا کر سر جھٹکا تھا۔البتہ اس کی ماں نے اس کے کان پکڑ کر اس کی بے گانگی باتوں پر اسے لتاڑا ضرور تھا۔

"ہاں کر لیں گے۔۔پر ابھی موڈ نہیں نا۔۔" اسنے سامنے پلیٹ میں پڑا بسکٹ منہ میں رکھتے ہوئے لاپرواہ سے انداز میں کہا۔

"تو تم نوجوان نسل شادی کے لئے بھی موڈ ڈھونتی ہے؟"

"اور نہیں تو کیا خالہ۔۔ڈھونتی ہے۔۔۔اور میرے لالہ محترم تو ان میں پہلی فہرست میں ہیں۔" بانو اور زنیرہ بھی لاونج میں آ بیٹھی تھیں۔اسنے بخت کی بات سنتے ہی گفتگو میں شریک ہونا چاہا۔وہ رحیم کو موڈ کے لحاظ سے 'لالہ' کہہ کر پکارتی تھی ورنہ رحیم ہی زبان سے ادا ہوتا تھا۔

"تو تم کر لو؟ تمھارا تو موڈ بھی آج کل بڑا ہے۔۔شادی کا۔۔" بانو کی آنکھیں پھیلیں۔وہ اس کے شادی کے ارمان یوں دھڑلے سے سب کے سامنے ظاہر کر رہا تھا۔ان دونوں بہن بھائیوں کی تو پہلے ہی دشمنی تھی۔ایک دوسرے کو بس تنگ کرنے کا بہانہ ڈھونڈتے تھے۔

"بانووو"اس کی ماں نے آنکھیں دیکھائیں۔ایسی باتے اگر وہ واقع کھلے عام اپنے بھائی کے سامنے کرتی ہے تو کسی دوسرے نے تو نہیں لیکن خاندان والوں کو جو پتہ لگ جائے تو جینا مشکل کر ڈالیں۔

"امی رحیم جان بوجھ کر تنگ کرتا ہے۔۔میں ایسی باتے کیوں کروں گی بھلا؟۔"اسنے صفائی دینی چاہی اور پھر رحیم کو کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔وہ مزے سے بسکٹ اور سموسوں کا لطف لے رہا تھا۔بانو کو ایسی کوئی جلدی نہیں تھی شادی کی۔وہ رحیم کو اپنی یونی کے دوستوں کی شادی ہو جانے کے قصے سناتی تھی اور یہ کہہ کر اسے بھی جن سوار ہو جاتے تھے۔اسی بات پر رحیم اسکی ٹانگ کھینچتا تھا۔

"اچھا بس کرو۔۔۔مجھے بھوک لگی ہے۔۔آجائیں اب آپ لوگ بھی۔"رحیم اور بانو کی نوک جھوک پر زنیرہ کا کب سے خالی پیٹ آوازیں کر رہا تھا۔اسنے سب کا دھیان کھانے کی

طرف ڈالا تو وہ اٹھ کر ڈائینگ ایریا میں آ گئے۔الفت اور بخت تو آگے تھیں لیکن زنیرہ کے پیچھے آتے دونوں بہن بھائی اب بھی چوہے بلی کی طرح لڑ رہے تھے۔بس فرق اتنا تھا کہ ابھی معاملہ ہاتا پائی پر نہیں آیا تھا۔زنیرہ نے مڑ کر دونوں کو دیکھ کر نفی میں سر ہلایا۔

"خالہ کو بتاؤں گی میں۔"اس بات پر رحیم اور بانو نے ایک ساتھ اس کی چوٹی کھینچی تھی۔وہ دو قدم پیچھے کو لڑکھڑا گئی۔

"زیادہ اماں نا بنو تم۔" بانو نے کہا۔

"ماسی کہیں کی۔" رحیم نے بھی ساتھ دیا۔

وہ دونوں آگے چلے تو زنیرہ من ہی من میں دونوں کو کوستی ڈائینگ ایریا میں داخل ہو گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

رات میں ان سب کا پلین باہر جا کر آئسکریم کھانے کا بنا تھا۔زنیرہ کی ماں اور خالہ نے جانے سے منع کر دیا لیکن ان کے لیے بھی آئسکریم لے آنا کہنا نہیں بھولی تھیں۔زنیرہ کا بھائی ولی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اور وہ تینوں مال روڈ پر ہی پیدل نکل آئے تھے۔پیدل چلنے کی صلح بانو بی بی نے دی تھی کہ 'ابھی کھانا کھایا ہے تو کھانے کے بعد واک مسٹ ہونی چاہیے' اس کی سنتے ہی رحیم اور زنیرہ نے ماتھا پیٹا تھا۔ڈائیٹ کونشیس لڑکی ان کا بچا کچا وزن بھی کم کروا کر رہتی اگر اور دن یہاں رہتی تو۔بانو کی جسامت زنیرہ سے زیادہ بھری بھری سی تھی۔وہ موٹی بلکل نہیں تھی پر گھر میں ہر مہینے بعد اسے یہ گمان ہونے لگتا تھا کہ وہ موٹی ہو رہی ہے اور ہمیشہ کی طرح اسے سب یہی کہتے رہ جاتے کہ وہ اپنی عمر کے لحاظ سے بلکل ٹھیک ہے پر محترمہ کے دماغ میں جو ڈر بیٹھ جاتا سو بیٹھ جاتا۔

"رحیم لالہ میں بلو کلر والی آئسکریم کھاؤں گا۔"

ولی نے رحیم کی انگلی پکڑ رکھی تھی۔وہ جب آئسکریم پارلر کے سامنے رکے تو گلاس ریک پر سجائے مختلف آئسکریم فلیورز کے رنگ دیکھ کر اسنے اپنے پسندیدہ کلر کی ہی منتخب کی تھی۔

"کون سی؟۔۔اچھا بلیو بیری۔۔اور تم دونوں۔؟"رحیم نے سامنے نظر آتے شیشے پر نسب نیم ٹیگرز دیکھے۔پھر پیچھے موجود زنیرہ اور بانو سے پوچھا۔دونوں نے آلمنڈ کلفہ منتخب کیا تھا۔

"تم لوگ وہاں سامنے بیٹھ جاؤ میں لے آتا ہوں۔" اسنے دونوں لڑکیوں کو پارک میں بنے بینچ پر بیٹھنے کا کہا تو وہ دونوں بنا کچھ کہے مڑ گئیں تھی۔ زنیرہ نے چادر اوڑھ رکھی تھی اور اس کے بلکل برعکس بانو نے دوپٹہ لے رکھا تھا۔ بانو سے چادر نہیں سنبھلتی تھی۔ وہ تو بس اپنی ماں کے کہنے پر خاندان والوں کے سامنے اوڑھ لیتی تھی ورنہ اسے زرا فرق نہیں پڑتا تھا کون کیا کہتا ہے۔ اور پھر یہاں وہ بنا کسی ڈر کے اپنی من مرضی کر سکتی تھی۔ البتہ زنیرہ کو چادر پہن کر گھر سے نکلنے کی عادت ہو گئی تھی۔ گھر میں وہ بس سر پر دوپٹہ کر لیا کرتی تھی۔ دونوں کے مزاج مختلف تھے۔ ایک سُن کر سہنے والی تھی تو دوسری سننے سے پہلے منہ لال کر دینے والی تھی۔

"فائنلی۔۔ آزادی۔!" بانو نے بینچ پر بیٹھتے ہی گہری سانس لی۔

"ایسے کیوں کہہ رہیں۔۔ پہلے قید تھیں کیا کہیں۔؟" اسنے لگے بندھے انداز میں پوچھا تھا۔

"اور نہیں تو کیا۔۔ تمھیں کیا پتہ سالوں اندھیری قید میں رہنے کے بعد جب آزادی کا پہلا سورج سر پر آتا ہے تو کتنا سکون ملتا ہے۔" اسنے سامنے چلتے مناظر پر نظرے جمائی ہوئیں تھی۔

"مطلب۔؟"

اس کی بات زنیرہ کے سر پر سے گزری تھی۔

"مطلب یہ زنیرہ۔۔میری بھولی سی بہن۔جہاں میں رہتی ہوں وہاں کا ہر ایک شخص آپ کی جان کا عذاب ہے۔"اسنے ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے جواب دیا۔

"گھر کی بات کر رہی ہیں۔؟"زنیرہ تھوڑا بہت سمجھ تو گئی تھی لیکن پھر بھی تصدیق کرنا چاہی۔

"گھر؟ایسی جگہوں کو گھر نہیں۔۔قید خانہ کہتے ہیں۔۔جو کئی سالوں سے کھنڈر بنے ہوئے ہوں۔۔جس کی آبو ہوا آپ کو سانس تک نا لینے دے۔۔جہاں آپ کو سکون میسر نا ہو۔جو آپ کا چین چھین لے۔۔ایسی جگہ گھر نہیں کہلاتی زنیرہ۔۔۔جو آپ کی خوشیوں کو نوچ کھائے۔"وہ کسی خواب خیالی کی کیفیت میں بولے گئی۔

"کیسی باتے کر رہی ہیں؟کچھ ہوا ہے کیا۔؟"اسنے اپنا رخ بانو کی طرف کیا۔

"یہ پوچھو کیا کچھ نہیں ہوا۔۔"اس کے لب دھیرے سے مسکراہٹ میں بدلے تھے۔لیکن اس مسکراہٹ میں نا کوئی خوشی تھی نا ہی سکون۔

بانو۔۔! کیا ہوا ہے؟۔۔۔آپ ایسی باتیں کیوں کر رہی ہیں۔؟"وہ بے چین ہوئی۔"

"امی کی حالت تو دیکھی ہی ہو گی تم نے۔۔۔کمزور ہو گئی ہیں بہت۔۔۔پہلے بی جان اور اب نیا(نانی) کے جانے کے بعد خاندان والے ہمیں اپنی جاگیر سمجھنے لگے ہیں۔۔۔جو کہیں گے۔۔۔جیسے چاہیں گے ویسے ہی جینے کو کہتے ہیں۔۔۔نانا بھی اب خاموش رہتے ہیں۔۔۔۔امی کو پھپھو ایک طرح سے فورس کر رہی ہیں کہ میں رضا کے لئے ہاں کہہ دوں۔۔امی کو نہیں معلوم کہ مجھے اس بارے میں پتہ ہے۔۔۔انہیں نیکا(نانا) سے بات کرتے ہوئے میں نے سن لیا تھا۔۔یہ تو امی کا لحاظ ہے ورنہ میں نے اب تک ان سب دوغلے لوگوں کی زبانیں کھینچ لی ہوتیں۔۔تم بہت خوش قسمت ہو زنیرہ تمھارا باپ تمھارے ساتھ ہے۔۔ورنہ میرے باپ نے تو ہمیشہ اپنے سوکالڈ خاندان کے تلوے چاٹتے ہوئے زندگی گزار دینی ہے۔۔وہ کبھی امی کا ساتھ نہیں دے پائیں گے۔اور میری بھولی سی ماں بس امیدوں کی مار کھا گئیں۔۔اور پھر تم تو جانتی ہو امی اور خالہ نے تو پہلے ہی اپنوں کے لئے کتنے آنسو بہائے ہیں۔۔دونوں نے کیا کچھ نہیں کیا ان سب کے لئے۔۔۔اپنا آپ تک قربان کر ڈالا۔۔۔خاموشی سے ہاں میں ہاں ملاتی رہیں۔۔کیا کچھ نہیں سہا۔۔۔لیکن وہ سب اب ایک موت کی طرح ہمارے سر پر کھڑے ہیں۔"بانو روانی سے بول رہی تھی۔زنیرہ پر رشک

بھی کر رہی تھی۔خیال میں اپنی خالہ کو گل اختر جیسے مرد کا سایہ ملنے پر اپنے باپ سے ڈھکے چھپے تلخ الفاظ میں نفرت کا اظہار بھی کر رہی تھی۔زنیرہ یک ٹک اس کے چہرے پر آتے جاتے مختلف احساسات کے رنگ دیکھتی گئی۔

"خیر چھوڑو۔۔میں بھی خوامخواہ موڈ خراب کر رہی ہوں۔۔تم بتاو پھر کیا ڈیسائیڈ کیا۔۔پروجیکٹ کو لے کر۔۔" بات ختم کرنے کے لئے اس نے دھیان بھٹکایا تھا۔وہ زنیرہ کو فضول میں ہی خاندانی سیاست میں گھسیٹنا نہیں چاہتی تھی۔اسے یوں زنیرہ کے سر پر بوجھ نہیں ڈالنا تھا۔اگر وہ کچھ باتوں سے انجان ہے تو انجان ہی سہی۔اسی میں زنیرہ کی بھلائی تھی۔مگر اسے کچھ بہت علم تھا کہ اس کے خاندان والے اچھے نہیں۔اس کی امی اکثر جب ان پر غصہ ہوتیں تو خاندان کو بھی اپنی لپیٹ میں رکھتیں۔لیکن بانو اور اس کی خالہ تو بہت کچھ اپنے سامنے ہوتا دیکھ رہی تھیں۔اگر ان کی جگہ وہ اور اس کی ماں ہوتے تو۔۔وہ اس 'تو' کے آگے نہیں سوچنا چاہتی تھی۔

"کرنا کیا ہے۔۔سویرہ کے تایا کا انتقال ہو گیا ہے وہ کہہ تو رہی تھی کہ جلد ہی آئے گی یونی۔۔ آجاتی ہے تو پھر کام شروع بس۔" اسکی کلاس کو جو سوشل پروجیکٹ ملا تھا اس کا ذکر اس نے بانو سے آج کھانا لگاتے ہوئے کیا تھا۔

"ڈیڈ لائن کب تک کی ہے۔؟"

بانو سامنے سے آتے ولی کو دیکھ کہہ رہی تھی۔اسنے پلاسٹک کی ٹرے میں ان دونوں کی آئسکریم سنبھال رکھی تھی اور دوسرے ہاتھ سے وہ اپنی کھانے کی بھی کوشش کر رہا تھا۔رحیم آس پاس کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔

"ابھی ہیں کچھ ہفتے۔" زنیرہ کی نظر بھی ولی پر پڑی۔

"ہاں تو تمھاری دوست بھی جب تک فارغ ہو جائے گی۔۔پھر تو کوئی مسئلہ ہی نہیں۔" ولی قریب آیا تو بانو نے اس کے ہاتھ سے ٹرے پکڑ لی۔

"اللہ میرے۔۔ولی ساری آئسکریم تم کپڑوں پر گرا چکے ہو۔۔۔۔لالہ کہاں ہیں۔؟"

اس نے پوچھتے ساتھ اپنی چادر سے اس کے کالر اور سامنے دامن پر سے آئسکریم صاف کی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تمھاری آئسکریم مزے کی لگ رہی ہے ولی۔۔زرا چکھاو تو"

بانو نے اپنی آئسکریم کھاتے ہوئے 'ولی کی آئسکریم کو بھوکی نظروں سے دیکھا۔وہ ان کے درمیان بینچ پر چڑھ کر بیٹھ گیا تھا۔بانو کے کہنے پر اسنے بنا کسی ضد کے اپنی آئسکریم اس کی طرف کر دی۔

"مجھے بھی آپ کی اچھی لگتی ہے۔"

اس نے اپنے لبوں پر زبان پھیر کر وہاں لگی آئسکریم صاف کرتے ہوئے بانو کی آئسکریم پر نظریں جمائیں تو وہ ہنس پڑی۔حساب نہیں رکھتے تھے چھوٹے میاں۔ولی اب اپنی آئسکریم زنیرہ کے منہ کے سامنے کیے زنیرہ کی آئسکریم کو للچاتی نظروں سے دیکھنے لگا۔بانو اور زنیرہ کی آئسکریم ایک ہی فلیور کی تھیں لیکن ولی کو دونوں چکھنی تھیں۔اس کی اس حرکت پر بانو ہستی گئی۔زنیرہ نے مسکرا کر سر جھٹکا۔

"تم مجھ سے لے لو مجھے نہیں چاہیئے تمھاری"

زنیرہ نے منہ پر سے چادر ہٹا رکھی تھی۔وہ پردہ نہیں کرتی تھی۔اسے بس اپنی ماں کی دیکھا دیکھی عادت سی ہو گئی تھی۔

"لالہ کہاں گئے ہیں ولی۔۔؟"اس بار بانو نے پوچھا تھا۔

"وہ اس لڑکے کے ساتھ بات کر رہے ہیں۔"دونوں لڑکیاں الجھیں۔

"کس لڑکے کی بات کر رہے ہو؟"

ولی کو اپنے ہاتھ کی ہتھیلی سے منہ صاف کرتے دیکھ'زنیرہ نے دوبارہ اپنی چادر سے اس کا منہ صاف کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

"وہ جو اس دن آئے تھے نا۔۔آپ نے بھی بات کی تھی۔"اس کے بولتے ہی بانو نے زنیرہ کی طرف ابرو اچکائیں۔

"تم کس لڑکے سے بات کرتی رہی ہو؟"وہ آنکھیں چھوٹی کئے زنیرہ کو گھورنے لگی۔

وہ ابھی بانو کی بات کی نفی کرتی کہ ولی نے زنیرہ کی طرف گردن موڑ کر کہا۔""وہی نا۔۔جو رئیس لالہ کا پوچھنے آئے تھے۔

"عبداللہ۔؟"زنیرہ کی زبان بے ساختہ پھسلی تھی۔

اس کی زبان سے ادا ہونے والا یہ نام کتنا عجیب سا لگا تھا۔زنیرہ کو گدگدی سی محسوس ہوئی ۔البتہ بانو اس کے اس طرح کے انداز پر کچھ پل چونکی پھر معنی خیزی سے اسے دیکھنے لگی۔

"ہمم ہمم، عب۔۔اللہ "آئسکریم کے مزے لیتے ہوئے ولی کہ منہ سے 'عبداللہ' ٹوٹ کر ادا ہوا تھا۔

"امممم۔۔۔عبداللہ۔۔"یہ بانو تھی۔عبداللہ کا نام زرا زور دے کر کہہ رہی تھی۔چھینپ کر بیٹھی زنیرہ کو تیکھی نگاہوں سے تک بھی رہی تھی۔

"لالہ کے دوست ہیں۔۔پیچھلے دنوں لالہ کا پوچھنے آئے تھے بس۔"زنیرہ نے کسی بھی قسم کی غلط فہمی دور کرنا چاہی جو بانو کی نظریں ڈھونڈنے کی سعی کرتی اس پر آن ٹھہریں تھیں۔

"تو تم کیوں بے چین ہو رہی ہو"وہ معنی خیزی سے مسکرانے لگی۔

"نہیں تو۔۔میں کیوں بے چین ہونگی۔؟"اس نے پہلو بدلا۔ہاتھ میں پکڑی آئسکریم ولی کو پکڑا دی۔

"کیا وہی ہے۔۔۔"

اسنے سامنے دیکھتے ہوئے سر سے ہی اشارہ کیا تھا۔زنیرہ کا چہرہ خود بخود اس طرف مڑا تھا۔لیکن سامنے کسی کو نا پا کر اسے اندازہ ہوا تو وہ لب کاٹنے لگی۔بانو اسے تنگ کر رہی تھی۔

"کیا بات ہے۔۔"وہ اب آئبرو مٹکا کر اسے گھورنے لگی۔

"کوئی بات نہیں ہے۔۔آپ کیسے الٹے سیدھے سوال کر رہی ہیں۔"وہ نظریں چرانے لگی۔عجیب سا ڈر لگ رہا تھا۔دھڑکن بھی تیز ہو رہی تھی۔سامنے سے رحیم چلتا ہوا قریب آرہا تھا۔بانو نے فلحال بات جانے دی۔لیکن وہ دوبارہ موقع ملنے پر ضرور پوچھے گی،یہ سوچ کر چپ ہو گئی۔اس دوران ولی بھی نگاہیں اٹھائے ان کی باتے سمجھنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔

"چلیں۔۔؟"رحیم نے ہاتھ میں آئسکریم کے دو ڈبے تھام رکھے تھے جسے دیکھتے ہی ولی نے بینچ سے اتر کر پکڑ لیا تھا۔

"جی چلیں۔۔"زنیرہ تیزی سے اٹھ کر آگے بڑھی۔رحیم نے تو نوٹ نہیں کیا پر بانو کو سب سمجھ آرہا تھا۔وہ سب واپسی کے لیے پیدل ہی نکل گئے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

"چل چھیتی کر شیدے۔"(چلو جلدی کرو راشد)

پچھلے کچھ روز سے روقیہ بیگم گاؤں اپنی ماں کے پاس چکر لگانے کا سوچے ہوئے تھیں۔ کئی سال ہوئے انہوں نے مائکے کا رخ نہیں کیا تھا۔ جس پر عبداللہ کی نانی کے شکوے طویل ہونے لگے تھے۔ پچھلی رات انہوں نے سب کو بتا دیا تھا کہ وہ آج جانے کا ارادہ لیے بیٹھیں ہیں۔ راشد کو وہ ساتھ ہی لے جا رہی تھیں۔ چادر کو اپنے گرد لپیٹتے ہوئے وہ پھر سے مخاطب تھیں۔ راشد ماں کی پکار پر کچن سے باہر نکلتا دیکھائی دیا۔ منہ میں اسکے روٹی کا آخری لقمہ تھا ۔ جسے وہ بڑے آرام سے چبا رہا تھا۔ گھر سے نکلنے سے پہلے اسے اچانک بھوک لگ گئی تھی۔ ہینڈ بیگ اٹھائے وہ اب سیدھا باہر نکل گیا تھا۔ چونکہ امین صاحب کی آج کل شوروم میں مصروفیت بڑھ گئیں تھیں اور عبداللہ کی نئی نئی جاب کا مسئلہ تھا' ساتھ اس کے کچھ ہفتوں میں ایگزامز بھی تھے۔ تو وہ دونوں باپ بیٹا نا جا سکے۔ البتہ آج وہ ہالف ڈے کی لیو لے کر گھر ضرور آ گیا تھا۔ تاکہ امی کو خیر باد کہہ سکے۔

"اچھا عبداللہ خیال رکھنا اپنا اور اپنے ابو کا بھی۔۔ دیکھ بھال کر دوائی بھی ٹائم پر دے دینا۔۔ اور وقت نکلے تو تُو بھی آ جانا کچھ دن کے لئے کام سے چھٹی لے کر۔" امین صاحب بلڈ پریشر کے مریض تھے۔ روقیہ بیگم اسی بات پر اسے تاکید کر رہی تھیں اور ساتھ اسے بھی کچھ دنوں تک چکر لگانے کا کہہ رہیں تھی۔ اس کی نانی نے جو زور دیا تھا کہ بچے بھی ساتھ لانا

ورنہ آنے کی ضحمت نا کرنا۔ خیر سے راشد کے تو پر نکل گئے تھے۔اس نے تو شکر ادا کیا تھا کہ گھر کا کام نہیں کرنا پڑے گا۔کچھ دن سکون سے گزارے گا۔

"ٹھیک ہے۔۔آجاؤں گا۔۔ابھی آپ جائیں۔۔ورنہ پہنچتے پہنچتے شام ہو جائے گی۔" وہ رو قیہ بیگم کو گلے لگا کر دروازے کے باہر تک ساتھ لے جانے لگا۔

امی آ بھی جائیں اب۔" راشد نے باہر سے ہی جھنجھلاتی آواز میں ہانک لگائی تھی۔

"دیکھ کر لے جانا۔۔ہوا میں بائیک اڑانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔اور راستے سے پیٹرول بھی ڈلوا لینا۔۔ سمجھ رہا ہے۔؟"عبداللہ اسے ہدایت کرتا چلا گیا۔رو قیہ بیگم راشد کے پیچھے بیٹھ چکی تھیں۔

"ہاں ہاں سمجھ گیا،اب جان چھوڑو"اس کی بات پر رو قیہ بیگم نے پیچھے سے اسکی کمر پر ایک مکہ رکھ کر جڑا تھا۔وہ تلملا کر رہ گیا۔

"اچھا عبداللہ۔۔اللہ کی امان۔"اُسکے جواب دینے سے پہلے راشد بائیک بھگا لے گیا۔

"اللہ حافظ۔" بائیک کو آگے لے جاتے راشد نے زور سے پورے محلے کو سناتے ہوئے کہا تھا۔اسنے بے ساختہ سر نفی میں ہلایا۔بندر کہیں کا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شام کا کھانا اس کی امی بنا کر گئی تھیں لیکن اگلے روز سے اسنے کام سے سیدھا گھر آنے کا فیصلہ کیا۔اسنے ایک دو دن گیراج نا جانے کا سوچا تا کہ شام کے لئے کھانے کا انتظام کر سکے۔ابا اس کے شوروم سے آج کل تھوڑا لیٹ آرہے تھے۔کافی دنوں سے کسٹمرز بڑھ گئے تھے تو وہ خاصہ مصروف ہو گئے۔اس نے نہا دھو کر کپڑے بدل لئے۔ گرے رنگ کی شلوار کمیز ڈالے وہ کچن میں کھڑا اب سبزی کاٹ رہا تھا۔ گوبی گوشت بنانے کے لئے اس نے آتے وقت سب لے لیا تھا۔سالن وغیرہ سے فارغ ہو کر وہ روٹیاں رات کو ہی ہوٹل سے لینے نکل گیا۔مال روڈ پر ہی بنے ایک تندور والے کے یہاں سے اسنے تین روٹیاں لیں۔وہ ابھی واپس جاتا کہ دفعتاً رحیم کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی۔اس نے سر اٹھا کر سامنے دیکھا تو رحیم اور رئیس کا چھوٹا بھائی اسی کی طرف چلے آرہے تھے۔ہاتھ میں رحیم نے آئسکریم والی ٹرے پکڑ رکھی تھی۔ جبکہ ولی اس کی انگلی پکڑے سیدھے ہاتھ سے اپنی آئسکریم کھانے میں مصروف تھا۔

"سلام۔۔کیسے ہیں۔؟"اسنے ہاتھ ملایا۔عبداللہ بائیک پر ہی بیٹھا رہا تھا۔

"سلام"۔ولی نے بھی دیکھا دیکھی اپنا آئسکریم سے بھرا ہاتھ اس کے آگے کیا تو اس نے مسکرا کر ہاتھ بڑھا دیا۔ساتھ ہی اس کے لال پھولتے گال نرمی سے کھینچے تھے۔

"کچھ لے جا رہے ہیں؟"رحیم نے ایک نظر اس کے ہاتھ میں پکڑے شاپر پر ڈالی۔

"ہاں روٹیاں ہیں۔۔۔اپنے لئے "

"خیریت۔۔کیوں؟۔۔آنٹی کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔۔؟"رحیم تھوڑا فکر مند ہوا۔

"ہاں۔۔کچھ نہیں ہوا۔۔امی اور راشد گاؤں گئے ہوئے ہیں۔۔ابو اور اپنے لئے لینے آیا تھا۔"اس نے سر نفی میں ہلا کر رحیم کی پریشانی دور کی۔ولی دونوں کو نگاہیں اٹھا کر وقفے وقفے سے دیکھتا اور سنتا جا رہا تھا۔

"یار کمال کرتے ہیں۔۔مجھے بتا دیتے۔۔میں بندوبست کر دیتا۔۔"اس نے ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے کہا تو عبداللہ مسکرانے لگا۔

"ولی یہ لے جاؤ میں آ رہا ہوں تھوڑی دیر تک۔"اس نے پگھلتی ہوئی آئسکریم کو دیکھ کر ولی کو لے جانے کا کہا۔وہ فوراً اٹھرے تھامے آرام آرام سے پیچھے کو مڑ گیا تھا۔زنیرہ اور بانو پیچھے

پارک میں تھیں تو وہ چھوٹی روڈ کی فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے جانے لگا۔رحیم کو جب تسلی ہوئی کہ وہ پہنچ گیا ہے تو اس نے واپس عبداللہ کی طرف چہرا موڑ لیا۔وہ بائیک اسٹارٹ کر چکا تھا۔

"کوئی بڑی بات نہیں ہے۔۔۔امی نے ماشااللہ سگھڑ بیٹا پیدا کیا ہے۔"اسنے خود کو داد دی۔

"لڑکوں کے لئے کب سے سگھڑ جیسے الفاظ استعمال ہونے لگے؟"اسنے اپنے ٹراوزر کی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے مسکرا کر کہا تھا۔

"آج ہی سے۔۔تو نے کبھی ٹرائے نہیں کیا؟۔۔قسم سے گھر میں چوبیس سو گھنٹے تعریفیں ہوتی ہیں۔۔۔آزما کے دیکھ لے۔"لبوں پر اس کے شرارتی سی مسکان تھی۔اس کی بات پر رحیم ہنسا۔

"نہیں میں مفت کی تعریفیں افورڈ نہیں کر سکتا۔"عبداللہ اب اس کی بات پر ہنستا گیا۔

"چل نکلتا ہوں۔۔۔ابو آ گئے ہوں گے"اس نے ہیلمٹ سر پر چھڑھایا۔

"اچھا کل کچھ نا بنانا میں گھر سے آپ کے لئے لے آؤں گا۔۔ "

نہیں رہنے دے۔۔اتنی تکلیف نا اٹھا۔۔میں کر لوں گا۔۔دو ہی تو ہیں ہم باپ بیٹا۔" "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

رحیم اب کہاں یہ تکلف کرتا پھرتا۔عبداللہ بچہ تھوڑی تھا اور پھر یوں اچھا بھی نہیں لگتا۔اس نے منع کرنا چاہا تو وہ نفی میں سر ہلاتا گیا۔

"یار کبھی تو سن لیا کریں۔۔کل لے آوں گا خود میں۔۔بلکہ جب تک آنٹی نہیں آجاتی۔۔کوئی مسئلہ ہی نہیں۔"عبداللہ تو اسے ایک روز کے لئے منع کر رہا تھا اور وہ آگے کا منسوبا بھی کھڑے کھڑے بنا بیٹھا تھا۔

"تو پاگل ہے۔۔بولا تو ہے اسکی ضرورت نہیں۔"اسنے مصنوئی غصہ کیا۔

"اچھا پھر کل تو لانے دیں۔۔"اس نے راضی کرنا چاہا۔

صرف کل۔۔کل کہ بعد مجھے تو کہیں دِکھا تو ماروں گا پکڑ کر۔""

پٹھان سے دوستی کی تھی تو انجام ایسے ہی ہونے تھے۔یہ ہمدرد،زندگی بھر نبھا کرنے اور ٹوٹ کر محبت لٹانے والی قوم تھی۔اسی خیال کے تحت اسے رئیس بہت شدت سے یاد آیا تھا۔کتنے دن ہوئے اس نے پھر دوبارہ رئیس کو کوئی میسج یا کوئی کال نا کی تھی۔وہ وقت دینا چاہ رہا تھا پر رئیس کی مسلسل خاموشی سے وہ خود بے چین بھی بہت ہو رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہاں دیکھ لیں گے۔۔فی امان للہ۔"ڈھیٹ تھا رحیم بھی۔اس سے پہلے عبداللہ کچھ کہتا وہ اسے پہلے ہی رخصت کئے پیچھے مڑ گیا۔عبداللہ نے بے اختیار سر جھٹکا تھا۔

اس رات منع کرنے کے باوجود رحیم پیچھے نہیں ہٹا۔اسے لگا تھا کہ رحیم اس کی بات مان جائے گا۔لیکن اس سر پھرے اور اڑیل انسان نے جیسے روز شام کو اب اس کے گھر ڈیرا جما لیا تھا۔عبداللہ کے لاکھ منع کرنے اور ڈانٹنے کے باوجود وہ روز اپنی ماں۔خالہ یا دونوں لڑکیوں سے کچھ نا کچھ بنوا کر اس کے گھر پہنچ جایا کرتا تھا۔امین صاحب نے بھی اپنی سی کوشش کئے اسے روکنا چاہا تھا۔لیکن وہ اپنی من مانی کرتا رہا۔ایک روز عبداللہ کے دھمکانے پر وہ شام ڈھلنے سے پہلے ہی دروازے پر کھڑا تھا۔عبداللہ نے اپنا ماتھا پیٹتا رہ گیا۔اس سے بحث کرنا عبداللہ کو بھینس کے آگے بین بجانے کے برابر لگا تو وہ تنگ آ کر اس پر ہنسا تھا۔ابھی بھی وہ کھانا شام ڈھلنے سے پہلے لے آیا تھا۔امین صاحب ابھی گھر نہیں آئے تھے تو عبداللہ نے فلحال کھانا ڈھک کر کچن میں ہی رکھ دیا تھا۔رحیم صحن میں پڑی چارپائی پر چت لیٹا کھلے آسمان کو تک رہا تھا۔اس نے سر کے نیچے بازو دے رکھا تھا اور ٹانگ پر ٹانگ چھڑھا رکھی تھی۔کچھ راشد کے گھر نا ہونے کا بھی خوب فائدہ اٹھایا جا رہا تھا۔عبداللہ آج واپسی پر چونکہ گیراج سے وہاں پرانی کھڑی گاڑی کا سامان لے آیا تھا تو وہ اسی کی جانچ پڑتال میں مگن تھا۔اسنے کالے ٹراوزر پر

موٹی بنیان ڈال رکھی تھی۔اس کے چوڑے شانے اور مظبوط بازو با آسانی واضع ہو رہے تھے۔ہاتھ ماتھے اور ٹھوڑی پر پرزوں کی صفائی کرتے وقت گریس کے کالے دھبے لگے دیکھائی دیتے تھے۔

"میں سوچ رہا تھا۔۔کیوں نا اپنی سالگرہ پر اس بار چھوٹی سی دعوت رکھوں۔"رحیم نے لیٹے لیٹے ہی بات چھیڑی۔

"کس دن۔"عبداللہ کا دھیان مکمل سامنے رکھے پرزے پر تھا۔اس نے بنا اس کی طرف دیکھے پوچھا۔

"اگلے بدھ کو۔۔آپ کو کبھی یاد رہی ہے میری سالگرہ۔؟"اسنے شکوہ کیا۔

"ہاں تو ایک معمولی سی سالگرہ ہی ہے۔۔ناراض بیویوں کی طرح شکوے کیوں کرتا ہے۔۔

"عبداللہ نے ہاتھ میں پکڑا صفائی والا کپڑا جھاڑ کر اس پر طنز کیا تھا۔رحیم کہنی کے بل ہو کر بیٹھا۔

"آپ کو بہت تجربہ ہے؟۔۔۔ایک آدھ کہیں چھپا تو نہیں رکھی۔"اسنے مشکوک نظروں سے اُسے دیکھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"فضول نابول۔۔تیری حرکتیں کسی بیوی سے کم نہیں۔"اب بھی بنا رحیم کی جانب دیکھے جواب آیا۔

"خیر چھوڑیں یہ سب۔۔آپ بتائیں آئیں گے؟"

"کہاں۔؟"وہ اٹھ کر اب گاڑی کے اس پرزے کو واش بیسن کے پاس لے آیا۔

گھر پر۔۔اور کہاں۔؟ """

تو گھر بلا رہا ہے۔؟"اس نے رحیم پر نگاہ ڈالی۔"

"اور نہیں تو کیا۔۔ہفتہ پہلے دعوت دے رہا ہوں۔۔ایسے سامنے سے وہ بھی۔"احسان کیا جا رہا تھا جیسے اتنی جلدی دعوت دے کر۔عبداللہ ہنسا۔

"نہیں۔۔مجھے بہت کام ہیں اور بدھ سے میرے ایگزامز بھی ہیں۔۔تو زندہ رہا تو اگلے سال ہی سہی"عبداللہ کے ماسٹرز کے پیپرز کا آغاز بھی اسی دن تھا۔اسنے سرے سے منع کیا تو رحیم چارپائی سے اٹھ گیا۔

"یار رات کی دعوت ہو گی۔۔میں کہاں آپ کو صبح فجر کے وقت بلا رہا ہوں۔۔کبھی تو مان جائیں۔"اسنے منہ بنایا۔

"پچھلے ایک ہفتے سے مان ہی تو رہا ہوں بھئی۔۔"عبداللہ نے ہاتھ میں کوئی بیٹری پکڑ رکھی تھی۔وہ اس کی تاروں سے چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے رحیم کو لگاتار منع کرنے کے باوجود کھانا لانے پر چوٹ کر رہا تھا۔

"آخری بار مان جائیں۔۔بس لاسٹ ٹائم۔۔"وہ اس کے پاس آکر پنجوں کے بل بیٹھا۔کسی معصوم بچے کی طرح ضد کرتا ہوا۔عبداللہ نے اس کو یوں ہی دیکھتے ہوئے مسکرا کر سر جھٹکا۔اس پل اسے رئیس پھر بڑی شدت سے یاد آیا تھا۔

"وقت ملا تو دیکھوں گا۔"اس کا 'دیکھوں گا' رحیم اچھے سے سمجھتا تھا۔بندہ سیدھے منہ کہہ دے کہ نہیں آونگا جو کرنا ہے کرلے پر وہ کہاں سیدھے طریقے سے ہاں یا ناں کہنے والا تھا۔رحیم نے ناک چڑھائی۔پھر اٹھ کھڑا ہوا۔وہ اب بھی مکمل اپنے کام پر متوجہ تھا۔

"جا رہا ہوں پھر۔۔انکل کو سلام کہنا۔"عبداللہ نے بنا دیکھے ہی اسے اللہ حافظ کہا پھر کچھ یاد آنے پر اسے پکارا۔

کل مت آنا۔۔میں کچھ کام سے شوروم چلا جاؤں گا۔۔رات دیر ہو جائے گی۔""

رحیم پر نظر کیے اسنے بتایا۔البتہ وہ ناراض لڑکیوں کی طرح بنا'ہاں ہوں' کے نکل گیا تھا۔عبداللہ ایک نظر بند دروازے کو دیکھ کر ہنسا۔ڈرامے پال رکھے تھے اس نے بھی۔خیر سے راشد کی کسر پوری کی جارہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

گزشتہ دو راتوں میں دوبارہ اس کے ساتھ پھر کوئی واقعہ پیش نا آیا تھا۔اس نے وہ پہلی رات بھی سوتے جاگتے گزاری تھی۔ذہن میں بہت سی سوچیں اور بہت سے خدشے اس کو عجیب الجھن اور کشمکش میں ڈال رہے تھے۔وہ یقین کرنے لگا کہ یہ سب اس کا وہم ہی تھا۔'وہ' اس کے سامنے حقیقت میں نہیں تھا۔پھر اس طرح سے اس کو کیوں دکھا؟شاید اس لئے کہ وہ بہت سوچ رہا ہے اُسے؟یا پھر ان سب سے بھاگتے بھاگتے ذہنی طور پر پاگل ہونے لگا ہے۔تمام تر سوچیں اور یادیں اس کے گلے کا کہیں پھندا تو نہیں بن جائیں گی۔؟سوچیں جو اس کو کئی عرصے سے چین نہیں لینے دیتی تھیں۔جن یادوں کا اصل اس کے دل و دماغ کو جکڑ لیتا تھا۔وہ جتنا ان سے بھاگ رہا تھا۔یہ سب اس کو اتنا ہی بیمار کر رہے تھے۔اگر جو انسان کے بس میں آجائے کہ وہ اپنے دماغ کے ہر اُس حصے کو ٹرن آوف کر دے جو یادیں۔

سوچیں۔ گزرے ہر لمحات۔اپنوں کے تلخ اور سخت رویے' کو ہر نئے موڑ پر ایک نئے سرے سے آنکھوں کے سامنے لا پھینکتے ہیں' تو شاید کبھی کسی ذہنی اور دلی بیماری کا شکار نا ہونا پڑے۔ لیکن یہ حقیقت تھی، ہے اور رہے گی، یہ زندگی کہاں کسی کے لئے اچھا وقت اور لوگ چنتی ہے؟ یہ آپ کو اس ڈگر پر لا کر پٹختی ہے جدھر آپ کے جسم کے ہر اوضا گونگے ،اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں۔ جہاں سے خود کو بچاتے بچاتے انسان ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اسی فیز سے رئیس بھی تو کتنے عرصے سے گزر رہا تھا۔ قدم پھونک پھونک کر رکھتا ہوا۔اس ایک لمحہ کا انتظار کرتا ہوا جہاں دو پل کے لئے ہی سہی پر وہ سکون کی لمبی نیند ہی سو سکے۔

کلاس اوف ہونے کے بعد وہ یونی کے مین گراؤنڈ میں ایک درخت کے نیچے بنے لکڑی کے بینچ پر آ بیٹھا۔اِدھر اُدھر دو لمبی بینچ تھیں جن کے بیچ جڑی لکڑی کی میز سی تھی۔اسنے ہاتھ میں پکڑی بک سامنے رکھی اور بیگ کھول کر نوٹ بک نکالنے لگا۔آج کچھ میتھس کے سوال سر نے اس کی کلاس کو حل کرنے کے لئے مارک کروائے تھے۔رئیس اسی کام میں جٹ گیا۔وہ اکیلا بیٹھا تھا۔احمد سے اب وہ تھوڑا دور دور رہنے لگا تھا۔ایک وجہ احمد خود تھا اور دوسرا وہ لڑکی جیسیکا۔وہ اب خود کو ان سب سے الگ کرنا چاہتا تھا۔چار سال کے دوران احمد کے ساتھ رہتے ہوئے وہ اپنے زندگی کے مقصد سے دور ہو گیا تھا۔اس دوران خود کو اپنے ماضی سے دور

کرنے کی سعی بھی کرتا رہا تھا لیکن کچھ ہاتھ نا آیا تھا۔وہ گھوم پھر کر اب بھی وہیں کھڑا تھا۔ لیکن اب احمد کے ساتھ مزید کوئی دوستی نہیں رکھنی تھی۔اسے خود کو ضائع نہیں کرنا تھا۔وہ خود پر رحم کرنا چاہتا تھا۔ہاں۔۔ایک کوشش ہی سہی۔ مگر خود پر رحم چاہتا تھا۔

وہ ابھی کام میں جٹا ہی تھا کہ اس کے سامنے کوئی آ بیٹھا۔اسنے سر اٹھا کر دیکھا۔وہ اس کی کلاس میں پڑھتا تھا۔ چھوٹی گہری بھری سی داڑھی والا نوجوان تھا۔رئیس سے قد میں تھورا بڑا لگتا تھا۔رئیس کے دیکھنے پر اسنے مسکرا کر سر خم کرتے ہوئے سلام کیا تو رئیس جوابً مسکرایا اور واپس اپنی نوٹ بک پر متوجہ ہو گیا۔سامنے بیٹھے لڑکے کا فون بجا تو رئیس نے ایک نظر اس پر پھر ڈالی۔اس لڑکے نے شرمندگی سے سوری کہہ کر فون کان سے لگایا اور اٹھ کر ایک دو قدم آگے کھڑا ہو گیا۔ ہلکی سی آواز اب بھی رئیس کو سنائی دے رہی تھی۔وہ فارسی میں بات کر رہا تھا۔رئیس کو پہلے زبان سمجھ نا آئی لیکن کچھ الفاظ اردو زبان میں کہے جانے والے سنے تو اسے اندازہ ہوا۔

سوری بردر۔! فیملی۔""

چہرے پر اسکے ہلکی مسکراہٹ تھی۔وہ معازرت کرتے ہوئے انگریزی کے بس تین بول ہی کہہ سکا۔رئیس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"کوئی بات نہیں۔"

دونوں واپس کام میں جٹ گئے۔اس دوران دونوں نے مزید ایک دوسرے کو مخاطب نہیں کیا تھا۔کچھ وقت مزید گزرا تو اس کے پاس احمد دھپ سے آکر بیٹھ گیا۔ساتھ اس کے باقی سب لڑکے بھی تھے جن سے اس نے پارٹی میں ملاقات کی تھی۔جیسیکا کا نام و نشان تک نہیں تھا۔

کیا پڑھ رہے ہو۔؟ چلو کچھ کھانے چلتے ہیں۔۔۔یہ سب تو بعد میں بھی ہوتا رہے گا یار""

اس نے رئیس کے کندھے پر اپنا بازو رجمالیا۔وہ تھوڑا نا محسوس طریقے سے کھسک کر دور ہوا تھا۔سامنے بیٹھے لڑکے کے ساتھ احمد کے دوست پھیل کر بیٹھے تو وہ لڑکا جھینپ کر بیٹھا دیکھائی دیا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"نہیں۔۔کل کوئز ہے اسی کی تیاری کر رہا ہوں۔"صفائی سے جھوٹ بولا گیا تھا۔اس لڑکے نے بے ساختہ رئیس کو دیکھا۔رئیس کی نظروں کا مفہوم سمجھتے ہوئے اس نے سنبھل کر منہ اپنی کتاب میں گھسا ڈالا۔

"ابھی پورا دن اور رات پڑی ہے۔۔بہانے تو اچھے بناؤ۔"اسنے پینٹ کی جیب سے سگریٹ اور لائٹر نکال لیا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے، تم کھالو ان کے ساتھ جا کر"

رئیس نے جان چھڑانی چاہی۔اشارے سے سامنے بیٹھے احمد کے دوستوں کو لے جانے کا کہا۔

"کھانا سامنے دیکھو گے تو بھوک خود ہی جاگ جائے گی۔۔چلو یار۔"احمد نے سگریٹ کا کش لے کر سامنے بیٹھے لڑکے کی طرف دھواں اڑایا۔وہ بے اختیار کھانستا چلا گیا تھا۔احمد اس لڑکے کا سگریٹ دیکھ کر منہ بنا کر پھیر نا دیکھ چکا تھا۔اسنے کمینگی سے اس کی حالت کا مزہ لینا چاہا تھا۔وہ لڑکا جونئر تھا نا اور تھوڑا نرڈ ٹائپ بھی لگتا تھا اور ایسوں کو احمد جانے نہیں دیتا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"چلو چلتے ہیں۔" رئیس کو غصہ تو بہت آیا اس کی حرکت پر لیکن فلحال تماشہ بنانا ضروری نا سمجھا۔اسنے احمد کو خود ہی اس لڑکے سے دور کرنے کے لئے اٹھتے ہوئے کہا۔ریگینگ اور بدتمیزی میں رئیس نے احمد کی ہر حد دیکھ رکھی تھی۔بیگ اور بک اٹھا کر وہ اسے لئے نکل گیا۔ البتہ وہ لڑکا اب بھی کھانس رہا تھا۔

کینٹین کی طرف جاتے ہوئے رئیس نے شدت سے دعا مانگی تھی کہ کچھ ہو جائے اور وہ احمد اور اس کے دوست کے ساتھ نا جا پائے۔اسے زبردستی ان سے کسی قسم کا روایتی تعلق اب نہیں رکھنا تھا۔اسی سوچ میں ابھی وہ مکمل غرق ہوا ہی تھا کہ یکلخت اس کی نظر سامنے کھڑے لڑکے پر پڑی۔آج 'وہ' اس کے سامنے یہاں تک آ گیا تھا؟۔رئیس کے قدم تھمے۔آنکھوں کی پتلیاں تھوڑا پھیلیں۔لب واں ہوئے تو سانس پھر اکھڑنے لگی۔اور وہ سامنے کھڑا ہاتھ ہلا کر مسکرا رہا تھا۔آج اس نے کوئی کالج کا یونی فارم ڈال رکھا تھا۔اس بھیڑ میں بھی کھڑا وہ بہت پر سکون سا تھا بلکل ساکن جھیل کی مانند۔خاموش اور پر فشاں سا۔جبکہ رئیس اس کے برعکس جیسے کسی گہرے پانی میں کھڑا بے چین ہوتا گیا۔بیگ پر ہاتھ کی گرفت سخت ہوئی تھی۔اس موسم میں بھی رئیس کو ٹھنڈے پسینے آنے لگے۔یکایک اس کی نظروں کے سامنے سے اسٹوڈنٹس کا جمے غفیر گم سا ہو کر ایک خالی میدان بن گیا۔جہاں رئیس اور 'اُس' کے علاوہ

کوئی تیسرا نا تھا' سوائے بہت سی آوازوں کے۔ آپس میں گڈ مڈ ہوتے۔ جنہیں وہ سن سکتا تھا۔ اسے یہ گڈ مڈ ہوتی آوازیں پریشان کرنے لگیں۔ سامنے وہ اب بھی کھڑا بہت نرمی سے مسکرا کر مسلسل رئیس کو دیکھ رہا تھا۔ رئیس اس پر سے نظرے ہٹانا چاہتا تھا۔ لیکن بے سود۔ اچانک اسے آہستہ سے اپنے نام کی پکار کئی بار سنائی دینے لگی۔ لیکن سامنے کھڑا لڑکا تو چپ تھا۔ نا لب ہل رہے تھے نا وہ اس کے قریب آرہا تھا۔ بس مسکاتے ہوئے اسے تکتا جا رہا تھا۔ آوازوں اور پکار کا شور و غل ایسا معلوم ہوتا تھا مانو وہ بھیڑ میں موجود ہو۔

"رئیس۔۔ کیا ہو گیا ہے۔۔ طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔۔ یہ اچانک کیا ہوا۔" احمد چونکہ اس سے آگے چل رہا تھا تو کچھ پل رئیس کو قریب نا پا کر اسنے مڑ کر دیکھا۔ رئیس کو آنکھیں پھیلائے۔ کانپتے وجود کے ساتھ سامنے اپنی سیدھ میں بغور دیکھتے پایا۔ اس نے رئیس کو آواز لگائی۔ کئی بار۔ مگر رئیس کو ہنوز خاموش پا کر وہ قریب آکر اسے کندھے سے ہلا کر پکارنے لگا تھا۔ کچھ نا بنی تو اسنے رئیس کو پھر سے کندھے سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔ رئیس کا سکتا ٹوٹا۔ وہ وے وی بالوں والا لڑکا ہوا کے جھونکے کی طرح اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

"کیا ہوا بھئی۔۔پسینے کیوں چھوٹ رہے ہیں۔۔طبیعت ٹھیک ہے؟"احمد نے دوبارہ پوچھا تو وہ خواب خیالی کی کیفیت میں اسے دیکھنے لگا، جیسے اسے نہیں جانتا ہو۔پھر یوں کچھ دیر چپ رہنے کے بعد سنبھل کر بولا۔

"کچھ نہیں۔۔آج تھوڑا تھک گیا ہوں۔۔ریسٹ کروں گا تو بہتر فیل کروں گا۔۔تم ایسا کرو باقیوں کے ساتھ چلے جاو'میں بس اب واپس جاتا ہوں۔۔"رئیس یہ کہتے ہی وہاں سے نکل گیا تھا۔بنا احمد کے پیچھے سے پکارنے پر کوئی جواب دیے۔رئیس کو اگرچہ محسوس نا ہوا ہو پر آج وہ وے وی بالوں والا لڑکا اس کی نامحسوس طریقے سے احمد سے دوری بڑھانے میں مدد کر چکا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

ان دنوں وہ پروجیکٹ کو لیکر مصروف رہی تھی۔سویرہ نے بھی اب یونی واپس جوائن کر لی تھی۔جس کے تحت انہوں نے اپنے نام پروجیکٹ گروپ کی فہرست میں فوراً لکھوا دیے تھے۔بانو بھی آج کل اپنے آن لائن ہونے والے مڈز کو لے کر مگن ہو گئی تھی۔اسی دوران رحیم ہر آئے دن ان کی نظروں کے سامنے سے اپنے کسی 'دوست' کے لئے شام کو ایک

پوری ٹرے سجائے کھانے کی لے جانے لگا تھا۔ایک روز ان دونوں نے اسے پکڑ لیا۔دونوں کو زنیرہ کی ماں نے ایک دو دن سے اسی کام پر جو لگا رکھا تھا۔ورنہ یا تو الفت بنا دیتی تھی یا بخت خود۔

"تم کیا آئے روز منہ اٹھا کر کھانا بنوانے آ جاتے ہو؟ وہ بھی اتنا سارا؟" بانو نے ہاتھ میں پکڑا چمچ اس کے آگے ہلا ہلا کر کرخت کر کہا۔

"تم سے مطلب؟۔۔اور یہ چمچ دور رکھو زرا۔۔" وہ کچن کی سلیب پر چڑھ کر بیٹھا ہوا تھا۔

"میری تو بس ہو گئی ہے لالہ۔۔۔۔ہفتہ ہو گیا۔۔آپ کے اس دوست کی امی نہیں آئیں واپس؟؟۔۔مجھے پروجیکٹ کو لے کر ڈسکشن بھی کرنی ہے دوستوں سے۔۔سارا وقت لگ جاتا ہے اس میں۔"

زنیرہ کا منہ لٹکا ہوا تھا۔ صبح ہوتے ہی اس کی امی ایک لمبی فہرست تھما دیتی تھیں کہ آج کیا بنا کر لے جانا ہے رحیم نے اپنے دوست کے لیے۔

"توبہ کرو۔۔ایک بچارے مظلوم کو کھانا بھی کھلا رہی ہو اور باتیں بھی کر رہی ہو دونوں۔۔"

اسنے لتاڑا۔عبداللہ اگر اپنے لیے استعمال ہونے والے ایسے بیچارے والے الفاظ سن لیتا تو رحیم کو زمیں میں گاڑ دیتا۔رحیم کی بات پر البتہ بانو کا ہانڈی میں چلتا ہاتھ رکا۔

"پیٹ میں درد پڑے۔۔"اس کا کہنا تھا کہ رحیم نے آنکھیں دکھائیں۔

"تمھارے بھئی۔"

اس نے جملہ مکمل کیا۔زنیرہ کھسیانی انداز میں ہنستی چلی گئی تھی۔

"لالہ آپ بھی کیسی باتے کرتے ہیں۔۔۔ہم کیوں نظر لگائیں گے۔"اسنے مسکراتے ہوئے بانو کو شرارتی نظروں سے دیکھا۔

"تم دونوں ہاتھ چلاؤ۔۔زبان نہیں۔"وہ سلیب سے اترتا۔انہیں جھڑکتا۔کچن سے باہر نکل گیا۔

"ناجانے کون سا دوست ہے۔۔بلکہ یوں کہو۔۔دوست کم محبوب زیادہ۔۔لاڈ ہی ختم نہیں ہو رہے۔"بانو بڑبڑانے لگی۔

"مجھے تو انکی حرکتیں مشکوک لگ رہی ہیں۔۔تیور ہی الگ ہیں آج کل لالہ کے۔"

زنیرہ نے بھی اس کی بات کو بڑھاوا دیا۔وہ کھڑی سلاد رائیتے کے لیے کھیرے کاٹ رہی تھی۔بیف پلاؤ کے ساتھ آلو کی سبزی بنائی تھی دونوں نے۔گھر کے لئے بھی اسی میں سے آجکل بن رہا تھا۔

شکل نہیں ہے اس انسان کی ایسی جو حرکتیں مشکوک لگیں۔۔پکا اس کا دوست ہی بھوکڑ ہے۔"بیچارہ 'دوست' کہاں آکر پھنس گیا تھا۔ "

"مینیو بھی لگتا ہے خود ہی ڈیسائیڈ کرتے ہونگے لالہ کے دوست۔۔۔اتنی ورائیٹی تو ہمیں کبھی نہیں ملی آج تک کسی دوست سے۔۔"زنیرہ نے پھر سے اس کا ساتھ دیا۔اب دونوں کیا جانے ماجرہ ہی الٹا تھا۔بیچارہ عبداللہ تو خوام خواہ ان دو عورتوں کی ہائے کا سبب بن بیٹھا تھا۔ پھر اسی طرح مزید ایک آدھ ہفتہ کبھی بانو اور زنیرہ کھانا بناتے تو کبھی اس کی ماں اور خالہ۔جب جب ان کے متھے یہ کام آتا تو عبداللہ کے سر پر طویل طعنوں اور دہائیوں کا سایہ منڈلاتا رہتا تھا۔

ادھر عبداللہ نے اس کے لاکھ منتوں ترلوں کے بعد جمعرات کو آنے کی دعوت قبول کر لی تھی۔بدھ کو چونکہ اس کا پیپر تھا تو اس نے صفائی سے انکار کر دیا تھا۔رحیم نے اسے آج

مغرب کے بعد کا وقت دیا تھا۔ایک رات پہلے اسنے اپنے ابا کو اطلاع بھی کر دی تھی۔اسنے کالے کلر کی ٹی شرٹ پر کریم کلر کی فارمل پینٹ پہن رکھی تھی۔بازو کہنی تک فولڈ کر رکھے تھے اور بال پیچھے کی جانب سیٹ کیے ہوئے تھے۔جن میں سے کچھ بہت بال اب بھی ماتھے پر آ ٹھرے تھے۔راستے سے اس نے کچھ سوئیٹس بھی خریدی تھیں۔وہ نکلنے سے پہلے رحیم کو میسج پر اطلاع بھی کر چکا تھا۔پہلی بار رئیس کے گھر جا رہا تھا تو تھوڑا نروس تھا۔پٹھان فیملیز ریزو قسم کی تھیں۔رئیس نے بھی کبھی اسے گھر تک کی دعوت نہیں دی تھی۔وہ بس باہر باہر ہی سارے معاملات نمٹایا کرتا تھا۔عبداللہ کو صرف رئیس کا باپ ہی جانتا تھا۔رحیم نے جب اسے گھر کی دعوت دی تھی تو وہ ٹھٹکا تھا تبھی منع کرنا چاہا تھا پر رحیم نہایت ہی ڈھیٹ انسان معلوم ہوا تھا۔

اس نے پہنچتے ہی دو تین بار بیل بجانے سے پہلے واپس جانے کا ارادہ بھی کیا۔پہلی بار جو اس طرح سے آیا تھا۔اس نے پھر سر جھٹک کر بیل بجائی۔دوسری بار بجانے سے پہلے ہی رحیم نے دروازہ کھول دیا۔وہ عبداللہ کو لئے سیدھا لاونج میں آیا۔

Clubb of Quality Content

"باقی سب نہیں آئے اب تک۔"اسنے ایک نظر خالی خاموش گھر پر ڈالی۔اسے لگا وہ منہ اٹھائے شاید جلدی آگیا ہے۔

کون باقی؟۔۔اور کس کو بلانا تھا؟"وہ اور عبداللہ لاونج میں پڑے صوفے کے پاس ہی کھڑے تھے۔"

"باقی دوست وغیرہ۔۔اور کون۔؟"عبداللہ کے ماتھے پر بل نمایا ہوئے۔

"نہیں یار۔۔آپ کے علاوہ میرا کوئی دوست نہیں ہے"

اسنے معصوم چہرا بنا کر جھکے سر سے کہا تو عبداللہ کو رج کر اس پر غصہ آیا تھا۔

"کیا فضول باتیں کر رہا ہے۔۔تو پاگل تو نہیں ہے؟"وہ اب بھی کھڑا ہی تھا۔اسنے بھنویں سکیڑتے ہوئے تنگ ہو کر کہا۔

یار مزاق کر رہا ہوں۔۔آتے ہوں گے باقی بھی۔۔بیٹھ جائیں۔" "

اسنے شرارتً مسکرا کر عبداللہ کو بیٹھنے کا کہا تھا۔عبداللہ نے بنا لحاظ کہ اس کے سر پر ایک رسید کی۔

"ایسے مزاق تجھے مبارک۔۔زلیل انسان۔" وہ صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔البتہ رحیم سر مسلتا ہنستا ہوا دوسرے صوفے پر آ بیٹھا۔

"خیر یہ بتائیں گفٹ کہاں ہے میرا؟۔۔آج تو کچھ سپیشل ہو گا۔۔"اسنے سامنے رکھی عبداللہ کی لائی مختلف سوئیٹس پر نظر ڈال کر شوخی سے پوچھا۔

ہاں۔۔اسپیشل تو ہے۔" وہ صوفے پر پھیل سا گیا۔"

اسنے پیروں کو اوپر کرتے ہوئے اپنا ہاتھ اسکے آگے بڑھا دیا۔"تو لائیں۔۔دیں۔"

"تجھے اتنا بڑا اور اسپیشل گفٹ نظر نہیں آ رہا۔؟"عبداللہ نے اوپر سے نیچے تک خود پر انگلی اٹھا کر اشارہ کیا تھا۔رحیم کا تو منہ ہی کھل گیا۔

"یار یہ کیا مزاق ہے" وہ جھنجھلایا۔

"کوئی مزاق نہیں ہے۔۔تجھے مجھ سے کچھ زیادہ ہی پیار ہے اب بھگت۔۔دوست نہیں ہیں نا تیرے میرے علاوہ۔"آنکھوں میں شرارت واضع تھی۔

"مت ماری گئی تھی میری۔۔قسم سے ٹرک بھر کر میرے دوست آ۔۔"اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے لائیٹ چلی گئی۔عبداللہ ہنستا چلا گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ٹرک کا تو پتا نہیں۔۔ لیکن تو بہت اونچی اونچی چھوڑتا ہے۔۔یقین ہو گیا۔ "

"عجیب زلالت ہے۔۔۔اسے ابھی ہی جانا تھا۔" وہ بڑبڑاتا ہوا اٹھا۔عبداللہ نے اپنے فون کی لائیٹ اون کر لی تھی۔

"یار آپ یہیں رکیں۔۔میں یو پی ایس چلا آؤں۔۔ناجانے چارج بھی ہو گا کہ نہیں۔" پاکستان ہو اور بجلی نا جائے یہ تو ناممکن سی بات تھی۔البتہ کچھ روز سے لاہور میں بجلی کم ہی رہنے لگی تھی۔کسی وقت بھی چلی جاتی تھی۔کل رات سے یو پی ایس چل رہا تھا۔دوپہر میں لائیٹ آئی تھی لیکن اب پھر چلی گئی تھی۔رحیم کو لگا ہی تھا کہ یو پی ایس چارج نہیں ہوا ہو گا۔ وہ عبداللہ کو وہیں لاونج میں چھوڑے چیک کرنے گیا تو اس کا شک یقین میں بدل گیا۔یو پی ایس چارج نہیں تھا۔وہ اسی بے دھیانی میں گھر سے نکل گیا تاکہ جنریٹر جو بنوانے دیا تھا وہ اٹھا کر لے آئے۔پیچھے عبداللہ اٹھ کر لاونج کے داخلی دروازے پر آرکا۔چاند کی روشنی نے اندھیرے میں کچھ آسرا کر رکھا تھا۔اسنے فون کی لائیٹ بند کر دی۔وہ وہیں رک کر رحیم کا انتظار کرنے لگا۔گہری خاموشی میں چھایا گھر خالی سا لگا تھا۔گھر میں شاید کوئی نہیں تھا اسے تھوڑی تسلی ضرور ہوئی تھی۔مگر یہ اسکی غلط فہمی تھی۔زنیرہ اور بانو اس وقت گھر میں ہی

موجود زنیرہ کے کمرے میں بیٹھی تھیں۔زنیرہ فون پر سویرہ کے ساتھ ڈسکشن کر رہی تھی اور بانو کان میں روئی لگائے اوپر ہیڈ فون پہنے اپنے مڈز کی تیاری میں مصروف نظر آ رہی تھی۔وہ پڑھائی کے دوران پِن ڈراپ سائلنس اپنے لئے خود ہی اس طرح سے بناتی تھی اور پھر جس فیلڈ میں وہ تھی۔اس میں ان سب کی زیادہ ضرورت محسوس ہوتی تھی۔لائٹ جانے پر بانو نے دبا کر حکومت کو پشتو میں گالیاں دی تھیں۔زنیرہ نے بیڈ سے اٹھ کر سایڈ ٹیبل پر پڑا موم بتی دان جلا لیا۔بانو کو فون کی لائٹ سے اکتاہٹ ہوتی تھی اور پھر چونکہ زنیرہ موم بتی اور دیے جیسی چیزوں کی شدائی تھی تو بانو کو ان دنوں بہت مدد ملی۔یو پی ایس کا لگاتار چلنا آجکل مہنگا پڑھ رہا تھا۔

"زنیرہ اوون میں 'میں نے دوپہر والے سپیگٹی گرم ہونے رکھے تھے۔۔لا تو دینا۔۔اور رحیم کو بھی بولنا کہ یو پی ایس دیکھ لے۔۔اگر چارج ہے تو وہی چلا دے کچھ دیر کے لیے۔" اسنے کان پر سے ہیڈ فون اتارے۔آواز البتہ روئی ڈلے رہنے کی وجہ سے نارمل سے زیادہ بلند تھی۔

"اچھا۔۔۔ چیخیں تو مت۔" وہ اپنا بیڈ پر رکھا دوپٹہ سر پر ڈال کر کمرے سے باہر نکل آئی۔ فون کی لائیٹ اون کرتے ہوئے سیڑھیاں اترنے لگی۔ دروازے پر کھڑے عبداللہ کی کمر زنیرہ کی جانب تھی۔ اسنے نیچے اترتے وقت محسوس نا کیا لیکن جب وہ کچن کے دروازے تک آئی تو اسے اچھنبا ہوا کہ اس نے کن انکھیوں سے کسی کا ہیولہ لاونج کے دروازے پر کھڑا دیکھا ہے۔ اسے لگا تھا رحیم ہو گا لیکن جب رخ عبداللہ کی طرف کیا تو وہ ڈر گئی۔ اس کے پیر وہیں منجمد ہو گئے۔ رحیم کا قد اور جسامت ایسی بلکل نہیں تھی جیسی سامنے کھڑے اس شخص کی تھی۔ پھر یہ کون تھا؟ بھوت بھی تو ہو سکتا ہے۔ اس کے دل میں خوف سے یہ خیال آیا۔ ڈر کے مارے زنیرہ کو سمجھ نا آئی کہاں جائے۔ اوپر جا کر بانو کو بلائے یا نہیں؟۔ اسنے فون کی لائٹ کانپتے ہاتھوں سے اس کی پشت پر ڈالی۔ عبداللہ کو روشنی اپنے پیچھے سے آتی محسوس ہوئی تو وہ فورا مڑا تھا۔ اور اسی پل اسکی چیخ نکل گئی۔ اس کے ہاتھ سے فون گر گیا تھا۔ نسوانی چیخ پر عبداللہ گھبرا گیا۔ یہ سب اتنا جلدی ہوا کہ وہ کچھ بھی سمجھنے بوجھنے سے قاصر رہا۔ اسنے فون کی لائیٹ جلا کر سامنے کی جانب ڈالی تھی۔ نازک وجود پر روشنی پڑتے ہی اسنے کندھے ڈھیلے چھوڑے تھے۔ زنیرہ اوپر سیڑھیوں کی طرف ڈر ڈر کر قدم اٹھا رہی تھی۔ مانو آہٹ کی تو یہ بھوت اسے مار ڈالے گا۔ عبداللہ نے بے اختیار مسکراہٹ روکی۔

"زنیرہ؟" اسنے دھیرے سے پکارا۔ زنیرہ کی سانس تھم سی گئی۔ اسے اپنی سماعت پر یقین نا ہوا۔ وہ تیزی سے اس کی طرف گھومی اور پھر ساکت رہ گئی۔ ٹھہر تو وہ بھی گیا تھا۔ اس ایک لمحہ میں۔ اسکا چہرہ وہ پہلی بار دیکھ رہا تھا۔ بنا پلک جھپکے۔ کسی سحر کے زیر اثر۔ وہ بہت خوبصورت تھی۔ یا بہت معصوم؟ شاید معصوم۔ اس کے آس پاس ایک آواز گونجی تھی۔ یکلخت عبداللہ کا سکتا ٹوٹا۔ وہ یہ کیا سوچ رہا تھا۔ زنیرہ اب بھی وہیں کھڑی تھی بے یقینی سے آنکھیں پھیلائے۔ سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہ آیا وہ یہاں واقع موجود تھا یا وہ اسے ان دنوں اتنا سوچ چکی تھی کہ پاگل ہی ہو گئی؟ تاریکی میں بھی اسکا چہرہ اپنے روبرو ہوتا دیکھ رہی تھی؟

"میں رحیم سے ملنے آیا تھا۔۔ دعوت رکھی ہے نا اسنے تو۔۔۔ سوری میں یوں ڈرانا نہیں چاہتا تھا۔"

خاموشی پر خیز سکوت کو توڑ چکی تھی۔ اسنے بے ساختہ پلک جھپکی۔ نہیں! وہ یہاں حقیقت میں موجود تھا۔ محض چند قدم کے فاصلے پر۔ وہ فوراً سنبھلی تھی۔

"نہیں ایسا کچھ نہیں۔۔میں ڈر تو نہیں رہی تھی۔۔بس میں تو ایسے ہی۔"اسے سمجھ نا آئی کیا کہے۔وہ یوں عبداللہ کو دیکھ کر پہلے ہی گھبرا گئی تھی۔وہ اس کے یوں صفائی دینے پر مسکایا۔

"لالہ کہاں گئے ہیں؟۔۔ابھی آٹھ تو نہیں بجے'پھر آپ کیسے۔۔"زنیرہ نے جتنی سیڑھی ڈرتے ڈرتے چڑھیں تھی۔اتنے ہی قدم نیچے اتر آئی تھی۔

"پتا نہیں'یو پی ایس چلانے جا رہا ہوں'کہہ کر نکلا تھا۔۔آیا نہیں ابھی تک۔۔اور آٹھ نہیں بجے مطلب۔؟"اسنے رسانیت سے جواب دے کر ماتھے پر بل ڈالے پوچھا۔

"لالہ نے کہا تھا ان کے دوست آٹھ بجے تک آئیں گے۔۔تو ہم روم سے نا نکلیں۔"وہ بہت نرمی سے ٹھہر ٹھہر کر نظرے بار بار عبداللہ سے چرا کر بول رہی تھی۔

"ہم؟ "

"جی۔۔میری کزن۔"اسنے پریشانی سے لب کاٹنے شروع کیے۔وہ تو پہلے ہی زنیرہ کو اکیلے گھر میں دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔بیڑا غرک ہو اس رحیم کا۔گھر میں دو جوان جہان لڑکیاں موجود تھیں اور وہ اسے اکیلے چھوڑ کر نا جانے کہاں جا نکلا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اسے لاونج میں مزید کھڑا رہنا محال لگا۔وہ کسی بھی قسم کی غلط فہمی نہیں چاہتا تھا۔اسنے بنا کچھ کہے سنے نکلنے کی کی۔پیچھے زنیرہ نے اسے جاتا دیکھ کر کب سے رکی سانس لی تھی۔لمحے بھر کو وہیں کھڑے ہو کر اب تک کی تمام کاروائی سمجھنے کی سعی کی پھر فون اٹھا کر کچن میں چلی آئی۔ اوون سے بانو کی اسپیگٹی نکال کر سلیب پر رکھی اور وہیں پڑی ماچس کو اٹھائے باہر آ کر پہلے ' صوفے کی سائیڈ پر پڑے موم بتی دان کو جلا دیا۔اگر جو رحیم اور عبداللہ واپس آ جائیں یو پی ایس کی چارج ناپا کر تو انہیں اس روشنی سے مدد ضرور مل جانی تھی۔اسی خیال کے تحت وہ کچن میں واپس آئی۔جلدی سے اسپیگٹی والی پلیٹ ہاتھ میں سنبھالی۔ساتھ ہی سر سے ڈھلکتا دوپٹہ درست کیا اور دوسرے ہاتھ میں موبائل تھام کر تیزی سے نکل کر زینوں کی طرف بڑھتی گئی۔لیکن موم بتی دان تک پہنچتے ہی اس کا دوپٹہ ڈھلکا تھا۔اور اس کے تیزی سے قدم اٹھاتے پیروں میں آ گیا۔وہ دیکھتے ہی دیکھتے زمین پر آ گری تھی۔ہاتھ سے سب چھوٹ کر بکھرتا چلا گیا تھا۔سنبھلنے کے چکر میں اس نے موم بتی دان والی میز پر ہاتھ جمانا چاہا تو وہ موم بتی دان اپنا توازن کھو کر سیدھا اس کے دوسرے پیر پر آ لگا۔بے اختیار اسکی چیخ نکل گئی تھی۔

باہر وہ گیٹ کے پاس آتے ہی رحیم کو کال ملا کر اسکے فون اٹھاتے ہی اس پر برس پڑا تھا۔

"تو یو پی ایس چلانے گیا ہے یا بنانے۔۔ بھئی واپس آ ورنہ میں گھر جا رہا ہوں۔۔۔تجھے اندازہ بھی ہے کہ گھر میں تیری بہنیں اکیلی موجود ہیں۔؟"رحیم کو موقع دیے بغیر وہ سنا رہا تھا۔

"اوہو ووو۔۔میں نے ان دونوں کو منع بھی کیا تھا کمرے سے نا نکلیں۔۔ خیر میں آ رہا ہوں یار۔۔یو پی ایس چارج نہیں تھا تو میں قیوم کی دکان سے جنریٹر اٹھانے نکل آیا جلد بازی میں بتانا بھول گیا۔۔۔امی اور خالہ پڑوس کے یہاں گئی ہیں وہ اصل م۔۔"

"تیرا دماغ درست ہے۔۔تو بنا بتائے مجھے اکیلا چھوڑ گیا یہاں؟۔۔میرے علاوہ کوئی دوسرا ہوتا تو۔۔تجھے عقل ہے؟آج کل کے حالات دیکھیں ہیں؟"اسنے رحیم کو فوراً ٹوکا۔اسکی لاپرواہی پر اسکا دماغ بھک سے اڑا تھا۔

"ہاں میں بس پہنچنے والا ہوں گھر آ۔۔۔ "

مجھے کچھ نہیں جاننا بھئی تو واپس آ۔۔میں نکل رہا ہوں""

اسنے کہتے ہی فون ڈسکنکٹ کر ڈالا۔گیٹ کھولنے ہی لگا تھا کہ اس کی سماعت سے نسوانی چیخ اور کچھ گر کر ٹوٹنے کی آوازیں ایک ساتھ ٹکرائیں تھی۔وہ بنا سوچے آناً فاناً اندر کو لپکا۔ادھر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

لاونج کا منظر ہی بدل گیا تھا۔سامنے زنیرہ زمین پر اپنا پیر پکڑے کراہ رہی تھی۔اس کے سر سے دوپٹہ اترا ہوا تھا۔

"یہ۔۔یہ کیا ہوا۔۔تم ٹھیک ہو؟"وہ تیزی سے اس کے قریب جا پہنچا۔ماتھے پر پریشانی سے بل نمایاں ہو رہے تھے۔آنکھوں کی پتلیاں حیرانی اور فکر سے پھیلیں ہوئیں تھی۔وہ اس کے سامنے پنجوں کے بل بیٹھ گیا تھا۔

"پیر پر لگ گیا ہے"

وہ روتے ہوئے اب ہچکیاں لے رہی تھی۔اس کی پشتوار دو گڈمڈ ہونے لگی۔عبداللہ نے ایک نگاہ اسکے ہاتھ سے پکڑے پیر پر ڈالی پھر زمین پر ٹوٹی ہوئی پلیٹ اور بکھرے ہوئے نوڈلز کے ساتھ موم بتی دان پر ٹکائیں۔اسنے موم بتی دان سیدھا کر دیا۔کچھ ایک دو موم بتیاں اب بھی جل رہی تھیں۔وہ ایک بار پھر اسکے پیر کی طرف متوجہ ہوا۔بے ساختہ اسکی نظر زنیرہ کے نازک پیروں میں بندھی پازیب پر پڑی تھی۔جسے اس نے فوراً ہٹا بھی لی تھی۔

"تم کر کیا رہی تھی آخر؟۔۔لاؤ ادھر دیکھاؤ"

اسنے ہاتھ بڑھا کر پیر پکڑنا چاہا تو زنیرہ نے فوراً پیچھے کر لیا۔ وہ اسکے پہلے ہی اتنا قریب بیٹھا تھا۔ چھو لیتا تو وہ بے ہوش نا ہو جاتی؟ عبداللہ نے اس کے اعتراض پر نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ آنکھوں کے کالے ڈوروں میں ڈھیروں معصومیت لیے۔ اسکے آنسو رات سی سیاح آنکھوں میں کسی موتی کی مانند چمک رہے تھے۔ رات کی تاریکی میں اس کی آنکھیں اسے دوسری بار کالی لگیں تھی۔ اس کی ناک بھی ہلکی لال ہو رہی تھی۔ ڈھیلی چوٹی میں بندھے سیاہ بالوں کی لٹیں اس کے چہرے کو بے حد نرمی سے چھو رہی تھیں۔ یہ تمام تر خوبصورتی اور اس چاند سی آنکھوں پر معصوم چہرے کی لالی عبداللہ کو مبہوت کر دینے کے لیے کافی تھی۔ اگر جو کوئی اس پل اسے چھو لے تو یقیناً وہ کسی گلاب کی نرم پتیوں کی طرح بکھر کر اس شخص کو اپنے سحر میں جکڑنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ وہ معصومیت اور خوبصورتی کی جیتی جاگتی مورت تھی۔ ایک بار پھر اس کے آس پاس آواز ابھرنے لگی۔ وہ آواز زنیرہ کے معصوم ہونے کے ساتھ ساتھ اسکے خوبصورت ہونے کا اعتراف بھی کر رہی تھی۔ عبداللہ نے آنکھیں پھیر لیں۔ وہ پردہ کرتی تھی اور وہ اسکی اس بھول کا ناجائز فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ سونے پر سہاگا وہ سوچ بھی کیا رہا تھا۔

"مجھے ایک بار دیکھ لینے۔۔۔"

"نہیں۔۔م م۔میں ٹھیک ہوں"۔اسنے جھجھکتے ہوئے بات کاٹی۔پھر ہمت کرتے ہوئے کھڑی ہونے لگی۔لیکن کراہ کر پھر نیچے آ گری۔اس بار اس کی آہ کچھ زیادہ اونچی تھی۔ جو پیر مڑا تھا۔جلد بازی میں کھڑے ہونے پر دوبارہ مڑ کر شدت اختیار کر گیا تھا۔اور اسی پیر میں پہنی پائل اس کے گرنے سے ٹخنوں میں بے دردی سے چبھی تھی۔عبداللہ تو بوکھلا گیا۔

"کیا کر رہی ہو۔۔۔اس طرح تو تم چلنے کے قابل بھی نہیں رہو گی۔۔۔میں کہہ رہا ہوں نا ادھر دکھاؤ۔۔"اسنے جھڑکا تو وہ تھوڑا سہم گئی۔اس نے اس کا نازک پیر ہاتھ میں لے لیا تھا۔ زنیرہ کو اس کے ہتھیلی کی گرماہٹ سے ریڈ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی محسوس ہوئی۔اسنے لب آپس میں دبا لیے۔نگاہیں اسکی جھکی آنکھوں سے ہو کر اس کے گردن پر نمایاں ہوتے تل پر آ ٹھہریں تھی۔اس دوران عبداللہ نے اسکے پیر سے پازیب اتنی نرمی سے نکالی تھی کہ اسے محسوس تک نا ہوا۔پازیب لگنے سے اس کا ٹخنہ لال سرخ ہو چکا تھا۔

"یہاں درد ہو رہا ہے۔؟"اسنے ٹخنے والی جگہ پر اپنی دو انگلیاں ہلکے سے دباتے ہوئے پوچھا تھا۔جبکہ اپنے دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی سے اسکا پیر ہنوز تھامے رکھا۔زنیرہ نے اس کی

نگاہ ملنے سے پہلے ہی اپنی نظروں کا زاویہ بروقت بدلیا۔ پھر آہستہ سے دائیں بائیں سر نفی میں ہلانے لگی۔

"یہاں؟" اس نے پیر کی ایک اور جگہ پر اپنے ہاتھ کی انگلیوں کا دباؤ ڈال کر دوبارہ پوچھا۔ زنیرہ مسلسل بنا عبداللہ کی طرف دیکھے جھکی نظروں سے ہی نا میں سر ہلاتی گئی۔ اسنے اب ٹخنوں کے تھوڑا نیچے دباو ڈالا تو وہ سسک کر رہ گئی۔ بے خیالی میں فوراً اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔ آنسو ایک بار پھر جاری ہو گئے تھے۔ عبداللہ نے پریشانی سے لب کاٹے۔

"گھر میں تمھاری کوئی کزن بھی موجود تھی؟۔۔ہے نا؟" اسنے زنیرہ سے تصدیق کرنی چاہی۔ اسے لگا بہری کزن ہو گی جو اتنی چیخ و پکار پر بھی نہیں آئی تھی۔ لیکن وہ کیا جانے اوپر کمرے میں بیٹھی بانو میڈم نے اپنے کان خود بہرے بنا رکھے تھے۔

"جی۔۔ بانو باجی"

آنسوؤں کے درمیان اسنے پیر پکڑے بھیگی آواز میں توثیق کی۔

"کدھر ہیں۔۔ تمھاری یہ بانو باجی؟" اسنے زنیرہ کی جھکی نظر پر نگاہ ٹھہرائی ہوئی تھی۔ اس سے پہلے وہ جواب دیتی بانو کی آواز اتنی زور سے گھر میں گونجی تھی کہ زنیرہ روتے روتے

چپ ہو گئی۔ عبداللہ کی بھی گردن یکلخت اوپر سیڑھیوں کی طرف مڑی تھی۔ بانو کو کچھ ہلچل سنائی تو دی تھی مگر اسنے زیادہ غور نہیں کیا تھا۔ لیکن جب زنیرہ کو کمرے سے نکلے کافی دیر ہوئی تو وہ چیک کرنے کے غرض سے خود بھی کمرے سے نکل آئی تھی۔

"زنیرہ؟۔۔۔ کون ہو تم؟۔۔ اندر کیسے آئے اور یہ کیا کر رہے ہو"

جس بات کا ڈر تھا وہی ہوا۔ بکھرا ہوا زمین پر پڑا سامان۔ بنا دوپٹے کی زمیں پر بیٹھی روتی ہوئی زنیرہ اور اس کے ساتھ نیچے پاس بیٹھا وہ خود۔ بانو کو کچھ اور ہی لگا تھا۔ اس نے آتے ہی بنا لحاظ کے عبداللہ کو زور کا دھکا دیا۔ وہ لڑکھڑا کر صوفے کے آگے رکھی شیشے کی میز سے ٹکرایا تھا۔ کمر پر میز کا کونہ بہت زور سے لگا تھا۔ زنیرہ کا ہاتھ منہ تک چلا گیا۔ آنکھیں بھی پھیل گئیں تھی۔ وہ اس حملے کے لئے تیار نہیں تھا۔ کچھ پل وہ وہیں بیٹھا رہا پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ بانو پھر سے آگے بڑھی تھی لیکن زنیرہ کی آواز پر چونک کر رک گئی۔

"بانو۔۔۔ یہ لالہ کے دوست ہیں۔۔ عبداللہ"!

اس نے رندھی ہوئی آواز سے ہی پشتو میں بانو کو مخاطب کیا تھا۔ چہرے پر ڈر، خوف، پریشانی سب ایک ساتھ جھلک رہے تھے۔

"کیا؟۔۔کیاا!" بانو کو پہلے سمجھ نا آئی لیکن جب الفاظ واضع ہوئے تو وہ چیخ پڑی۔عبداللہ نے اپنی آنکھیں اس زلالت پر میچلی تھیں۔

"ستیاناس۔۔۔۔پہلے نہیں بتا سکتی تھی؟"

"گونگے ہو۔۔بتا نہیں سکتے تھے۔۔کسی تیسرے نے تو نہیں آنا تھا نا۔۔ابھی اگر میں گلہ دبا دیتی تو پھر؟۔۔۔۔بہرے بھی ہو گئے ہو کیا اب۔۔۔سنائی دے رہا ہے؟" وہ الٹا عبداللہ پر ہی بھڑک اٹھی۔یہ شرمندگی مٹانے کی ناکام سی کوشش تھی۔

"ہاتھ کے ساتھ زبان بھی بہت چلتی ہے تمھاری محترمہ۔" وہ زبردستی مسکرایا پھر سنجیدہ تاثر لئے اسے طعنہ دے مارا۔زنیرہ نے بے اختیار لب کاٹے۔وہ بیچاری تو اب تک نیچے ہی بیٹھی تھی۔

"رحیم کہاں ہے؟" بانو نے دونوں پر نظر ڈال کر پوچھا۔

"کہاں ہے۔۔یہ تو معلوم نہیں۔۔لیکن آج کے بعد کہاں ہو گا وہ ضرور پتا ہے۔" عبداللہ نے بڑبڑا کر دانت کچکچائے۔

"کچھ کہا؟ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"پیر پر کوئی آئیس جیل لگا لینا درد کم ہو گا۔۔ گرم پٹی صبح تک باندھ لینا۔۔اس سے سو یلینگ نہیں ہو گی۔۔زیادہ زور بھی مت دینا۔۔کچھ دن آرام کرو گی تو ٹھیک ہو جائے گا۔"

اس نے نیچے بیٹھی زنیرہ کے پیر پر دوبارہ نظر جمائی۔ بانو کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے اسی کو ہدایت دیں اور دوبارہ زنیرہ کو دیکھا۔

"آپ ڈاکٹر ہیں؟"اسکے پوچھنے پر اس کی نظر بانو سے ہو کر زنیرہ پر آ رکی تھی۔کچھ تھا جو اسے یاد آیا تھا۔اسنے بے اختیار امڈنے والی مسکراہٹ روک لی۔

"نہیں"مختصر جواب تھا۔اسکول کالج کے زمانے میں اسنے اور رئیس نے کھیلتے ہوئے بہت بار پیر۔ہاتھ اور کمر تڑوائی تھی۔کلاس میں کم'وہ دونوں میڈیکل روم میں زیادہ تر پائے جاتے تھے۔اتنی تو پھر اسے جانکاری تھی ہی۔

"سوال جواب ختم ہو گئے ہوں تو۔۔انہیں بھی اٹھا لیں بی بی۔۔یا وہ بھی میں کر دوں؟"نیچے کب سے ہونکوں کی طرح بیٹھی زنیرہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسنے بانو کو یاد دلایا تھا۔

"نہیں میں دیکھ لوں گی۔۔۔بہت شکریہ آپ کا"عبداللہ کے کہنے پر بانو نے جھک کر زنیرہ کو اٹھنے میں مدد کی اور پھر اسے لیے بنا کچھ کہے سنے سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

عبداللہ نے سر نفی میں ہلایا۔ بانو کو دھیان نا دلاتا تو آج زنیرہ پوری رات شاید یہیں بیٹھے بیٹھے گزار دیتی۔ زینے چڑھتی اسکی کی پشت کو عبداللہ نے اسکے کمرے میں جانے تک تکا تھا۔ وہ منظر سے غائب ہوئی تو اسنے بے ساختہ گہری سانس لے کر لب دبائے۔ لاونج سے نکلنے سے پہلے اس کی نگاہ زمیں پر پڑی پازیب پر گئی تھی جسے اسنے جھک کر اٹھالیا تھا۔ سادی سی پتلی چین پر لٹکتے چھوٹے موتیوں والی پائل نے کب سے اس کی توجہ لے رکھی تھی۔ اسنے ایک نظر اوپر بند دروازے کو دیکھا۔ پھر اس پائل کو بہت احتیاط سے پینٹ کی جیب میں اڑس کر باہر واپسی گھر کے لیے نکلتا گیا۔ رحیم اب تک نہیں لوٹا تھا تو رکنے کا کوئی جواز ہی نہیں بنتا تھا۔

پیچھے زنیرہ کو بانو نے بیڈ پر بیٹھائے اس کے پیروں پر عبداللہ کی ہی ہدایت کو مد نظر رکھتے ہوئے جیل لگائی اور دوسرے پیر کے اوپری حصے پر بھی لگادی۔ اس دوران وہ زنیرہ پر رہ رہ کر نگاہ ڈالتی رہی تھی۔ وہ بار بار لبوں پر خوف اور ڈر کے مارے زبان پھیرتی جاتی تھی۔ بانو نے اس دن کے بعد سے زنیرہ کو دوبارہ عبداللہ نامی ٹاپک پر نہیں چھیڑا تھا۔ جس سے زنیرہ کو بھی چین ملا تھا لیکن آج کا جو واقعہ ہوا۔ اس پر وہ بانو سے نظریں چرائے بنا نا رہ سکی۔

"پیارا تو ہے۔"اس کے پیروں پر کریم لگا کر بانو اٹھ کر اپنی کتاب واپس کھولے کچھ دیر خاموش رہنے کہ بعد اس سے مخاطب ہو رہی تھی۔زنیرہ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔سانس تقریباً رکا ہوا تھا۔

"لیکن۔۔۔تھوڑا سانولہ نہیں؟"عبداللہ کی رنگت پر جملہ کسا گیا تھا۔

"وہ باآواز گرج اٹھی۔زنیرہ کی آنکھوں سے چھلکتے رنگ دیکھ کر بانو پل بھر کو ڈر سی گئی تھی۔ہاں تو؟

عبداللہ سانولہ نہیں تھا۔اسکی رنگت گہری گندمی تھی لیکن آج کل کی جو دھوپ تھی اس سے عبداللہ کو ٹینیگ ہو گئی تھی۔بانو کی آنکھیں بے یقینی سے پھیلتے دیکھ کر زنیرہ کو اندازہ ہوا تھا۔وہ فوراً نظریں چرا کر انگلیاں چٹخاتی چلی گئی۔

"زنیرہ؟۔۔تم کس امتحان میں خود کو ڈال رہی ہو؟"

بانو سنجیدہ ہوئی۔اکی آنکھوں سے چھلکتے جزبات اور وہ غصہ جو اسکے عبداللہ کو سانولہ کہنے پر چھلکا تھا۔اس پر وہ صحیح معنوں میں گھبرا گئی تھی۔سامنے بیٹھی اس لڑکی سے بانو کو کچھ خوف سا محسوس ہوا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے جیسا آپ سوچ رہی ہیں۔" وہ منمنائی۔

"اور میں کیسا سوچ رہی ہوں بھلا؟" بانو نے کتاب بند کی۔ زنیرہ ایک نگاہ اس پر ڈالے بلینکیٹ لئے چت لیٹ گئی تھی۔ بانو کچھ دیر وہیں کرسی پر بیٹھی رہی پھر مزید کچھ کہے اپنی کتاب اٹھا کر کمرے سے نکلنے لگی۔

"وہ بس۔۔ اچھے لگتے ہیں۔" وہ ٹھٹھک کر پلٹی۔ زنیرہ نے بلینکٹ کے اندر سے ہی اس کو مخاطب کیا تھا۔

"صرف اچھا؟" اسکے پوچھنے پر زنیرہ نے سر باہر نکال لیا۔ پھر آہستہ سے ہاں میں ہلانے لگی۔

"تم نے تو ڈرا ہی دیا تھا مجھے۔۔ تو پھر کوئی مسئلہ ہی نہیں۔۔ آج اگر عبداللہ نام کا بندہ اچھا لگا ہے تو کل کو کوئی اور لگ جائے گا۔۔ پسند تو بدلتی رہتی ہے۔۔ ہے نا؟"

اسنے رک کر زنیرہ کا اعتراف مانگنا چاہا۔ وہ کچھ نا کہہ سکی۔ اسکی خاموشی نے بانو کو بہت کچھ سمجھا دیا تھا۔ وہ عجیب طریقے سے ہنسی۔ کچھ پل اسے دیکھا اور پھر کمرے سے نکل گئی۔

جزبات تو اسکے دل میں تو کب سے کنڈلی مارے بیٹھے تھے۔ وہ بس ان جزبات کو اپنانے کے لیے وقت لے رہی تھی۔ بانو سے اسنے جھوٹ کہا تھا۔ عبداللہ صرف اسکی پسند نہیں تھا اور نا

ہی وہ ان چار لفظوں کا مستحق تھا۔ بلکہ وہ ان سب سے بہت آگے اور اونچے رتبے کا حقدار تھا۔اور زنیرہ کو اب اس کے علاوہ کوئی 'پسند' تک نہیں آئے گا۔اس بات کا اسے مکمل یقین تھا۔

☆☆☆☆☆☆

دونوں پیروں پر لگنے سے اسنے ایک ہفتہ مکمل آرام کیا تھا۔ماں اور خالہ کے پوچھنے پر اس نے یہی کہا کہ وہ سیڑھیوں پر سے پھسل گئی تھی۔اسی طرح سویرہ کے پوچھنے پر بھی یہی کہانی سنا ڈالی۔ بانو نے پھر دوبارہ زنیرہ سے کسی قسم کی کوئی بات نہیں کی تھی۔ بلکہ دونوں نے ہی چپ سادھ لی تھی۔ رحیم پر بانو نے البتہ بہت غصہ کیا تھا کہ آیا وہ اتنا لاپرواہ کب سے ہو گیا؟۔ رحیم فل وقت عبداللہ کو ہی منانے میں لگا ہوا تھا۔اسنے رحیم کو صاف صاف کہہ دیا تھا کہ وہ اسے جب تک منہ نا دکھائے 'جب تک عبداللہ کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہو جاتا۔اب کے زنیرہ اپنی حالت کے سبب پھر کچھ دن سویرہ کے ساتھ اپنے پروجیکٹ کے لئے منتخب کردہ جگہ پر نا جا پائی تھی۔ ان کا پروجیکٹ گاؤں اور وہاں کے لوگوں کے بارے میں جان کر ان کی گزرنے والی عام سی زندگی کو اپنے اپنے طریقے سے پوٹرے کرنا تھا۔ سویرہ پیچھلے دنوں اس گاؤں کی کچھ تصاویر

بھی بنا کر لے آئی تھی۔اس وقت وہ دونوں زنیرہ کے کمرے میں بیٹھی انہیں تصویروں پر تبصرہ کر رہی تھیں۔

"تصویریں تو اچھی لگ رہی ہیں۔۔۔تم نے وہاں کسی سے بات چیت کی تھی۔؟"

زنیرہ نے اس کے موبائل پر ان تصاویر کو آگے پیچھے کرتے ہوئے پوچھا۔دونوں بیڈ پر بیٹھی تھیں۔

"تصویروں سے زیادہ یہ گاؤں دیکھنے میں پیارا ہے یار۔۔۔میرا تو دل کر رہا تھا وہیں بستر لگا کر بیٹھی رہوں بس۔۔۔اور بات چیت کرنے کی بھی خوب کہی تم نے۔۔۔میں وہاں جس کے پاس جاتی تھی۔۔۔وہ مجھے ایسے دیکھتا تھا جیسے میں کوئی الگ ہی مخلوق ہوں۔"اسکی 'الگ مخلوق' والی بات پر زنیرہ کھلکھلا کر ہنسی تھی۔فون پر کچھ تصاویر کو آگے پیچھے کرتے ہوئے سویرہ کی اپنی کھینچی ہوئی تصویر نکالی۔

وہ اس فوٹو کو تکتے ہوئے بولی۔سویرہ کے کپڑوں نے اسے نمونہ بنا رکھا تھا۔"کوئی شک نہیں۔۔تم ہو ہی کسی دوسرے پلانٹ کی۔"

کھلی پینٹ اور کھلی ہی شرٹ پر اسنے بڑا سا دوپٹا لپیٹ رکھا تھا۔ایک کندھے پر لیپٹاپ والا بیگ اور آنکھوں پر کالے چشمے پہن رکھے تھے۔

"اور پتا ہے۔۔ایک تو بوڑھے انکل مجھ سے کہنے لگے۔۔بیٹا ہم صابن نہیں خریدتے۔۔۔۔لو میں کوئی صابن بیچنے والی لگتی ہوں کیا۔؟"

"تمہیں کس نے کہا تھا کارٹون بن کر جاؤ؟۔۔اور وہ جو تم بیگ پہن کر گئی تھی اس سے تو مجھے بھی شک ہوتا کہ تم ایک صابن بیچنے والی ہی ہو۔" وہ ہنستی ہوئی بیڈ سے اٹھ کر آہستہ سے قدم لیتے ہوئے الماری کی طرف بڑھی۔اسکا پیر ٹھیک تو ہو گیا تھا لیکن اب بھی وہ احتیاط برت رہی تھی۔الماری سے نکالے کپڑوں کو اس نے کھڑکی کے پاس پڑی کرسی پر رکھا تھا۔

"ہنس لو تم۔۔خود تو پیر تڑوا کر بیٹھی ہو۔۔وہاں تو میرا حال بے حال تھا کچھ اور لوگوں کے سامنے جاتی تو مجھے یقیناً بچے اٹھانے والی سمجھ بیٹھتے" سویرہ نے منہ بنا کر کہا تھا۔اس کی اوٹ پٹانگ باتوں پر زنیرہ کا ہنس ہنس کر پیٹ درد کرنے لگا۔اسی اسنا میں کمرے کا دروازہ کھول کر بانو اندر آئی تھی۔

"کون سے دورے پڑ رہے ہیں تمہیں۔۔کمرے تک آواز آ رہی ہے۔۔۔خالہ بھی نیچے نماز پڑھ رہی ہیں کچھ شرم کرو" بانو نے ایک نظر بیڈ پر پیٹ کے بل لیٹی سویرہ کو اور پھر زنیرہ کو دیکھ کر جھڑکا۔

"میں تو کہنے والی تھی اسے۔۔۔چڑیلوں کی طرح ہنستی ہو۔۔۔ایسی ہنسی سے دوسرا مر مرا جائے گا۔۔۔ٹھیک کہا نا بانو باجی؟" سویرہ نے دانت نکالے۔

"منہ بند رکھو تم۔۔" اسنے کرسی پر پڑے کپڑے اٹھا کر اس کے منہ پر دے مارے۔اور کچھ ملا نہیں تو یہ ہی سہی۔

"اب آواز نا آئے۔۔۔مجھے بھی پڑھنے دو۔۔۔کان بند کرنے کے باوجود تم دونوں کی آوازیں گونج رہی ہیں کمرے تک۔" بانو نے وارن کیا۔

"سنا؟۔۔۔اب آواز نا آئے۔۔" سویرہ 'زنیرہ کو تنبیہ انداز میں دیکھ کر کہنے لگی تو وہ اسے گھورتی گئی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تمھارا والیوم زیادہ ہے سویرہ۔" بانو نے اس کی خوش فہمی دور کی تھی۔اسنے بے ساختہ اپنا اڈنے والا قہقہہ روکا۔سویرہ کا تو منہ کھل گیا۔بانو کے جاتے ہی زنیرہ کھسیانی انداز میں ہنسی تھی۔

"زیادہ کھی کھی کرنے کی ضرورت نہیں۔۔"اسنے زنیرہ کے کپڑے اٹھا کر واپس اس کے منہ پر پھینکے تو وہ ہنستی ہوئی کپڑے لئے واشروم میں جا گھسی۔

اگلے روز دوپہر کے وقت وہ سویرہ کی ہی گاڑی میں بیٹھے گاؤں کے لئے نکل گئیں تھی۔زنیرہ کی امی نے اسکے اتنے دور جانے پر پہلے تو بہت اعتراز کیا لیکن بانو کی مدد سے وہ اپنی امی کو منانے میں کامیاب رہی تھی۔

راستے میں گزرنے والے ہر منظر سے وہ لطف اندوز ہوتی رہی۔مختلف ہرے بھرے سرسوں کے کھیت اور مختلف پھلوں کے پیڑ دیکھنے سے اس کی آنکھوں کی چمک بڑھتی گئی تھی۔دو تین گھنٹوں کی مسافت کے بعد بل آخر وہ دونوں کچے راستے سے گاڑی کو سڑک سے نیچے اتار کر رکے تھے۔دور دور تک کھیت ہی کھیت تھے اور ان کے بیچ اونچے لمبے گنوں کے کھیت بھی اس نظارے کا حصہ تھے جہاں تک ان کی نگاہیں سیراب ہو رہیں تھی۔آس پاس

ایک دو کچے مٹی کے بنے گھر بھی تھے جن کے آگے ٹیوب ویل کی دیواریں کھڑیں تھی۔زمین کا تازہ خالص پانی تیزی سے پائپ کے زریعے نکلتا ہوا کھیتوں میں جاتا ہوا دیکھائی دے رہا تھا۔سویرہ اسے لیے اونچی نیچی کچی زمین کے راستے آگے بڑھنے لگی۔جیسے جیسے وہ اندر ہی اندر جاتے گئے چاروں طرف پھیلے سبزے میں اضافہ ہوتا گیا تھا۔مختلف درختوں کی آڑ میں چھپے کچے مکانات پر نظریں گھماتے ہوئے زنیرہ نے آگے چلتی سویرہ کو مخاطب کیا تھا۔

"جانا کہاں ہے سویرہ؟"وہ مصروف انداز میں آگے ہی آگے اپنے فون پر محو چلتے جا رہی تھی۔اس نے آج بھی ویسی ہی ڈریسنگ کر رکھی تھی جیسی ان تصاویر میں تھی۔اس کے برعکس زنیرہ نے نارنجی شلوار کمیز پر کریم رنگ کی چادر اوڑھ رکھی تھی۔اسنے ہاتھ سے چادر کو منہ پر ہونٹوں تک چھپا رکھا تھا۔

"ہاں بس تھوڑا آگے۔۔"نظریں اب بھی فون پر تھیں۔پتا تو سویرہ کو بھی خاک نہیں تھا کہ کہاں جانا تھا اور کہاں نہیں۔اکیلے یوں انجان گاؤں میں وہ فون پر ہی اس کی لوکیشن پر کوئی ایسی جگہ تلاش کر رہی تھی جہاں انہیں مطلب کی چیز مل جائے۔تیز دھوپ کی شعاوں سے پیچھے چلتی زنیرہ کی آنکھیں چندھیانے لگیں تھی۔اسنے چادر کا پلو اپنے سر پر سائے کی طرح

پھیلا کر تپتی دھوپ سے بچنا چاہا تھا۔کچھ دور اب مزید گھر دکھنے لگے تھے۔مٹی کے بنے چھوٹے بڑے گھروں میں سے ایک کے قریب بچے بھی کھیلتے ہوئے دیکھائی دیے۔پھر اسی طرح کھیت میں کچھ کام کرتی عورتیں اور مرد بھی ان کی نظروں سے ہو کر گزرنے لگے۔اس نے چاروں طرف نگاہ ڈال کر جائزہ لینا شروع کیا تھا۔قریب پہنچنے پر ان کھیتوں میں کام کرنے والے 'انہیں نظر اٹھا اٹھا کر دیکھ رہے تھے۔شاید اس لئے کہ وہ گاؤں کے نہیں لگتے تھے خاص کر سویرہ کے ہلیے سے تو یہی گمان ہوتا تھا۔

"آجاؤ بچوں سے بات کرنے کی کوشش کرتے ہیں پہلے۔۔" کھیلتے ہوئے کچھ بچوں پر نظر ڈال کر سویرہ ان کی طرف بڑھی تھی۔بچے بھی ان دونوں کو اپنی طرف آتے دیکھ کر اپنا کھیل روک چکے تھے۔

سلام بچوں۔۔کیسے ہو۔۔میرا نام سویرہ ہے۔۔اور یہ میری دوست زنیرہ۔۔""

اسنے ہاتھ بڑھا کر سب کو سلام کیا۔کچھ بہت تو جھجک کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔جبکہ کچھ نے شوخ نظروں سے سویرہ کے ہلیے کو دیکھ کر سلام کرتے ہوئے 'ہنس کر ایک دوسرے کے کان میں سرگوشیاں کیں تھی۔

"تم بھی بولو کچھ" خاموش کھڑی زنیرہ کو اس نے مخاطب کیا۔

"آپ سب کی عمریں کتنی ہیں۔۔؟اور اس کا نام کیا ہے۔" زنیرہ نے آگے بڑھ آئی تھی۔ان تمام بچوں پر مسکاتی نگاہ ڈالی پھر ایک چھوٹی لڑکی کو اپنا بھائی گود میں اٹھائے دیکھ کر اس کے بالوں میں نرمی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔

"میسم نام ہے اسکا" اس لڑکی نے پنجابی زبان کا استعمال کیا تھا۔اپنے بھائی کو کمر کے بل اٹھا کر سیدھا کرتے ہوئے وہ شرما کر بتا رہی تھی۔

"کتنا پیارا نام ہے۔۔تم بھی کتنے پیارے ہو۔" اس نے سانولے بچے کے زرا جھک کر گال ہلکے سے کھینچے۔چند لمحے کی بات تھی اور وہ بچا گلا پھاڑ کر روتا گیا۔زنیرہ فوراً پیچھے ہٹ گئی تھی۔اس سے کچھ فاصلے پر سویرہ کھڑی دوسرے بچے، بچیوں سے بات کر رہی تھی۔اس بچے کے رونے پر وہ بھی چونکی تھی۔

"کی شور پایا ہویا وے۔" (کیا شور ڈال رکھا ہے)

جہاں زنیرہ اور سویرہ کھڑی تھیں اسی کے سامنے بنے مٹی کے گھر سے اِنہیں کے عمر کی تیکھے نقوش اور گوری رنگت والی لڑکی چیختے ہوئے باہر نکلی تھی۔

"اے بی بی کیا کر رہی ہو۔۔ کون ہو تم دونوں۔۔۔"؟ سویرہ کا ہلیا ہر کسی کی آنکھوں کی توجہ رہا تھا۔ وہ لڑکی اسی کو دیکھ کر اردو میں بولی۔ زنیرہ نے ایک نظر اس لڑکی کے پراندے میں جڑے بالوں کو دیکھا جو آگے کو ڈال رکھے تھے اور پھر اسکے تنگ کپڑوں پر نگاہ ڈال کر بھنوئے اچکائیں۔ اس نے آنکھوں میں بھر بھر کر کاجل لگا رکھا تھا اور ناک میں نتھنی بھی ڈال رکھی تھی۔

"ہم دونوں شہر سے آئے ہیں۔۔ ہمیں اس گاؤں کی کچھ تصاویر اور ویڈیوز لینی تھی۔۔ اپنی پڑھائی کے لئے"۔ سویرہ نے وضاحت دی۔ زنیرہ البتہ چپ رہی تھی۔

"تو یہاں کھڑیں شور کیوں مچا رہی ہو۔۔ جاوں یہاں سے۔۔ آگے جاو کہیں" کتنی بد تمیزی سے اکڑ کر کہا گیا تھا۔ زنیرہ کو وہ ذہر لگی۔

"آپ یہ بات تمیز سے بھی کہہ سکتی تھیں"

"او بی بی زیادہ تمیز سکھانے کی ضرورت نہیں۔۔۔ شہر سے آئی ہو تو واویلا کیوں مچا رہی ہو۔۔ آئی بڑی۔۔" زبان درازی کی حد ہو گئی۔ زنیرہ کا دل کیا اس لڑکی کا منہ تھپر سے لال کر ڈالے۔

"نی! تو کیوں کھلوتی۔۔جالے جا اینوں۔۔ویکھو تا سئی۔۔بچے دی چیخا کڈ چھوڑی نے"

(اے! تم کیوں کھڑی ہو۔۔۔جاؤ لے جاؤ اسے۔۔۔دیکھو تو سہی۔۔بچے کی چیخیں نکال دی ہیں)

اس لڑکی نے اس بچی کو مخاطب کیا جو اپنے بھائی کو لے کر کھڑی تھی۔آخری جملے اس نے زنیرہ کی طرف منہ پھولا کر خفتی لہجے میں کہے تھے۔

"چلو زنیرہ۔۔چھوڑو اسے"

زنیرہ کو اس لڑکی کو کھا جانے والی نظروں سے گھورتے دیکھ کر سویرہ نے نکلنے کا سوچا تھا۔وہ لڑکی سویرہ کو بھی ایک آنکھ نہیں بھائی تھی۔

"کتنی بے شرم اور بے لگام لڑکی تھی۔۔آخر خود کو سمجھتی کیا تھی۔۔"وہ بڑبڑائی۔

"جانے دو یار۔۔اب دعا کرو ہمیں آگے کوئی ایسا نا ملے۔۔"اس نے زنیرہ کا دماغ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی تھی۔دل ہی دل میں اس لڑکی کو بھی کوس رہی تھی

"اور وہ بچہ۔۔میں نے تو بس ہلکا سا گال کھینچا تھا۔۔کیسے رونے لگ گیا تھا۔۔۔ناوہ گلہ پھاڑ کر روتا نا اس بد تمیز لڑکی سے منہ ماری ہوتی"اسنے سارا قصور اس چھوٹے بچے پر ڈال دیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اچھا نا۔جانے دو۔۔"جس گھر سے وہ لڑکی نکلی تھی اسی کے سیدھ میں چلتیں وہ آگے بڑھنے لگیں۔ایک دو گھر چھوڑ کر وقفہ وقفہ سے مختلف کھیت وغیرہ دوبارہ شروع ہونے لگے تھے۔

"ان انکل سے پوچھیں۔؟"سویرہ نے سامنے سے آتے ایک بڑھے شخص کی طرف اشارہ کیا۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہی ہم ان سب سے بات کیسے شروع کریں۔۔۔ایسے تو ہر کوئی بھاگے گا ہم سے۔"اس لڑکی کی حرکت اور سویرہ کے ساتھ اس صابن والے واقع کو مد نظر رکھتے ہوئے زنیرہ کو اب جھجک سی محسوس ہونے لگی تھی۔

"کیا کر سکتے ہیں۔۔اگر کوئی لڑکا گروپ میں ہوتا تو آسانی سے ہو جاتا۔۔کچھ نہیں تو وہ ان سے بات چیت ہی کر لیتا اور ہم باقی کا کام نمٹا لیتے۔"سویرہ بھی کشمکش کا شکار ہوئی۔

"رہنے ہی دو تم۔۔۔ایسے تو کچھ نا ہو پاتا۔۔ہماری کلاس میں سب ہی اونگے پونگے سے ہیں۔۔کبھی جو کوئی کام سیریس ہو کر کیا ہو کسی نے۔"وہ بوڑھا آدمی قریب آچکا تھا۔اسنے دھیمی آواز میں سویرہ کی خوش فہمی دور کی تھی۔

"سلام چچا۔۔کیسے ہیں۔۔ہم شہر سے آئے ہیں۔۔آپ سے بات کر سکتے ہیں۔"اس بار زنیرہ نے آگے بڑھ کر پوچھا تھا۔

"ہیں؟؟۔۔۔کون مر گئی؟"

اس بوڑھے شخص نے بلند آواز سے کہتے ہوئے اپنا دائیاں کان زنیرہ کی طرف کیا۔وہ الجھی۔سویرہ اور اس نے ایک دوسرے کو نا سمجھی سے دیکھا تھا۔

"چچا میں نے پوچھا کہ کیا ہم آپ سے بات کر سکتے ہیں"۔اب سویرہ نے بھی اتنی ہی بلند آواز سے کہا تھا جتنی بلند اس بڑھے شخص کی تھی۔چچا شاید کم سنتے تھے۔

"نہیں نہیں۔۔سردی میں اس بار ساگ نہیں ملے گا۔"وہ پنجابی زبان میں کہتے ہوئے بنا ان کی سنے آگے کو چل دیے۔وہ دونوں ہکا بکا سی کھڑیں پلکیں جھپکتی گئیں۔ایک ہی دن میں دو عجیب حادثے ہو گئے تھے۔ابھی تو آغاز ہوا تھا۔آگے نا جانے کیسے کیسے لوگ ملنے والے تھے۔اسی کشمکش میں گھرے 'دفعتا سویرہ کو کسی نے پیچھے سے پکارہ تھا۔وہ اور زنیرہ ایک ساتھ گھوم کر پلٹیں تھی۔

"روقیہ خالہ؟۔۔روقیہ خالہ لہ لہ"!

روقیہ بیگم ہاتھ میں کسی چیز کا بڑا سا گٹھا اٹھائے ان کی طرف ہی چلی آرہیں تھی۔ سویرہ کو انہوں نے اس لڑکی کے گھر کے سامنے دیکھ لیا تھا۔ اس دوران وہ اپنی چھوٹی زمین سے کپاس چن رہیں تھی۔ ان کی موجودگی پر سویرہ چیختی ہوئی ان سے گلے سے جالگی۔ یہ اتفاق کسی آسرے سے کم نہیں تھا۔ زنیرہ بھی چلتی ہوئی پاس آکر رکی پھر آہستہ سے روقیہ بیگم کو سلام کیا۔ جس کا انہوں نے مسکرا کر جواب دیا تھا۔

"کیسی ہو۔۔امی کی طبیعت کیسی ہے۔۔۔۔ یہاں کیا کر رہی ہو؟۔۔ میں نے دیکھا تھا ادھر پیچھے تم بچیوں کو۔۔"

انہوں نے پیچھے راستے کی طرف اشارہ کیا۔

"میں بلکل زبردست ہوں۔۔۔امی بھی بلکل فٹ ہیں۔۔۔ آپ بتائیں؟۔۔۔او۔۔ میں تو بھول ہی گئی۔۔ زنیرہ یہ عبداللہ بھائی کی امی ہیں۔۔ میں نے بتایا تھا نا ہمارے پڑوس میں رہتے تھے۔" سویرہ کی بات پر اسنے حیرت سے آنکھیں واں کی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے دوبارہ سلام کیا۔ اب کی بار تھوڑا زیادہ پیار اور لگاؤ سے۔ روقیہ بیگم اس کے انداز پر مسکرائیں تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جیتی رہو۔۔ماشاءاللہ" انہوں نے اس کے گرمی سے تمتماتے لال' ٹھوڑی تک آتی چادر سے دکھتے چہرے پر نظر ڈالی تھی۔

"آجاو گھر چلتے ہیں۔۔ایسے راستے میں نہیں رکتے۔۔آجاو" وہ آگے بڑھیں تو دونوں تابعداری سے پیچھے پیچھے چلنے لگیں۔

"یہ آپ مجھے دے دیں۔۔میں اٹھا لیتی ہوں" اسے ان کے ہاتھ میں پکڑے گٹو کا خیال آیا۔اس نے آہستگی سے کہتے ہوئے گٹو کو ان سے لینا چاہا تھا۔

"نہیں نہیں بچے ٹھیک ہے۔۔بہت شکریہ۔۔خوش رہو"

انہوں نے مسکاتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔وہ چادر میں چھپی نازک چھوٹی سی بچی لگ رہی تھی۔

"نہیں خالہ دے دیں۔۔ہم اٹھا لیتے ہیں۔" سویرہ نے البتہ زبردستی پکڑ ہی لیا تو وہ ہنسنے لگیں۔کچھ کچے پکے مکان سے گزرتے وہ ایک کریم رنگ سے سجے مکان کے پاس آرکے۔مکان کے داخلی دروازے کے آگے دور دور تک پھر سے سرسوں کے کھیت لہلہاتے نظر آرہے تھے۔لکڑی کا براؤن دروازہ کھول کر رقیہ بیگم اندر داخل ہوئیں۔گھر کے

چاروں اطراف میں مختلف پھولوں کے پودے لگے ہوئے تھے۔فرش بھی اینٹ کا ہی بنا ہوا تھا۔ایک جگہ دو چارپائیاں کھڑی تھیں اور ساتھ ہی کھلا کچن تھا۔پھر اسی طرح سامنے تین کمرے بنے ہوئے تھے اور ایک طرف اوپر چھت پر جانے کے لیے سیڑھیاں۔

"آجاو بیٹھو۔۔میں تم لوگوں کے لئے پانی لاتی ہوں۔"انہوں نے صحن میں رکھی دو میں سے ایک چارپائی کو بیچھا کر انہیں بیٹھنے کو کہا اور پھر اندر کمرے سے دو پیتل کے گلاس اٹھا لائیں۔کھلے کچن میں انہوں نے چھوٹے سے لکڑی کے بنے کیبورڈ سے چینی نکالی اور پھر ساتھ پڑی ٹوکری سے لیموں اٹھائے۔اس دوران زنیرہ اور سویرہ گھر کو چاروں طرف سے گردن گھما گھما کر تک رہیں تھیں۔سویرہ تو گھر کی بناوٹ کو ہی دیکھ رہی تھی البتہ زنیرہ کچھ اور ہی تلاش کر رہی تھی۔یوں کہیں تو'کسی'کو تلاش کر رہی تھی۔پھر اس کی یہ الجھن بھی سویرہ نے ہی روقیہ بیگم سے پوچھ کر دور کر دی۔

"راشد اور عبداللہ بھائی نہیں دِکھ رہے خالہ؟۔۔کہیں گئے ہیں؟"۔اسنے کندھے پر سے بیگ اتار کر مٹکے سے پانی بھرتی روقیہ بیگم سے پوچھا۔

"راشد تو باہر گیا ہے۔۔عبداللہ خیر سے شہر میں ہی ہے۔۔"ان کی بات پر زنیرہ نے اداسی سے لب بھینچے۔پچھلا پورا ہفتہ اس کے خیالوں کا مرکز صرف عبداللہ ہی رہا تھا۔اس ایک ہفتہ کے دوران اسنے بڑی شدت سے عبداللہ کو یاد کیا تھا۔

"لو پیو۔۔"

انہوں نے دونوں کے آگے گلاس بڑھایا' جسے دونوں نے بروقت تھام کر گھونٹ گھونٹ پی ڈالا تھا۔ان کی پھرتی دیکھ 'روقیہ بیگم ہستی چلی گئیں۔ گرمی سے بچیاں پیاسی گھوم رہیں تھی۔

"بتایا نہیں پھر۔۔کیا کر رہی تھیں تم دونوں یہاں۔؟"

وہ اب اس گٹو کو کھول کر اس میں رکھی روئی کو دوسری چارپائی پر ایک کپڑا بیچھا کر رکھنے لگیں۔سویرہ نے ساری روادات ان کے گوش گنا اتاری۔زنیرہ نے اپنا اور اس کا گلاس تھام کر کچن کی سلیب پر جا کر رکھا تھا۔

"اکیلے نکل آئی ہو جھلیوں۔۔۔یہاں کے لوگ بہت پرانی ذہنیت کے ہیں۔۔۔خوامخواہ کا فساد کھڑا کر دیں گے تم دونوں کے ساتھ۔۔اگر کہو تو میں آج چل لیتی ہوں پھر کل میں

راشد کو بولوں گی وہ تم دونوں کے ساتھ چلا جائے گا۔؟"انہوں نے ان دونوں کی اکیلے آنے والی نا سمجھی پر چوٹ کی۔

"میں کہیں نہیں جاؤں گا۔۔آئے ایم اے ویری بسی پرسن۔"کھلے دروازے سے آتے راشد نے ایک نظر دونوں لڑکیوں پر ڈالی تھی۔پھر ماں کی بات کا الٹا ہی جواب دے کر دروازہ بند کر دیا۔

"کیسے نہیں جائے گا۔۔کان کھینچو گی تیرے۔۔"

انہوں نے دھیمی آواز میں لتاڑا تھا۔

"آپ کان پکڑیں یا پیر۔۔میں نہیں جانے والا"روقیہ بیگم نے اس کی زبان درازی پر اسے گھورا تھا۔پھر بناز نیرہ اور سویرہ کا لحاظ کیے پاؤں پر پہنی چپل اتار کر اس کی کمر پر دے ماری۔وہ ہائے اماں کہتا ہوا اچھلنے لگا۔

"زبان قینچی کی طرح چل رہی ہے۔۔تمیز ہے ماں کے ساتھ ایسے بولتے ہیں۔۔۔بچیاں بھی بیٹھیں ہیں کچھ تو حیا کر"۔وہ اور سویرہ بامشکل اپنی ہنسی روکے اس کو مار کھاتے دیکھ رہی تھیں۔

"ہاں تو کون سا پہلی بار مل رہا ہوں میں ان سے۔۔۔یہ موٹ۔۔۔میرا مطلب سویرہ کو تو جانتا ہوں اور یہ رحیم کی کزن ہے زنیرہ۔۔اللہ میری کمر"۔اسنے کمر مسلتے ہوئے'سر کے اشارے سے اپنی ماں کی معلومات میں اضافہ کیا۔پھر ایک بار دوبارہ کمر مسلتا ہوا منہ بناتا چلا گیا۔

"رحیم کی؟۔۔۔لو بتایا کیوں نہیں بچے تم نے۔۔۔ماشااللہ۔۔۔سویرہ تم نے بھی نہیں بتایا کچھ بھی۔"

روقیہ بیگم نے آگے بڑھ کر زنیرہ کی ٹھوڑی پر ہاتھ لے جا کر چوما تو وہ نا سمجھی سے مسکرائی تھی۔سویرہ نے کندھے اچکائے مانو کہہ رہی ہو'کیا ہوا پھر'۔

"ہاں۔۔۔ہو جائیں خوش۔۔اب مجھے بھی پانی پلا دیں۔۔بہت پیاس لگ رہی ہے"

اس نے ماں کو زنیرہ کو تکتے دیکھ کر مخاطب کیا۔وہ اسے آنکھیں دیکھاتیں ہوئی مٹکے سے پانی لینے گئیں۔

"گھبراؤ نہیں امی کا پٹھانوں سے الگ ہی رشتہ ہے۔۔۔ہر آنے جانے والے کو چوم چوم کر پاگل کر دیتی ہیں۔۔۔مجھے جتنے برے لگتے ہیں اتنے ہی امی کو پیارے۔۔۔"

اسنے مڑھے پر بیٹھ کر زنیرہ کو بتایا تو وہ پہلے تھوڑا الجھی۔وہ اسی کے سامنے اس کی قوم کو برا کہہ رہا تھا۔زنیرہ نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا۔

"ارے تمھارے علاوہ نا" زنیرہ کی گھوری دیکھ کر وہ دانت نکالنے لگا۔اسنے آنکھیں گھمائیں پھر مسکرا کر روقیہ بیگم کو دیکھنے لگی۔راشد تو ہمیشہ ماں سے کہتا تھا ان پٹھانوں کی صورت پر نا جائیں یہ میسنے جب بچے ہوتے ہیں تب ہی پیار کرنے کے قابل ہوتے ہیں لیکن جیسے جیسے بڑے ہوتے ہیں ویسے ویسے کاٹ کھانے کو دوڑتے ہیں۔راشد اور اس کی پٹھانوں سے دشمنی ہی الگ تھی۔اسے پوری پٹھان قوم ایک ہی شخص میں ملتی تھی اور وہ تھا رحیم۔دونوں کی کبھی نہیں بنتی تھی۔

"بچے پیر اوپر کر کے بیٹھ جاؤ۔۔آرام سے۔۔سویرہ تم بھی اوپر کر لو میری بچی"۔وہ بہت پیار اور نرمی سے کہہ رہیں تھی۔

"اماں فکر نا کرو نہیں بھاگ رہی یہ کہیں۔۔جی بھر کے دیکھ لینا"

ماں کا ان لڑکیوں کے لیے اتنا پیار برداشت نہیں ہوا تھا۔راشد نے پانی ہلک سے اتارتے ہی زبان کو اپنے کام پر لگایا تھا۔

"چل بد تمیز۔۔اٹھ جا کر کچھ لے کر آ۔۔بچیاں اتنی دور سے آئیں ہیں۔۔بھوک تو لگی ہو گی۔"

انہوں نے راشد کو جھڑکا پھر دوبارہ زنیرہ کی لال ہوتی رنگت پر نظر ڈالی۔

"سچی خالہ۔۔۔میرے پیٹ میں تو واقع چوہے کود رہے ہیں۔"سویرہ نے پیٹ پر ہاتھ رکھا۔راشد نے چھوٹی آنکھیں کئے اس کو دیکھا تھا۔

"بس یہ ہی کام ہے تمھارا۔۔۔کھانا کھانا اور۔۔۔۔ہائے امی جی ی ی ی۔۔"راشد ہوا اور چین سے ایک بار بیٹھ جائے؟۔گدھے پر سینگ ہونے کے برابر تھا۔اسکی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی اس کی امی نے دوبارہ کھینچ کر اس کی کمر پر چپل ماری تھی۔اس کی نسوانی چیخوں پر زنیرہ اور سویرہ ہنسے بنا نا رہ سکیں۔

"اٹھ۔۔جا کر لے کر آ۔۔گندھی اولاد۔"راشد ان کے دوبارہ کہنے پر انہیں تیکھی نظروں سے دیکھتا ہوا'ماں سے بچ بچ کر نکلنے لگا تو اس کے نکلتے ہی وہ بڑبڑائیں۔وہ دونوں اب تک ہنس رہی تھیں روقیہ بیگم بھی سر جھٹکتے ہوئے مسکراتی گئیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

روقیہ بیگم راشد کے لائے ہوئے گوشت کی کڑھائی بنا چکی تھیں۔روٹیاں بنانے کے لیے انہوں نے لکڑی جلا کر توا مٹی کے بنے چولہے پر رکھا۔یہ سب زنیرہ بہت اشتیاق سے دیکھ رہی تھی۔انہوں نے اسے یوں دیکھ کر پاس بٹھا لیا تھا۔وہ موڑھے پر بیٹھی تھی اور روقیہ بیگم لکڑی کی بنی چھوٹی اسٹول پر۔ایک طرف سویرہ کیمرے سے گھر کے باہر کے مناظر کی تصاویر بنا رہی تھی۔راشد بھی اس کے ساتھ کھڑا اسے تنگ کرنے میں جٹا ہوا تھا۔

"آپ کا ہاتھ نہیں جلتا۔۔اس طرح سے "لکڑیوں پر لگی آگ بہت تیز بھڑک رہی تھی۔اسے فکر سی ہوئی۔روقیہ بیگم اس کی بات پر مسکرائیں تھی۔

"نہیں اب تو عادت ہو گئی ہے۔۔پہلے پہل تو بہت جلا کرتے تھے لیکن پھر آہستہ آہستہ سیکھ لیا۔"وہ بہت نرمی سے اس کی بات کا جواب دے رہی تھیں۔

"تو آپ گیس پر کیوں نہیں بنا لیتیں؟"وہ نظرے اٹھا کر انکی طرف دیکھ کر بولی۔

"یہاں گیس کا مسئلہ رہتا ہے۔۔حکومت اپنی جیب بھرنے سے باز آئے تو ان گاؤں دیہات کا سوچے۔"انہوں نے دوسری روٹی توے پر ڈالی۔

"میں بھی ایک ڈالوں۔" اسے یہ سب بہت لطف دے رہا تھا۔ وہ یہ سب ایک بار کرنے کی خواہشمند تھی۔

"نا۔۔ بلکل نہیں۔۔ ہاتھ جل جائے گا۔" صفائی سے انکار کیا گیا تو زنیرہ نے بھی جانے دیا۔

"وہ کون سا پھول ہے۔۔؟" اسنے کیاریوں میں لگے سفید پھولوں کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"اللہ جانے مجھے تو نام نہیں یاد رہتے۔۔ راشد اور عبداللہ کو شوک ہے نئے قسم کے پھول لگانے کا۔۔۔" عبداللہ کے ذکر پر اس کے کان فوراً کھڑے ہو گئے۔ دل زوروں سے دھڑکا تھا۔ اس نے چہرہ موڑ کر باقی پھولوں پر بھی نظر ڈالی تو سورج مکھی کے دو تین چھوٹے پھولوں پر نگاہ ٹھہر گئی۔

"وہ سورج مکھی ہے نا۔۔۔ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں۔۔۔ میں دیکھ لوں؟"۔ اسنے چمکتی آنکھوں سے مسکرا کر اجازت مانگی تو روقیہ بیگم نے ہنستے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"عبداللہ کو بھی یہ والے بہت پسند ہیں۔۔۔ اسکے نانا نے تو باقاعدہ ایک چھوٹی سی زمین خریدی تھی ان پھولوں کے لیے۔" عبداللہ کے ذکر پر وہ ایک بار دوبارہ متوجہ ہوئی۔ وہ اپنے ذہن میں عبداللہ سے جڑی چیزوں کو بہت چپکے سے سمیٹ رہی تھی۔

"آپکی امی کہاں رہتی ہیں؟۔۔۔یہی رہتی ہیں؟۔۔۔کیا بہت سارے سورج مکھی کے پھول ہیں؟"آنکھوں کی چمک گہری ہونے لگی۔وہ واپس ان تک چلی آئی۔سورج مکھی جیسے پھول اسنے زندگی میں بس کتابوں اور ٹی وی پر ہی دیکھے تھے۔اسے بہت شوق تھا کہ کبھی وہ ایک بار جاگتی آنکھوں سے بھی انہیں دیکھے۔

"اماں کا گھر بس آدھے گھنٹے کی دوری پر ہے۔۔۔تم آنا چاہو تو میں راشد سے کہہ دوں گی۔۔وہ تمھیں پتا لکھوادے گا۔"نرم مسکراہٹ لئے انہوں نے رسانیت سے بتایا۔

"ہم کل پھر آپ کی امی کے گھر آجائیں؟"۔معصومیت سے سوال کیا گیا۔

"ضرور۔۔یہ بھی کوئی بات ہوئی پوچھنے والی؟۔۔۔رات تک میں خود اماں کے گھر چلی جاؤں گی۔۔صبح وہی ہونگی۔"انہوں نے روٹیاں بنا کر رومال کے اوپر چھابی میں رکھیں اور پھر نرمی سے گویا ہوئیں۔

کھانا کھا کر کچھ وقت اور رکنے کے بعد وہ دونوں اب گھر کے لئے نکلنے لگیں تھی۔راشد سے کہلوا کر رقیہ بیگم نے زنیرہ کو راشد کی نانی کے گھر کا پتہ لکھوادیا تھا۔

"دیکھ بھال کر جانا۔۔۔سویرہ بچے دیکھ کر ہاں!"۔وہ دروازے تک آئیں اور دونوں کے سروں پر پیار سے ہاتھ رکھا اور ساتھ ایک ایک کر کے ماتھا چومتے ہوئے کہنے لگیں۔راشد کو وہ پہلے ہی انہیں گاڑی تک چھوڑنے کا کہہ چکی تھیں تو وہ باہر نکل گیا تھا۔دونوں سلام دعا لیتی واپسی کے لیے نکل گئیں تھی۔کل کی صبح کا انتظار ایک امید سے باندھے 'زنیرہ کا پھر پورا سفر ایک شخص کے گرد ہو کر طے پایا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

واپس ہاسٹل آ کر اس نے پہلے ایک طویل شاور لیا۔ٹروزر پہنے وہ بنا شرٹ کے باہر آیا تھا۔الماری سے شرٹ نکال کر پہنی اور پھر پیروں پر چپل اڑستا 'وہ نیچے ہوسٹل کے کیفے ٹیریا چلا گیا۔اب اس وقت اسے بھوک بہت لگ رہی تھی۔پلیٹ میں اس نے تھوڑے سے بوئلڈ چاول اور سبزی کی گریوی ڈالی اور ساتھ پانی کی بوتل لیے وہ ایک چیئر پر جا بیٹھا۔کھانے کے دوران یکلخت اس کی نظر اسی لڑکے پر گئی جو اس کے ساتھ یونی میں میتھس کی تیاری کرتے وقت آ بیٹھا تھا۔وہ بھی اکیلا ہی بیٹھا تھا۔رئیس پلیٹ اٹھائے اس تک گیا اور برائے بے نیازی

سے سامنے والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔وہ لڑکا اس کی طرف متوجہ ہوا۔ مسکرا کر دونوں نے سلام دعا کی تھی۔

"میں رئیس۔۔پاکستان سے۔۔۔۔اور تم؟"۔اسنے پانی کا گھونٹ بھرتے ہوئے سامنے بیٹھے لڑکے سے پوچھا۔

"یو فروم پاکستان؟؟۔۔رئیلی؟"۔اس لڑکے نے حیرانی اور خوشی کے ملے جلے تاثرات لئے پوچھا۔رئیس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"میرا نام محمد عبداللہ ہے۔۔میں ایران سے ہوں۔۔۔میرے ابا کا تعلق بھی پاکستان سے ہے۔۔۔مل کر بہت خوشی ہوئی۔" وہ اب اردو میں بامشکل لفظ ادا کرتے ہوئے رسانیت سے کہہ رہا تھا۔رئیس اس کے نام پر بنا پلک جھپکے ماؤف سا ہو گیا۔

"آپ پاکستان سے یہاں پڑھنے آئے؟۔۔وہاں تو اچھی پڑھائی ہے۔۔نہیں؟" محمد نے جملوں کو توڑ توڑ کر ادا کرتے ہوئے پوچھا۔

"اچھی تو ہے لیکن میرا ملک سے باہر پڑھنے کا ارداہ بہت وقت سے تھا۔۔اسی لیے" وہ دوبارہ کھانے کی طرف مائل ہوا۔محمد کا چہرہ رئیس سے باتوں کے دوران مسلسل مسکاتا گیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تمہیں سگریٹ سے الرجی ہے؟"احمد کی آج والی حرکت پر اسے محمد کا کھانسنا یاد آیا تھا۔

"نہیں۔۔مجھے استھما ہے۔۔الرجی نہیں ہے"مسکاتے ہوئے اس نے رئیس کے علم میں اضافہ کیا۔

"سوری۔۔احمد کی طرف سے۔۔وہ تھوڑا ہے ایسا۔۔"ناجانے اسے شرمندگی کیوں ہوئی تھی۔احمد کا یوں کسی کمزور کا فائدہ اٹھانا اسے ہمیشہ سے گراں ہی گزرا تھا۔

"نہیں نہیں۔۔کوئی بات نہیں۔۔آپ کیوں سوری بولتے ہیں۔"وہ ہاتھ ہلا کر منع کرنے لگا۔

"عادت ہو گئی ہے اب تو۔۔کوئی نئی بات نہیں۔۔سب کو نہیں پتا میری بیماری کا"وہ اب بھی مسکرا کر ہی جواب دے رہا تھا۔

"کوئی دوست وغیرہ بنائے۔۔یا ابھی تک ایڈجسٹ ہی ہو رہے ہو؟"۔

"نہیں نہیں۔۔میرا کوئی دوست نہیں بنتا"

محمد نے عجیب سی مسکان سے نظرے پھیر کر گردن پر ہاتھ پھیرا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کیوں۔۔۔ لینگویج کی وجہ سے؟"۔ماتھے پر بل ڈالے اسنے استفسار کیا۔اس نے اکثر اوقات محمد کو اکیلے بیٹھے ہی دیکھا تھا۔اسے لگا شاید وہ تھوڑا زبان کی وجہ سے ابھی تک دوست نہیں بنا پایا یا کچھ اور۔

: نہیں۔۔۔ لینگویج نہیں۔۔بس ایسے ہی۔۔"اسے پل بھر کو محسوس ہوا محمد اس سے جھجھک رہا ہے۔مگر اس نے پھر بات کو جانے دیا اگر محمد آرام دہ نہیں ہے تو وہ اسے پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"چلو کوئی نہیں۔۔تم میرے ساتھ دوستی کر لو۔۔پہل کرو گے تو دوست بنتے جائیں گے"

رئیس نے یہ بات بہت آرام سے کہی تھی۔مگر اسے اپنے کہے ان جملوں پر کسی کا چہرہ اپنے آنکھوں کے سامنے لہراتا ضرور دیکھائی دیا تھا۔اس کی بات پر محمد نے کچھ دیر آنکھیں حیرت سے واں کی۔رئیس کا چہرا دیکھا پھر مسکرا کر ہنستے ہوئے ہاتھ ملانے لگا۔

دونوں کے درمیان پھر کافی دیر بات چیت ہوتی رہی۔محمد اس کو اپنی فیملی اور اپنے والدین کے ملاپ کے قصے سناتا گیا۔محمد کی ماں کا تعلق ایران سے تھا۔اس کے والد پاکستان سے کاروبار کے لیے ایران آئے تھے تو وہیں اسکی والدہ کو پسند کر بیٹھے تھے۔اس دوران رئیس کو

آج کا کینٹین والا واقع بھول بھولا گیا تھا۔ پھر کچھ دیر ہر خیال ہر بے چینی کا شئبہ تک نا ہوا۔ محمد بولتا بہت میٹھے انداز سے تھا اور پھر اس کے لبوں پر ہر وقت رہنے والی مسکان اس کی نرم اور مخلص طبیعت کا نمونہ تھی۔

کچھ دیر پھر دونوں ہاسٹل سے باہر ٹہلنے بھی نکلے تھے۔ واپسی پر رئیس کو اب بہت ہلکا پھلکا محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے بہت عرصے بعد اس نے خود پر سے سوچوں کا طویل اور گہرہ سایہ دور ہوتے پایا ہو۔ رات سونے سے پہلے اسنے آلارم لگانے کے لئے فون اٹھایا تو بہت سے میسجز اسکے فون کیا سکرین پر جگمگا رہے تھے۔ محمد کے ساتھ اسے دھیان ہی نہیں رہا تھا۔ ایک نمبر سے کئی میسجز دیکھ کر وہ بے اختیار مسکرایا۔ پھر اسی نمبر پر کال ملا کر کان سے لگا کر وہ بیڈ پر آلیٹا۔ فون کی بیل جا رہی تھی لیکن آگے سے کوئی جواب نا آیا۔ اس نے لب دبائے۔ مسکرا کر دوبارہ کال ملائی۔ کال اٹھالی گئی تھی۔ سامنے والا اسی پر غصہ اتارنے لگا تھا۔

"کیا پرابلم ہے۔۔ شرم نام کی چیز ہے۔۔۔ یہ کوئی وقت ہے کال کرنے کا؟"۔ نسوانی آواز پر اسنے مسکرا کر لب کاٹے تھے۔ آنکھوں کی چمک واضع ہوئی۔

"تم سے کیسی شرم۔۔ جب دل چاہے گا میں کال کروں گا۔" لچک کر جواب دیا گیا تھا۔

"آپ اپنے اس دل کو نکال کر باہر پھینک دیں۔۔کچھ زیادہ ہی پھیل رہا ہے"۔ناراضگی اس کے ہر لفظ سے ایاں ہو رہی تھی۔وہ ہنسا۔

"تو تم کہاں جاؤ گی پھر۔۔سوچ لو۔۔تمھارا ہی نقصان ہے"۔وہ لب دانتوں تلے دبائے معصومیت سے بولا۔

"رئیس۔۔مجھے نیند آ رہی ہے۔۔خدا حافظ"۔اسنے کہتے ہی کال کاٹ دی۔وہ کچھ دیر فون کو دیکھتا رہا پھر دوبارہ کال ملائی۔

"رئیس میں نے کہا۔۔۔"

"اچھا سوری نا۔۔بس آج تھوڑا مصروف رہا تھا۔۔دھیان ہی نہیں رہا"۔کال اٹھا کر وہ پھر غصہ کرتی۔رئیس نے بات کاٹ دی۔

"اسی مصروفیت کو اپنی بیوی بنا کر سجا لیں۔۔۔مجھے تنگ نا کریں"۔ناراضگی ہنوز برقرار تھی۔وہ اس کی بات پر قہقہہ لگا کر ہنسا۔اسکی ہنسی کو اتنے عرصے بعد سن کر وہ خاموش سی ہو گئی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"جیسا تم کہو۔۔سوتن لانے کے لیے مجھے کوئی مسئلہ نہیں"۔اسنے سر کے نیچے اپنا بازو رکھ کر دوسرے ہاتھ سے فون تھام لیا۔لہجے میں شرارت جھلک رہی تھی۔

"گلہ دبادوں گی میں"۔غصہ پھر سے اس کی ناک پر آ ٹھہرا۔

"اتنا ظلم۔۔میں تو شادی سے پہلے ہی بیوہ ہو جاوں گا۔۔"اسنے چھیڑا۔

"آپ کا"۔اس نے زور دے کر کہا۔رئیس کا قہقہہ پھر بلند ہوا تھا۔

"دلشاد۔۔سوری نا۔۔سیٹل ہوتے ہوتے وقت کا اندازہ نہیں ہوا۔۔"وہ سنجیدہ ہوا تھا۔دلشاد خاموش رہی۔

"کیسی ہو۔۔گھر میں سب کیسے ہیں۔؟"

وہ خاموش رہی تو اس نے پھر سے مخاطب کیا۔

"سب ٹھیک ہیں۔۔آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"۔وہ نرمی سے پوچھنے لگی۔سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ چکا تھا۔

""ٹھیک ہوں۔۔بس تھوڑا سا تھک گیا ہوں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ وقت پر میڈیسن لے رہے ہیں نا؟۔۔۔اور پلیز زیادہ نا سوچا کریں۔۔۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ اسکے مائیگرین کے بارے میں جانتی تھی۔فکر سے اسی بات کا پوچھ رہی تھی۔

"مجھ سے۔۔مجھ سے اب برداشت نہیں ہوتا۔۔۔مجھے لگ رہا ہے میں پاگل ہو رہا ہوں"۔ آنکھوں میں نمی در آئی۔لبوں پر زبان پھیرے اسنے قرب سے آنکھیں میچیں تھی۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں۔۔۔کچھ نہیں ہو گا۔۔آپ اللہ کی ذات سے مایوس نا ہوں۔۔وہ سب ٹھیک کر دے گا۔۔اپنے وقت پر۔۔آپ کو بس صبر کرنا ہے۔۔" وہ بھی پریشان ہونے لگی۔رئیس کی ہر بار کی مایوس کن باتوں نے اس کا دل بے چین کر رکھا تھا۔

"میں۔۔میں اس کی ذات سے مایوس نہیں ہوں دلشاد۔۔میں اس سے کبھی مایوس نہیں رہا۔۔میں بس خود کو کبھی وہ اہمیت نہیں دے پایا جس نے مجھ سے میرے سولہ سال چھین لئے۔۔۔"

اسکی آنکھیں آنسو روکنے کے باعث سرخ ہونے لگی۔دلشاد بھی اب رونے لگی تھی۔فرق بس اتنا تھا کہ وہ ابھی رئیس کے اصل زخموں سے لاعلم ہو کر اسکے مرض کو لے کر غمگیں تھی۔

"تو اب دے دیجئے اہمیت۔۔آج ہی سن لیں اپنے دل کی۔۔آپ خود کو اور خود سے جڑے لوگوں کو اس طرح تکلیف نا دیں"۔وہ آنسو روکے اس سے التجا کرنے لگی۔

"ہم انسان بھی کتنے ظالم ہوتے ہیں نا دلشاد۔۔دوسروں کی بات تو دور خود تک پر بھی رحم نہیں کرتے۔۔جب تکلیف حد سے سوا ہو جاتی ہے تو احساس ہوتا ہے۔۔کہ بہت دیر کر دی ۔۔ملال میں ہم اندر تک جکڑ لیے جاتے ہیں۔۔اکیلے رہ جاتے ہیں اور پھر دوبارہ خود کو اسی کنارے لا کھڑا کرتے ہیں جس کی منزل صرف موت ہوتی ہے۔ "

"آپ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں۔۔میں آپ کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑوں گی۔۔ہمیشہ آپ کے ساتھ رہوں گی۔"آنسو گالوں پر گرتے چلے گئے۔رئیس کی باتیں اسکی روح تک چھلنی کر رہے تھے۔بعض اوقات وہ بہت عجیب سی باتیں کرتا تھا۔عجب احساس تھا۔پردیس میں بیٹھا'اپنا'تکلیف میں تھا اور وہ کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔

"مجھے اس بات پر تم سے بھی زیادہ یقین ہے کہ تم مجھے اکیلا نہیں چھوڑو گی۔۔۔مجھے بس خود پر بھروسہ نہیں۔۔۔۔"وہ پل بھر کو رکا۔ایک لمبی سی سانس خارج کرتے ہوئے ماتھا مسئلہ۔

خیر چھوڑو۔۔میں بھی کیا ایموشنل ہو گیا ہوں۔۔""

وہ پھیکے سے انداز میں ہنسا۔

"تم نے بتایا تھا تمھارے مڈز چل رہے ہیں؟۔۔واپسی کب تک کی ہے۔" دلشاد کو وہ خود کی پریشانیوں میں پہلے ہی بہت الجھا چکا تھا۔وہ اس کو ان سب سے دور رکھنا چاہتا تھا۔بہتر تھا کہ وہ حقیقی الجھنوں سے ناواقف ہی رہتی۔

"ابھی چند ہفتے ہیں۔۔شاید مہینہ بھی لگ جائے۔"

اسنے بھی مزید کوئی بحث نا کرنا چاہی۔

""ٹھیک ہے تم آرام کرو۔۔پھر بات ہوتی ہے۔۔۔ٹھیک۔۔؟

"جی۔۔۔"

"اللہ کی امان میں۔"

اسنے فون ڈسکنکٹ کرتے ہی کچھ پل یوں ہی فون کو تکا۔ مسیجز والی ایپ پر کلک کرنے سے کئی میسجز میں جگمگاتے ایک میسج پر اسکی نگاہ اٹک گئی تھی۔اسنے اس نام پر کچھ دیر اپنا انگھوٹھا ہوا میں ہی مہلک رکھا پھر فون بند کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر چت لیٹ گیا۔اس میں اب ہمت نہیں تھی۔وہ اس شخص سے بہت دور آنکلا تھا۔اس ایک انسان کو اندھیر میں رکھ کر خود

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

روشنی تلاش کر رہا تھا۔ وہی جو اس کا ہر موڑ کا ساتھی اور ہمدرد تھا۔ رئیس نے اسی سے رابطے کی ڈور کاٹ دی تھی۔

ان دنوں پھر رئیس اکثر اوقات محمد کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا رہا۔ اسنے اتنے وقت میں یہ تو جان لیا تھا کہ محمد بہت زیادہ پڑھا کو اور انٹروورٹ ٹائپ لڑکا ہے۔ ان کی دوستی کو مہینہ ہونے کو آیا تھا اب رئیس کو" وہ "دِکھنا بھی مکمل بند ہو چکا تھا۔ ایسے جیسے کبھی اس کا وجود تھا ہی نہیں۔ اسے ایک دو بار خیال بھی آیا پر اسنے زیادہ توجہ نہیں دی۔ سیمیسٹر کے ایگزامز قریب آ رہے تھے۔ دونوں یا تو یونی ورسٹی کے مین گراونڈ میں پڑھتے ہوئے پائے جاتے، یا یونی کی لائبریری میں۔ ہاسٹل بھی وہ ساتھ نکلا کرتے اور ساتھ آیا کرتے تھے اور پھر رات دیر تک کھانے کے بعد ٹہلنے بھی جاتے تھے۔ رئیس کو کھانے کے بعد ٹہلنے جانے کی عادت بہت پہلے سے تھی۔ اور یہ عادت جس نے لگائی تھی اس کا خیال آتے ہی وہ بے اختیار مسکرانے لگتا تھا۔ ایک تبدیلی جو اسنے خود میں محسوس کی تھی۔ وہ محمد کی بدولت وقت پر نماز پڑھنے کی تھی۔ محمد کی موجودگی اسکے لیے اللہ کی جانب سے رحم کی دلیل تھی۔ وہ جن نمازوں سے بھاگتا آیا تھا۔ اب انہیں کے انتظار میں خود کو بے چین پاتا تھا۔ صبح فجر کے علاوہ وہ کوشش کرتا تھا کہ باقی کی نمازیں وقت پر ہی ادا کرے۔

بہر حال، آج کی رات بھی وہ اور محمد عشاہ کی نماز کے بعد ٹہلتے ٹہلتے ہاسٹل کی طرف واپس آرہے تھے۔یکلخت سامنے سے تیز رفتار میں آتی فراری محمد کے این قریب آکر رکی تو دونوں بے اختیار ہڑ بڑا سے گئے۔ معاً بروقت محمد پیچھے نا ہوتا تو گاڑی اسی پر چڑھ دوڑتی۔رئیس فوراً تیش میں آگیا۔گاڑی سے نکلتے احمد کو اس نے جا بجا گھورا تھا۔

لحاظ بھول چکا تھا۔"کیا جاہلیت ہے۔۔تجھے تمیز نہیں گاڑی چلانے کی"

رئیس کی بات پر وہ تمسخرانا ہنسا۔

"اتنا بھڑک کیوں رہا ہے۔۔۔ہمم آئی سی نیا دوست بنالیا ہے"۔تمیز اسنے بھی بھولا دی تھی۔محمد پر نظر ڈال کر ہاتھوں کی دو انگلیاں بینڈ کرتے ہوئے طعنہ مارا تھا۔

"کیا کام ہے تجھے وہ بول۔۔"

اسے احمد کی موجودگی ہمیشہ بے چین کر دیتی تھی۔رئیس نے اکتا کر کہا۔محمد پیچھے خاموش کھڑا ادھر ادھر دیکھتا رہا تھا۔

"کالز پر کالز کر رہا ہوں۔۔اٹھا کیوں نہیں رہا؟"احمد چلتا ہوا قریب آکر رکا۔

"مصروف تھا"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مختصر جواب دے کر اس نے جان چھڑانے کی کی تھی۔احمد بناؤٹی ہنسی ہنسا۔

"مجھے نہیں پتا تھا تیری ایسی مصروفیات بھی ہیں۔۔۔لیکن یہ ابھی چھو۔۔۔"اس نے پیچھے کھڑے محمد پر ایک نظر ڈالی۔اس کی بے ہودہ اور ذو معنی بات پر رئیس نے اس کی الفاظ مکمل ہونے سے پہلے ہی اس کا گلہ دبوچ کر منہ پر ایک مکا جڑ دیا تھا۔پھر بے شمار گالیاں دیتا رہا۔احمد منہ پر لگنے سے تھوڑا لڑکھڑا کر پیچھے ہو گیا تھا۔بے ساختہ محمد بیچ بچاؤ کرنے آگے بڑھا۔

"زلیل انسان۔۔دفع ہو جا۔۔ورنہ تیری کھال ادھیڑ دوں گا۔۔"محمد نے اسکے بازو پکڑ کر پیچھے کو کر دیے تھے۔ورنہ وہ تو دوبارہ احمد پر ٹوٹ پڑنے کو دوڑ رہا تھا۔

"تورک۔۔دیکھ میں کیا کرتا ہوں۔۔تو نے مجھ پر ہاتھ کیسے اٹھایا سالے**۔"

احمد پاگلوں کی طرح رئیس کی طرف بڑھا۔محمد بیچ میں آیا تو احمد نے اسے سینے پر زور ڈال کر دھکہ دے ڈالا۔وہ لڑکھڑا کر نیچے گرا تھا۔اب کے رئیس اور احمد میں ہاتھا پائی شروع ہو چکی تھی۔محمد کو سانس لینے میں مشکل ہونے لگی۔آس پاس سے گزرتے کچھ لوگوں نے فوراً دونوں کا بیچ بچاؤ کروایا۔کچھ نے پولیس تک کو بلا والیا تھا۔پل بھر کی بات تھی اور دونوں کو پولیس پکڑ کر لے جا چکی تھی۔محمد کی حالت غیر ہونے لگی تھی تو وہاں کھڑے لوگوں نے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اسے ہاسپٹل لے جانے کا پوچھا۔وہ پوکٹ سے انہیلر نکال کر منع کرتے ہوئے رئیس اور احمد کے پیچھے ہی پولیس اسٹیشن چلا گیا تھا۔

دونوں پر جرمانہ عائد کیا گیا۔پہلے پہل تو پولیس نے انہیں لاک اپ میں ڈالے رکھا پھر چند گھنٹوں کے بعد جرمانہ کی بھرپائی کرواتے ہی دونوں کو جانے دیا۔

"تجھے بہت مہنگا پڑے گا رئیس۔۔تجھے اور تیرے اس چمچے کو دیکھ لوں گا میں۔"وہ پولیس اسٹیشن کے باہر روڈ پر کھڑے تھے۔احمد نے دانت کچکچا کر محمد کو اور پھر اسے غصے سے دیکھا۔

"تیرے باپ سے بھی نہیں ڈرتا میں۔۔جا جو اکھاڑنا ہے اکھاڑ لے"اسنے احمد کے برعکس تھوڑا سنبھل کر لیکن سرد مہری سے کہا۔پھر بنا مزید کچھ کہے سنے آگے بڑھ گیا۔

"لگتا ہے۔۔آپ کے دوست کو اچھا نہیں لگا۔"اس نے اپنی پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالے ساتھ چلتے رئیس سے کہا تھا۔

"کیا؟۔۔کہ تم میرے دوست ہو۔"اسنے مسکرا کر پوچھا جس پر محمد نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اس زلیل انسان کو اچھے برے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔تم کان نا دھرو۔۔دیکھ لوں گا اسکو میں۔"آنکھوں میں ایک بار پھر غصہ اتر آیا۔احمد جیسے انسان کے ساتھ اس نے اپنے دو سال

گزار دیے تھے۔رئیس کو رہ رہ کر خود پر غصہ آنے لگا۔بے شرم اور بدزبان لڑکے کی صحبت میں اس نے اپنا ضمیر مار ڈالا تھا۔محض اس لئے کہ وہ اپنے حاضر کے ساتھ ساتھ ماضی سے بھی بھاگنا چاہتا تھا؟۔تف تھی۔اس سے اچھا وہ کتوں کی بستی میں جگہ بنا لیتا مگر احمد سے نا ٹکراتا۔

کچھ روز وہ اور احمد دوبارہ آمنے سامنے نہیں آئے۔ایگزامز شروع ہو چکے تھے۔محمد مکمل پڑھنے میں غرق رہنے لگا تھا۔اسکی اور محمد کی یونی میں ہی ملاقات ہوتی تھی۔آج پہلے پیپر کے بعد وہ اس وقت دونوں کینٹین میں بیٹھے تھے۔محمد رئیس سے میتھس کے کچھ سوال سامنے کتاب کھولے پوچھ رہا تھا جسے وہ برگر کھاتے ہوئے سولو بھی کروا رہا تھا۔

"ایکس کی ویلیو کو ایکس اسکوائر کی ویلیو سے ملٹیپلائے کریں گے۔۔اور پھر فورملے کی ویلیو میں پُٹ کریں گے۔" محمد سر ہلاتا' ساتھ ساتھ ایکوئیشنز سولو بھی کئے جا رہا تھا۔رئیس کی میتھس محمد کے برعکس بہت زیادہ اچھی تھی۔محمد نے سولو کر کے نوٹ بک اس کے آگے کی تو اسنے اٹھ کر اس کی کنپٹی پر لگا دی۔

"دَسویں بار کروا رہا ہوں میں۔۔بول رہا ہوں ایکس کی ویلیو ملٹی پلائی کرنی ہے۔۔گدھا۔"

اسنے برگر واپس پلیٹ پر رکھ کر اس کے ہاتھ سے پین لیا اور خود سولو کر کے واپس اس کی

طرف نوٹ بک بڑھادی۔ محمد منہ بنائے کنپٹی مسل رہا تھا۔اتنی زور سے جو لگی تھی۔ان دونوں میں اب اتنی تو دوستی تھی کہ رئیس کی بات کا وہ برا نہیں مانتا تھا۔وہ اسے چھوٹے بھائی کی طرح ہی ٹریٹ کرتا تھا۔

"اب اگر ٹھیک نا کیا تو الٹا لٹکا دوں گا۔"

اسنے واپس برگر کھاتے ہوئے محمد سے کہا۔دھمکی سن کر محمد نے البتہ اب کی بار بلکل ٹھیک سولوُ کیا تھا۔اس نے محمد کی کاپی پر سٹار بنا کر واپس دیا تو وہ ہنس ہنس کر کہیں جا رہا تھا۔رئیس بھی اسے منہ پھاڑ کر ہنستا دیکھ مسکراتا گیا۔

"پیپر میں بس کوئی تیر نا مار دینا۔۔۔میری اتنی محنت پانی ہو جائے گی۔"اسنے آدھا برگر اس کے منہ میں ٹھونس کر اس کی بتیسی روکی۔

"انشاللہ پورے یونی میں نام روشن کروں گا"

برگر چباتے ہوئے اس نے شوخی سے کہا۔رئیس پھر کچھ پل اسے دوبارہ نوٹ بک پر متوجہ دیکھے سنجیدہ ہوتا گیا۔کتنی مشابہت رکھتا تھا یہ لڑکا۔ایک اِسی لڑکے میں جیسے دو لوگ آسمائے تھے۔ایک رئیس خود اور ایک محمد کا ہی ہمنام۔کتنے ہی منظر رئیس کی آنکھوں کے سامنے سے

ہو کر گزرتے۔جب جب وہ محمد کے ساتھ ہوتا تھا۔ذہن کے پردوں پر بہت سی خوبصورت اور یادگار تصویریں کسی فلم کی طرح آنے جانے لگتی تھیں۔اس وقت بھی یہی کیفیت اس پر طاری ہونے لگی۔اس کی آنکھیں نم ہوتی گئیں۔دل بے چین ہونے لگا تھا۔چہرا عجب اضطراب کا شکار ہوا پھر اسی طرح اس کی نظر محمد کے چہرے پر آ رکی۔اس کا چہرہ بلکل بدل گیا تھا۔سامنے بیٹھا محمد 'محمد نہیں تھا بلکہ کوئی اور تھا۔جھکے سر کے ساتھ اسی نوٹ بک میں مگن تھا۔رئیس نے اس چہرے کے خود پر نظر ڈالنے سے پہلے ہی آنکھیں قرب سے بند کر لیں۔جب کھولیں تو محمد کا چہرا سامنے آ ٹھہرا۔اس نے بے اختیار ٹھنڈی آہ بھری تھی۔

☆☆☆☆☆☆

اگلے دن وہ دونوں صبح سورج کے جاگتے ہی گاؤں روانگی کے لیے نکل گئیں تھی۔راشد کے بتائے ہوئے راستے کے مطابق زنیرہ گاڑی چلاتی سویرہ کو گائڈ کرتی رہی۔کل کے راستوں کے برعکس اس جگہ پر اور بھی بہت سے سحر انگیز نظارے دیکھنے کو مل رہے تھے۔جس راستے پر ان کی گاڑی رواں تھی 'اس سڑک کے ارد گرد دور تک پھیلے پیپل کے پیڑ نظر آتے تھے۔جنہوں نے اطراف میں چھاؤں کر رکھی تھی۔ایک آدھ گھنٹے کی مسلسل ڈرائیو کرنے

کے بعد وہ گاؤں میں داخل ہو گئے۔ کل جہاں ان کا جانا ہوا تھا'اس سے تقریباً دس پندرہ منٹ کے فاصلے پر ہی یہ والا گاؤں تھا۔اس مرتبہ سویرہ نے سفید رنگ کے گھر کے تھوڑا پیچھے ہی گاڑی روکی تھی۔راشد نے اسی گھر کا پتا بتایا تھا۔زنیرہ اتر کر دروازے تک آئی۔اس نے سادھی ڈینم بلیو رنگ کی کمیز پر پرینٹڈ چھوٹے اورنج رنگ کے پھولوں والی شلوار پہن رکھی تھی۔آج اس نے اپنی کریم کلر کی چادر کے بجائے بادامی رنگ کی چادر اوڑھ رکھی تھی ۔لکڑی کے دروازے پر ہلکی سی دستک دے کر وہ گاڑی کو لاک کرتی سویرہ کو ایک نظر دیکھنے لگی پھر دروازہ کھلنے کی آواز پر دوبارہ سیدھی ہوئی۔کھولنے والے شخص کو دیکھ کر اسے کچھ پل یقین نا آیا تھا۔جس ہاتھ نے چادر کو پکڑے منہ کو ہلکا سا ڈھانپے رکھا تھا۔وہ ڈھیلا ہو گیا۔اس کا دل ڈھڑک کر سنبھلا تھا۔لیکن سامنے کھڑے شخص کی اچانک موجودگی سے سانسیں پھر بھی تھم سی گئیں تھی۔وہ بنا پلک جھپکے کچھ دیر اس شخص کو دیکھتی رہی۔چوکھٹ پر کھڑا عبداللہ بھی زنیرہ کو دیکھ کر ساکن ہو گیا تھا۔زنیرہ کا چہرہ ایک بار پھر اس کے سامنے تھا۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟"سویرہ پاس آکر رکی تو اسنے بے حد نرمی سے نظریں پھیر لیں ۔عبداللہ نے بھی اس کی پکار پر زنیرہ کے چہرے سے نگاہیں ہٹائیں تھی۔

"کیا مطلب کیا کر رہا ہوں۔۔" دروازے کے دونوں پٹ کھول کر اس نے راستہ دیا۔دونوں ایک ایک کر کے اندر داخل ہوئیں تھی۔گھر پورا سفیدی میں نہایا ہوا تھا۔کچھ مخصوص جگہوں پر اولیو گرین رنگ کا پینٹ تھا بلکل جیسے داخلی دروازے کا اور سامنے نظر آتے کمروں اور ان کی کھڑکیوں کا تھا۔کچھ پھول بھی الگ الگ گملوں میں لگے ہوئے تھے۔کھلے صحن سے اوپر چھت کو جاتی سیڑھیاں اور پھر اوپر صاف نظر آتا آسمان۔بہت خوبصورت اور دلفریب لگتا تھا۔

"نہیں مطلب خالہ بتا رہی تھیں۔۔آپ شہر میں ہی ہیں۔۔" سویرہ نے کندھے سے بیگ اتار کر صحن میں پڑی خوبصورت رنگوں سے بنی چارپائی پر رکھا۔اسنے آج زنیرہ کے کہنے پر کرتا شلوار ڈال رکھا تھا لیکن بیگ اب بھی وہی تھا۔

ہاں کل رات ہی آیا ہوں۔۔ """

اسنے دوسری چارپائی پر سے بستر سمیٹنا شروع کیا۔رات کے وقت اس کی امی نے زنیرہ اور سویرہ کے آج آنے کے بارے میں اسے بتا رکھا تھا وہ جبھی انہیں یوں دیکھ کر حیران نہیں ہوا تھا۔اس کے آخری پیپر میں پندرہ دن کا گیپ تھا وہ اسی لیے رات ہی اپنی نانی کے گھر

آگیا تھا۔رات کے ہی پہنے ہوئے پینٹ شرٹ میں وہ اس وقت موجود تھا۔اسنے دونوں سے پانی کا بھی پوچھا تو انہوں نے انکار کر دیا۔

"آنٹی نظر نہیں آرہیں؟"

اسکی آواز پر وہ متوجہ ہوا۔وہ اب تک کھڑی ہی تھی جبکہ سویرہ گھر کا جائزہ لے رہی تھی۔

""امی اور نانی مورننگ والک پر گئی ہیں۔

اسکے چہرے کی معصومیت بڑی دلکش تھی۔اسنے کچھ دیر زنیرہ کے چہرے کو نظروں کے حصار میں رکھا۔

آپ کی نانی کی صحت تو پھر بہت اچھی ہو گی۔؟"زنیرہ نے مسکا کر کہا تو اسنے کندھے اچکائے۔

"

"ایسی ویسی۔۔"

مسکرا کر کہتے ہوئے اس نے اسے چارپائی پر بیٹھنے کا سر سے اشارہ کیا تو وہ جھٹ بیٹھ گئی۔

"کہاں کا ارادہ ہے پھر؟۔۔کدھر جانا ہے تم دونوں نے۔؟"

وہ زنیرہ کے سامنے رکھی چارپائی پر آ بیٹھا۔ روقیہ بیگم نے اسے سب بتا دیا تھا۔ اسنے سویرہ کو دیکھ کر زنیرہ کی طرف نگاہ ٹکائیں۔

"جہاں آپ لے جائیں عبداللہ بھائی"

سویرہ نے مسکرا کر بچوں کی طرح جواب دیا۔ پھر گھر کی دیوار سے نظر آتے باہر کے مناظر کو دیکھنے لگی۔

"جہنم چلو گی۔۔"

عبداللہ کے جواب دینے سے پہلے اونگھتا ہوا راشد سیڑھیوں سے نیچے اترتا ہوا نظر آیا تھا۔

۔"آ گیا۔۔بندر کہیں کا"

سویرہ نے آنکھیں گھمائیں۔

"ہاں چلو۔۔تمھے آسرا دینے کے لیے میں اتنا تو کر سکتی ہوں" اسنے پلٹ کر جواب دیا۔ دونوں پھر شروع ہو گئے تھے۔ وہ سانس لے کر رہ گیا۔ سر جھٹکا تو سامنے بیٹھی زنیرہ کے کھسے میں مقید پیروں کی طرف اس کی نظر آ رکی۔

"پیر کیسا ہے تمھارا۔۔؟" بہت آہستہ سے اس نے زنیرہ کا دھیان سویرہ اور راشد پر سے ہٹایا تھا۔وہ تو پہلے ہی اس کے سامنے بیٹھنے پر دبکی ہوئی تھی۔یوں اسکے پکارنے پر اس کے دل کی دھک دھک مزید بڑھ گئی۔یہ بھی غنیمت تھی کہ وہ بس سن نہیں سکتا تھا۔

"اب بہتر ہے۔۔بس زور دینے پر تھوڑا سا درد ہوتا ہے۔" اسنے خود کو یک ٹک دیکھتے عبداللہ سے کہا تھا۔اس کی نگاہ عبداللہ سے ہو کر اپنے پیروں اور پھر واپس عبداللہ سے ہو کر ادھر ادھر گھوم رہی تھی۔وہ اسکی جھجھک سے محفوظ ہوا۔

"ڈاکٹر کو دیکھایا۔۔اِن کیس کوئی اور پرابلم نا ہو؟" وہ بھنوے سکیڑے پوچھ رہا تھا۔

"نہیں نہیں۔۔۔اپنے جو دوائی بتائی تھی وہ لگادی تھی۔۔اب اتنا بھی کوئی سریس نہیں تھا۔"

"ہاں وہ تو ٹھیک ہے۔۔لیکن پھر بھی۔۔اب ایک میکینک کیا ہی صلاح دے گا۔" اس نے مسکراہٹ روک کر اس کے شرمندہ ہوتے چہرے کو دیکھا۔زنیرہ نے نظرے ملا کر چرا لیں تو وہ بے اختیار مسکرایا۔

"عبداللہ بھائی۔۔ہم اس بندر کو ساتھ نہیں لے کر جائیں گے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سویرہ نے ناک چڑھا کر راشد کو گھورا۔ وہ اور زنیرہ ان کی طرف ایک ساتھ متوجہ ہوئے تھے۔

"ایسی کی تیسی تمھاری۔۔ میں تو جاؤں گا۔۔"

اس نے بھی آنکھیں دکھا کر کمر پر ہاتھ دھرے۔ عبداللہ بنا کچھ کہے اٹھ کر اب چڑیوں کو ڈالا ہوا دانا دیکھ رہا تھا' جو ایک طرف دیوار کے اوپر مٹی کے دو برتنوں میں تھا۔ زنیرہ کی نظر بھی اس کے اٹھنے پر ساتھ ہی دیوار تک گئی تھی۔ پانی شاید کم تھا۔ وہ اسے مٹکے سے گلاس بھر کر اس مٹی کے ایک برتن میں پانی ڈالتے ہوئے دیکھنے لگی۔

"کون کون اسے ساتھ 'نہیں' لے جانے کی ہامی بھر رہا ہے۔" سویرہ نے پہلے خود ہاتھ بلند کیا۔ اس کے بعد عبداللہ نے پانی ڈال کر مڑتے ہوئے ہاتھ اٹھایا تھا۔ زنیرہ البتہ کسی اور ہی دنیا میں تھی۔ عبداللہ اور سویرہ نے ایک ساتھ اس کی طرف دیکھا تو اسنے گڑبڑا کر ہاتھ تھوڑا سا بلند کر ڈالا۔ عبداللہ بے اختیار مسکرایا۔ سویرہ اب راشد کو منہ چڑھانے والے انداز سے دیکھ رہی تھی۔ وہ تو جل بھن کر رہ گیا۔

"بھاڑ میں جاؤ دونوں۔۔۔ زنیرہ یار تمھیں تو میں سمجھدار سمجھتا تھا۔۔ تم بھی؟"

اسنے اپنے بھائی اور سویرہ کو منہ بنا کر کہا پھر آنکھوں میں ڈھیروں معصومیت لیے زنیرہ کی طرف دیکھا۔وہ بیچاری تو پریشان سی ہو گئی۔عبداللہ نے لبوں پر زبان پھیرے اس کے ڈراموں پر سر جھٹکا تھا۔

"آنے دو امی کو بتاوں گا۔۔"روتی صورت لیے اس نے ٹھوڑی پر ہاتھ پھیر کر شہادت کی انگلی لہرا کر کہا۔

"کیا بتانا ہے بھئی۔۔"دروازہ کھلنے کی آواز پر سب کا دھیان اندر آتی روقیہ بیگم اور عبداللہ کی نانی پر گیا تھا۔راشد کا اسپیکر باہر تک جا رہا تھا تو انہوں نے اندر آتے ہی پوچھا۔

"آ گئی تم دونوں۔۔؟"زنیرہ اور سویرہ کو دیکھ کر انہوں نے مسکرا کر پوچھا۔ان کے دھیان پر دونوں نے سلام میں پہل کی تھی۔عبداللہ کی نانی دروازے پر کھڑیں باہر کسی گزرنے والے سے بات کر رہیں تھیں۔راشد البتہ پیر پٹختا اپنا بستر سمیٹنے اوپر زینے چڑھ چکا تھا۔مبادا اس کی امی اسے ہی نالپیٹ دیں۔

"اماں یہ دونوں بچیاں ہیں۔۔"نانی کو دروازا بند کرتے دیکھ انہوں نے سر سے چادر اتار کر بتایا تھا۔وہ آنکھوں پر چشمہ درست کرتے ہوئے ان دونوں تک آئیں۔ان کے چہرے پر پڑی جھریاں اور انکی توانا جسامت سے اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ ایک بڑی عمر کی خاتون ہیں

"آئی ماشاللہ۔۔مینوں تے منظور آ"

دونوں کے سروں کا بوسہ لیا۔اس دوران عبداللہ پانی کا گلاس لیے ان تک آیا تھا۔انکی معنی خیزی سے کہی گئی بات پر وہ نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔سامنے کھڑی دونوں لڑکیوں کو انکا کہا تو سر پر سے گزرا تھا۔

"ہن دیر کس گل دی۔۔۔"(اب دیر کس بات کی)

"امی۔۔۔"نانی کی پھسلتی زبان پر عبداللہ نے چھیڑ ھنے کے سے انداز میں اپنی ماں کو پکارہ تو اس کی نانی گڑ بڑا کر سیدھی ہو بیٹھیں۔پیچھلی رات روقیہ بیگم نے زنیرہ اور سویرہ کے بارے میں ذکر کیا تھا۔اس کی نانی جب سے ایسی باتیں کر رہی تھیں۔عبداللہ کو چھیڑتی رہیں تھی یہ کہہ کر کہ 'اوہ۔۔دوست کی کزن ہے؟۔۔بہن ہی ہوئی!۔۔لڑکی کا بھائی بھی جگری یار ہے۔۔پٹھان ہیں۔۔پیاری بھی ہے۔۔روقیہ کے مطابق 'یہ کہتے وقت وہ کن آنکھیوں سے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

جن نگاہ سے کھانا کھاتے عبداللہ کو دیکھ رہی تھیں وہ اچھے سے سمجھ رہا تھا۔اب نانی کیا جانے زنیرہ کے بھائیوں کے ساتھ اس کا اٹھنا بیٹھنا ہے۔زنیرہ کے ساتھ نہیں۔نانی خیر سے بس اس کی شادی کروانا چاہتی تھیں اب لڑکی کوئی بھی جان پہچان کی نکل آتی تو وہ ایسے ہی کرتیں۔راشد پوری ان کی ہی کاپی تھا۔دونوں ہی شوخ چنچل مزاج کے تھے۔

"مطلب ہاں۔۔خوش رہو دونوں۔۔اللہ نصیب بہتر کرے"

ان کو الفاظ بدلتے دیکھ کر وہ مسکرایا پھر ایک نظر انہیں زنیرہ اور سویرہ سے بات کرتے دیکھ اوپر زینے چڑھ گیا تھا۔روقیہ بیگم اسی وقت کمرے سے چادر بدل کر کپڑوں کے ہی ہم رنگ دوپٹہ اوڑھے چلیں آئیں۔

"میں ناشتہ بنا دیتی ہوں۔۔۔تم سب کھا کر ہی نکل جانا"

انہوں نے نلکے سے ہاتھ دھوتے ہوئے جیسے اطلاع دی۔

"نہیں خالہ رہنے دیں۔۔ہم کھا کر ہی آئے ہیں۔۔"سویرہ نے انکار کیا

"جی۔۔۔آپ پلیز اتنی تکلیف نا اٹھائیں"اسنے بھی منع کیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کوئی نہیں بچے۔۔۔تکلیف کونسی۔۔۔۔ہمارے ساتھ کھالینا تھوڑا سا ہی۔۔۔ویسے بھی سب گاؤں والے زرا دیر تک ہی کھیتوں پر نکلتے ہیں۔"

نانی نے اسے مسکرا کر جواب دیا تھا۔پھر اسی طرح ناشتے سے فوراً فارغ ہوتے ہی چاروں گھر سے نکل آئے تھے۔زنیرہ اور سویرہ کا پہلے گاؤں تھوڑا دیکھنے کا ارادہ تھا اور ساتھ ساتھ جو اچھا لگتا اس کو ویڈیوز میں قید کرنے کا مقصد تھا۔زبردستی منہ اٹھا کر ساتھ آیا راشد ہی ان تینوں کے آگے لیڈ کرتا ہوا جا رہا تھا۔گھر کی سیدھ سے ہو کر وہ کھیتوں کے درمیان میں بنے چھوٹے سے کچے مٹی کے راستے پر چلنے لگے۔وہ سب جیسے جیسے گھر سے دور ہوتے گئے تھے،ویسے ویسے کھیتوں میں اضافہ ہوتا گیا تھا۔

"آنٹی بتا رہی تھیں۔۔آپکے نانا کی سورج مکھی کی بھی ایک بڑی سی زمین ہے۔؟"اسکی آواز پر ساتھ چلتے عبداللہ نے اس کی جانب دیکھا۔

"ہاں ہے تو۔۔۔لیکن 'بڑی سی' نہیں ہے۔۔۔"اسنے سوخ لہجہ اپنایا تھا۔

"تمہیں وہاں جانا ہے۔؟"

"جی۔۔آپ لے جائیں گے۔؟"اس نے آہستگی سے نظریں ملا کر پوچھا۔

"ابھی جانا ہے۔؟"سامنے راشد کو کچے اور گیلے راستے پر مڑتے دیکھ کر اس نے زنیرہ پر دوبارہ نگاہ ڈالی تھی۔

"نہیں ابھی نہیں۔۔بعد میں جائیں گے۔۔آرام سے۔۔"

کسی خیال کے تحت اسنے انکار کر دیا۔

"تمہیں پسند ہیں۔؟"س کے چادر میں ڈھکے چہرے پر اس کی مسکاتی آنکھیں ٹکی تھیں۔

"بہت زیادہ۔۔"اس کی آنکھوں کی چمک دیکھ کر عبداللہ نے مسکرا کر نگاہ پھر سے راشد پر ڈالی۔وہ جس راستے سے انہیں لے کر جا رہا تھا وہاں پیر رکھنے سے ہی کیچڑ میں گرنے کے سو فیصد چانسس تھے۔

"راشد دوسرے راستے سے چلتے ہیں۔۔یہ راستہ بہت خراب ہے۔"بلند آواز میں اسے مخاطب کیا تھا۔راشد نے مڑ کر ہاتھ ہلائے'جیسے کہہ رہا ہو کچھ نہیں ہو گا اتنی سی کیچڑ سے۔

"آنٹی کہہ رہی تھیں آپ کو بھی اچھے لگتے ہیں۔"

وہ عبداللہ کو خاموش پا کر پھر سے گویا ہوئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیا۔؟"عبداللہ چونکا۔اس کا دھیان راشد پر تھا۔اسے سمجھ نہیں آئی وہ کس بارے میں پوچھ رہی ہے۔زنیرہ نے نظر اٹھا کر دیکھا۔وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔الجھن بھری آنکھیں لیے۔

"سورج مکھی کے پھول۔۔"

"لگتے تھے۔۔۔اب نہیں لگتے۔۔۔"

کچی مٹی کی ڈھلان چڑھ کر اسنے پیچھے چلتی زنیرہ کے پیروں کو دیکھا۔وہ بھی ڈھلان چڑھ کر آرام سے قدم جما کر اترنے لگی۔

"کیوں۔۔؟"اسے تجسس ہوا۔

"کوئی دوسرا پسند ہے۔؟"اسے اشتیاق ہوا۔اگر سورج مکھی نہیں پسند تو یقین کوئی دوسرا پسند ہو گا۔وہ جاننا چاہتی تھی۔وہ اس سے ایک قدم آگے تھا۔اسنے مڑ کر زنیرہ کی آنکھوں کو دیکھا پھر بے ساختہ اس کی نظر زنیرہ کے پیروں سے جھلکتی پازیب پر پڑی۔اوہ۔۔یہ پازیب۔۔بنا آواز کے بھی کتنا شور کرتی تھیں۔عبداللہ نے چہرہ موڑ لیا۔اس نے کوئی جواب

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

نہیں دیا۔وہ چاروں اب آگے پیچھے چھوٹے سے راستے پر چلنے لگے تھے۔راستے کے دونوں اعتراف میں ابھی کھیتوں کا پانی چھوٹے چھوٹے پودوں کے گرد کھڑا تھا۔

"دیکھ کر۔۔"

پانی کی وجہ سے گیلی مٹی پر پھسلن زیادہ تھی۔اسنے مڑ کر زنیرہ کے پھر سے کھسے میں قید پیروں کو دیکھ کر کہا۔آگے راشد اور اس کے پیچھے سویرہ چلتے ہوئے جا رہے تھے۔وہ دونوں ان سے تھوڑا آگے تھے۔زنیرہ نے کیچڑ نا لگنے کی وجہ سے اپنی شلوار کے پائنچے تھوڑے اوپر کر لیے۔اتنے کہ اسکی پازیب باآسانی نظر آنے لگی تھی۔ پھسلن سے وہ پیر جما جما کر رکھ رہی تھی۔راستے میں چھوٹی اینٹ پڑی تھی۔وہ سہارے کے تحت اس پر پیر جما کر چڑھنے لگی۔اس کا ایسا کرنا تھا کہ وہ اینٹ ایک جگہ سے نیچے کو ہو گئی۔اس کا بیلنس بگڑا تو ڈر کے مارے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔آگے چلتے عبداللہ کی شرٹ کو اس نے پیچھے سے بے خیالی میں ہی پکڑ کر سنبھلنا چاہا تھا۔لیکن وہ خود گیلی مٹی کے باعث توازن بگڑنے سے زنیرہ کے ساتھ ہی نیچے پانی والی جگہ پر جا گرا۔البتہ زنیرہ کیچڑ والی جگہ پر پیٹھ کے بل گری تھی۔حادثہ اتنا اچانک تھا کہ عبداللہ کو سمجھ ہی نہیں آیا۔آواز پر آگے چلتے راشد اور سویرہ متوجہ ہوئے تھے۔حیرت

سے سویرہ کا منہ کھل گیا۔عبداللہ نے پاس بیٹھی زنیرہ کو دیکھا اور پھر اڈنے والی ہنسی پر اسنے لب دبا لیے۔منہ پر پانی کی گندھی چھینٹے لگنے سے وہ تھو تھو کر رہی تھی۔چادر سر سے تھوڑی ڈھلک گئی تھی۔ہاتھ اور پیر کیچڑ سے لدے تھے۔

"کیا کر رہے تھے آپ دونوں۔۔؟"سویرہ قریب دوڑ کر آئی۔پیروں پر جو گرز پہننے سے وہ با آسانی قدم اٹھا پا رہی تھی۔اسنے دوبارہ حیرت سے نیچے بیٹھے دونوں سپوتوں پر نظر ڈالی۔راشد خیر سے پیٹ پکڑے ہنستا چلا جا رہا تھا۔

"تم ٹھیک ہو؟۔۔کہیں لگی تو نہیں۔؟"اسنے راشد کو ایک نظر گھور کر وہیں شرمندہ سی بیٹھی زنیرہ سے پوچھا۔وہ کیچڑ میں لدے ہاتھوں کو اب اپنی چادر سے ملنے لگی تھی۔کپڑوں سے زیادہ اس کی چادر پیچھے سے گندھی ہو گئی تھی۔جبکہ عبداللہ کے کپڑے گندھے ہونے کے ساتھ گیلے بھی ہو گئے تھے۔

"ج ج۔جی۔۔اور آپ؟۔۔۔سوری۔"وہ شرمندگی سے نظریں اس کے کپڑوں پر ڈال کر بولی۔

"لاؤ ہاتھ دو۔" سویرہ نے اسے تھام کر اٹھایا۔ عبداللہ بھی ساتھ ہی اٹھا تھا۔ کھی کھی کرتے راشد کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔ ہاتھ تو پہلے ہی کیچڑ اور پانی سے بھر گئے تھے۔ اس نے ہاتھ میں وہی گیلی مٹی راشد کے منہ پر دے ماری تو اس کی بتیسی بند ہوئی۔

"گدھا کہیں کا۔۔ کہا تھا یہاں سے نہیں جانا۔۔۔" مٹی منہ پر لگنے سے راشد وہی تھو تھو کرنے لگا۔ سویرہ البتہ اب اس کی حالت پر ہنسے جا رہی تھی۔

"چلو گھر چلتے ہیں واپس۔۔۔ اس حالت میں آگے جانے کا فائدہ نہیں۔" عبداللہ واپسی کے راستے پر چلتے ہوئے بولا۔

"آپ لوگ جائیں میں جب تک ویڈیوز بنالوں گی۔۔ پھر آپ آئیں گے تو لوگوں سے بات وغیرہ کریں گے۔" سویرہ واپس جا کر وقت کا ضیاع نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ان سے کہہ کر وہ آگے بڑھ گئی تو عبداللہ نے منہ صاف کرتے راشد کو ساتھ جانے کا کہا۔ زنیرہ اور وہ گھر کی طرف چلنے لگے۔

گھر پہنچے تو روقیہ بیگم اپنی ماں کے ساتھ بیٹھی کوئی سبزی بنا رہی تھیں ان پر نظر ڈلتے ہی ان کو حیرت کا جھٹکا لگا۔

"یہ کیا ہوا۔۔۔کدھر لڑ کر آرہے ہو دونوں۔؟"

ان کی حالت پر چوٹ کرتے ہوئے سبزی وہیں رکھ کر وہ کھڑی ہو گئیں تھی۔کھلے نلکے کے نیچے پانی کی خالی بالٹی رکھ کر فوراً بھری تاکہ دونوں پہلے ہاتھ دھولیں۔

"گر گئے تھے امی۔۔"اسنے پیروں سے چپل اتاری۔ماں کو ہٹا کر خود بالٹی بھرنے لگا۔

"دھیان کہاں تھا تم دونوں کا؟۔۔۔ایک ساتھ گر بھی گئے۔؟"اس کی نانی نے مسکرا کر چھیڑا تو روقیہ بیگم نے بے اختیار مسکراہٹ روکی تھی۔

"کہیں دھیان نہیں تھا اماں۔۔۔ادھر آو۔"اسنے اپنی نانی کی آنکھوں میں مچلتے شرارتی انداز پر زور دے کر کہا۔وہ اپنی نانی کو روقیہ بیگم کی دیکھا دیکھی 'اماں' بلاتا تھا۔چپ کھڑی زنیرہ کو پاس بلا کر اس کے ہاتھوں پر پانی ڈالا۔ہاتھ صاف کرنے کے بعد اب وہ زرا جھک کر کھسے اتار کر پازیب اتارنے لگی۔عبداللہ کی موجودگی پر وہ ایک معمولی پازیب اتار نا پائی تھی۔ہاتھ عجیب سی لرزش کا شکار تھے۔عبداللہ نے اسکی تگ و دو پر نگاہ اٹھا کر اسکا چہرہ دیکھا۔وہ حیا کے مارے پلک جھپکا کر نگاہ چرانے لگی۔اسنے خود پہلے ہاتھ دھوئے پھر نیچے جھکا اور دونوں پیروں کی پائل تیزی سے اتار کر نلکے کے ساتھ بنی ایک چھوٹی سلیب پر رکھ دی۔یہ کام اسنے اتنی

آسانی سے کیا تھا مانوا سے مہارت حاصل ہو۔زنیرہ سانس روکے کھڑی رہی۔اس نے جب جب اسے چھوا تھا وہ ہر بار پیروں تک گھبرائی تھی۔اور یہ ابھی بس دو بار ہی تھا۔آگے کا وہ سوچ کر ہی لب کاٹنے لگی۔عبداللہ اب اس کے پیروں پر پانی ڈالنے لگا تو زنیرہ بھی بیٹھ کر ان پر سے مٹی ہٹانے لگی۔یہ سب واردات نانی چارپائی پر بیٹھیں بہت اشتیاق سے دیکھ کر مسکرائے جا رہی تھیں۔

"سارے کپڑے خراب کر دیے بچی کے بھی۔۔تو پکڑ نہیں سکتا تھا۔؟"روقیہ بیگم اندر کمرے سے تولیہ لے آئیں تھی۔جب اس کی نانی نے اسے پھر چھیڑا۔

"اماں ساتھ گرا ہوں۔۔۔کافی نہیں۔۔؟"اس نے دانت پیسے۔

"امی یہ چھوڑیں۔۔۔آپ اپنے کپڑے لا دیں زنیرہ کو۔۔وہ چینج کر لے گی۔"اسنے ان کے ہاتھ سے تولیہ پکڑ کر زنیرہ کو دیا۔

"نہیں۔۔ٹھیک ہیں کپڑے۔۔اتنے خراب نہیں ہوئے۔۔بس چادر ہی خراب ہوئی ہے۔"اسنے نفاست سے انکار کر دیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"چل پھر تو جینز کر لے۔۔بلکے نہا لے۔۔میں پھر تمہیں چادر دیتی ہوں" روقیہ بیگم نے عبداللہ کو مخاطب کیا' پھر زنیرہ سے کہہ کر وہ اندر کمرے میں چلی گئیں۔وہ بھی نہانے کے لئے چلا گیا تھا۔

"آ جا بچے بیٹھ جا۔۔" نانی نے اسے اپنے پاس بلا کر چارپائی پر بیٹھنے کا کہا تو وہ چھوٹے قدم اٹھاتی ساتھ بیٹھنے لگی پھر واپس کھڑی ہو گئی۔اسکے اسطرح سے کھڑے ہونے پر وہ چونکیں۔

"وہ چادر گندھی ہے۔۔داغ لگ جائیں گے۔"

کیچڑ سے اٹی چادر کا خیال آتے ہی وہ ٹھہر ٹھہر کر بولی۔

"لاؤ زنیرہ۔۔دے دو یہ۔۔میں دھو کر سکھا دوں گی۔۔یہ پہن لو۔" عبداللہ کی نانی کچھ کہتیں کہ روقیہ بیگم ہاتھ میں مرون کلر کی چادر پکڑے اس تک آئیں۔اس نے چادر اتاری تو اس کے کالے سیاہ کمر تک آتے بالوں کو دیکھ کر نانی کے منہ سے بے اختیار ماشااللہ نکلا تھا۔

"بال بہت پیارے ہیں تمھارے۔۔ماشااللہ۔۔آؤ بیٹھو۔" وہ مسکرائی۔

"یہ کیا ہے۔؟"

ان کے ہاتھ میں موجود سبزی کی طرف اس نے اشارہ کیا تھا۔اسنے یہ پتوں کے ساتھ سفید پھولوں والی سبزی پہلی بار دیکھی تھی۔

"اسے سہانجنا کہتے ہیں۔۔۔بہت مزے کا بنتا ہے۔۔۔تم نے کبھی نہیں کھایا۔؟"روقیہ بیگم نے بتایا تھا کے وہ پٹھان گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔لیکن لاہور شہر میں رہتا ہو اور اس سبزی کا لطف نا لیا ہو۔تعجب کے برابر تھا۔

"نہیں۔۔میں نے کبھی اس کا نام تک نہیں سنا۔"اسنے ایک ڈالی سے سفید بند پھول کو نانی کی طرح ہی اتار کر ٹوکری میں الگ کیا۔

"خیر ہو گئی۔۔آج کھا لینا۔۔"وہ مسکرا کر اسکے گورے 'معصوم چہرے پر نظر ڈالنے لگیں۔مرون رنگ کی چادر میں اس کا چہرہ نکھر رہا تھا۔

"تم سب کتنے بہن بھائی ہو۔۔؟"انہوں نے پھول ٹوکری میں ڈالتی زنیرہ سے پوچھا۔وہ جانتی تو تھیں۔روقیہ بیگم نے بتایا تھا انہیں لیکن پھر بھی وہ اس لڑکی سے باتیں کرنا پسند کرتی تھیں۔

"تین۔۔میں اور میرے دو بھائی۔"اسنے مسکاتے ہوئے جواب دیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم سب سے بڑی ہو۔؟ "

"نہیں مجھ سے بڑے ایک بھائی ہیں۔" رسانیت سے جواب آیا تھا۔

"شادی ہو گئی اس کی۔؟"

ان کی بات پر زنیرہ نے کچھ پل نانی کو دیکھا پھر آہستہ سے سر نفی میں ہلایا۔

"اللہ نصیب اچھے کرے۔۔میرا تو بڑا دل ہے۔۔ان دونوں کی شادی ہو۔۔گھر میں رونق ہو بہوؤں کے آنے سے۔" وہ مسکرا کر ہاتھ میں جمع کئے پھول ایک ساتھ ٹوکری میں ڈال کر کہنے لگیں۔اسی وقت عبداللہ گہرے گرے کلر کے شلوار سوٹ میں بال جھاڑتا' سیڑھیاں اترتا' نیچے آتا ہوا نظر آیا۔بے ساختہ اسکی نظریں اٹھیں تھی۔پھر وہ وہیں کی ہو کر رہ گئیں۔شلوار کمیز میں عبداللہ کی پرسنالٹی بہت نکھری ہوئی تھی۔وہ ٹکٹکی باندھے اسے دیکھے گئی۔پہلی بار شلوار کمیز میں دیکھ رہی تھی۔وہ اتنا پیارا کیوں لگ رہا تھا۔اور مرد بھی تو شلوار سوٹ پہنتے ہیں۔لیکن خوبصورت صرف وہی کیوں لگ رہا تھا۔اسکی نگاہ اس کی ہر ہل چل پر ساتھ ساتھ رقص کر رہی تھی۔وہ اسے آستینوں کو کہنی تک موڑ کر مٹکے سے پانی نکال کر

پیتے ہوئے دیکھتی چلی گئی۔ایک پل کو بھی اس کی آنکھ اس شخص سے ہٹی نہیں تھی۔وہ جیسے کسی طلسم کا شکار تھی۔

"شہزادہ لگ رہا ہے نا۔؟"نانی نے ہلکے سے قریب ہو کر سرگوشی کی۔

"جی۔۔جی؟"اسنے آہستگی سے کہا پھر گڑبڑا کر ان کی طرف دیکھا۔وہ جن نظروں سے دیکھ رہیں تھی زنیرہ شرمندہ سی ہو کر رہ گئی۔

دیکھو تو۔۔شہزادہ لگ رہا ہے۔۔۔بلاوجہ کا شلوار کمیز سے چیڑتا ہے۔""

انہوں نے زنیرہ کے یوں گھبرانے پر مسکرا کر عبداللہ کو مخاطب کیا تھا۔

"دیکھ کر لے جانا اب۔۔کیچڑ کی جگہ کہیں اور نا گر جانا۔۔"وہ پھر سے چھیڑ رہی تھیں ۔عبداللہ نے نفی میں سر ہلایا۔وہ چارپائی کے قریب آیا تو وہ جھٹ سے کھڑی ہو گئی۔

"جا رہے ہیں ہم۔۔امی سے کہہ دینا۔۔چلو۔۔"اس نے اطلاع کرتے ہوئے زنیرہ کو چلنے کا اشارہ کیا اور بنا رکے آگے بڑھ گیا۔وہ نانی پر ایک نظر ڈالتی تابعداری سے پیچھے چلنے لگی۔

اس بار عبداللہ نے دوسرا راستہ منتخب کیا تھا۔کھلے کچے راستے سے ہو کر وہ سیدھ میں چل رہا تھا۔وہ اس سے ایک قدم پیچھے تھی۔جس راہ سے انکا گزر ہو رہا تھا۔اس کی ایک طرف پیپل

کے پیڑوں نے چھاؤں کر رکھی تھی اور دوسری طرف سرسوں کے کھیت تھے۔وہ ادھر ادھر نظر گھماتے ہوئے خاموش قدم اٹھا رہی تھی۔ایسے میں دور سے نظر آتے ایک باغ پر اسکی نظر پڑی۔جہاں بہت دور تک ایک ہی طرح کے درخت پھیلے ہوئے دیکھائی دے رہے تھے۔اتنے فاصلے سے زنیرہ اندازہ نا لگا پائی۔درخت پر لگے رنگین پھلوں کو وہ بغور دیکھے جا رہی تھی۔نا جانے کون سا پھل تھا۔

"وہ کس چیز کے درخت ہیں۔؟"وہ پوچھے بنا نا رہ سکی۔اسنے مڑ کر زنیرہ کو دیکھا پھر اس کی نظروں کے تعاقب میں ان درختوں کو۔

"وہ آڑو کے درخت ہیں۔"زنیرہ اس کی بات سن کر فوراً رک گئی تو وہ بھی تھما۔

"ہمیں جانے دیں گے ؟۔۔۔مجھے دیکھنے ہیں۔"اسنے منہ اٹھا کر پاس کھڑے عبداللہ سے پوچھا۔وہ اسکے سینے تک ہی آتی تھی۔باغ کی دیکھ بھال کرنے والوں کی اجازت کا پوچھ کر وہ دل میں امڈتی خواہش کو لبوں تک لائی۔

"ہاں۔۔جانے دیں گے۔۔میرے ماموں کا باغ جو ہے"زنیرہ الجھی۔وہ بے اختیار اپنی ہی فضول گوئی پر مسکرا اٹھا تھا۔

"نہیں۔۔۔ایسے ہی جانے کی اجازت نہیں ہے۔۔۔" وہ سنجیدہ ہوا۔زنیرہ نے ایک اداس نگاہ ان درختوں پر ڈال کر اپنے قدم بڑھانے چاہے تھے۔

"مگر۔۔ہم جا سکتے ہیں۔۔۔ویسے بھی کوئی نظر نہیں آ رہا۔۔۔آؤ۔۔" عبداللہ کو اسکے چہرے کی چمک معدوم ہونا پسند نہیں آئی تھی۔اب ایسے میں چوری چھپے پورا باغ ہی کیوں نا لوٹ لیتا تو کیا جانا تھا۔اسنے کچھ دور آڑو کے درختوں کے ایک طرف بنے چھوٹے سے گھر پر نظر ڈالی پھر ادھر ادھر کسی باغبان کے ہونے کی تصدیق کرنا چاہی۔کوئی نظر نا آیا تو وہ سرسوں کے کھیت میں اتر گیا۔وہ بھی چہکتی ہوئی پیچھے کو لپکی۔کھیت سے نکل کر دور تک پھیلی گھنی گھانس پر چلتے عبداللہ نے ایک بار دوبارہ کسی ذی روح کو ٹٹولا۔پھر باغ کے اندر ہی اندر زنیرہ کو لیے چلتا گیا۔وہ گزرتے ہوئے مسکاتی آنکھوں کے ساتھ درخت پر لگے کچے پکے آڑوؤں کو دیکھنے لگی۔کچھ اور اندر آئے تو زنیرہ ایک درخت کے سامنے رک گئی۔عبداللہ کو محسوس ہوا تو اس نے بھی قدم روکے۔وہ درخت کی اوپری ٹہنیوں پر لگے پکے ہوئے آڑوؤں کو بھوکی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔وہ اس کی نگاہوں سے چھلکتی رمق کو دیکھ کر مسکرایا۔

"بھول جاؤ نہیں ملیں گے۔۔کسی نے دیکھ لیا تو کم از کم ڈنڈے ضرور پڑیں گے۔"عبداللہ نے اس کا ارادہ مٹی کر ڈالا وہ معصوم چہرہ لیے اسے دیکھنے لگی۔گہری ہیزل آنکھیں مایوسی سے مزید گہری ہو گئیں۔عبداللہ نے لب دبائے۔

"صرف ایک۔۔اس کے بعد ہم یہاں سے فوراً نکل جائیں گے۔"آنکھوں کی چمک واپس آئی۔لب پھر مسکرائے تو عبداللہ نے بے ساختہ مسکراہٹ روک کر لبوں پر زبان پھیری تھی۔ٹہنی پر لگے آڑو تھوڑے اونچے تھے۔عبداللہ کا ہاتھ نہیں پہنچتا۔وہ ادھر ادھر کچھ ڈھونڈنے لگا جس سے آڑو توڑ سکے۔کچھ نا ملا تو اس نے زنیرہ کو مایوسی سے دیکھا۔وہ اب بھی وہی معصوم صورت لئے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"کوئی دوسرا لے لو۔۔یہ اوپر والے رہنے دو۔۔یہ والا بھی تو پکا ہوا ہے۔"اتنے اونچے لگے آڑو کو تو وہ توڑنے سے رہا۔اسنے نیچلی ٹہنی پر لٹکتے آڑو کی طرف اشارہ کیا۔

"نہیں۔۔یہ والا چھوٹا ہے۔"

اسنے منہ بنا کر کہا تو عبداللہ حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"پر ہے تو آڑو ہی۔۔ کیا فرق پڑتا ہے۔" اسنے کمر پر ہاتھ ٹکا لیے۔ وہ منہ پھیر کر مایوسی سے اوپر لگے آڑوؤں کو دیکھنے لگی۔ عبداللہ نے سر کھجایا۔ پیروں پر سے چپل اتار کر اب وہ پیڑ پر چھڑھنے لگا تھا۔ اسکے ایسا کرتے ہی زنیرہ قریب آگئی۔ نظر اوپر کیے اسے چڑھتا ہوا دیکھنے لگی۔ درخت مختلف موٹی شاخوں میں بٹا ہوا تھا۔ اس نے ایک شاخ پر پیر جمایا اور ہاتھ بڑھا کر آڑو توڑنے لگا۔ لیکن ڈالی کے مضبوط ہونے کی وجہ سے وہ نہیں ٹوٹا۔ اسنے نیچے کھڑی خود کو تکتی زنیرہ پر نگاہ ڈالی۔ کیسا وقت آگیا تھا وہ ایک آڑو کے لئے اتنی محنت کر رہا تھا۔ اتنے درختوں پر لگے آڑوؤں میں سے اسے یہی پسند آنا تھا کیا؟۔ آج تو وہ اس کے ساتھ کیچڑ تک میں گر گیا تھا۔ نا جانے اور کہاں کہاں گرنا اور چڑھنا تھا۔ سونے پر سہاگا چوری بھی کر رہا تھا۔ اس نے جس شاخ پر پیر جمار کھا تھا اسی کے اوپر والی شاخ پر اسنے اپنا دوسرا پیر رکھا اور پھر زور لگا کر اس آڑو کو توڑ ہی لیا۔

"یہ پکڑو۔" اس نے نیچے کھڑی زنیرہ کو جھک کر آڑو پکڑایا تو اس نے جھٹ ہاتھ بڑھا کر پکڑ لیا۔ وہ اب واپس سنبھل کر اتر رہا تھا۔ زندگی میں اسے یاد نہیں پڑتا کہ وہ کبھی بھی پیڑ پر چڑھا ہو۔ اس نے لاکھ اوٹ پٹانگ حرکتے کی ہونگی۔ لیکن ایک درخت پر چھڑھنے والی

سمجھداری اس نے کبھی نہیں دکھائی تھی۔نیچے اتر کر اس نے جوتے پہنے پھر ہاتھ جھاڑ کر آڑو کو دو حصوں میں الگ کرتی زنیرہ پر نظر ڈال کر لب آپس میں بھینچے۔

"اور کچھ۔۔میرے لائق۔؟"اسنے چھیڑا تو وہ شرمندہ سی ہو گئی۔اس نے نفی میں سر ہلایا۔ پھر اس کے آگے آڑو کا آدھا حصہ بڑھایا۔

"نہیں۔۔شکریہ۔۔تم کھاؤ۔"

عبداللہ نے ایک نظر اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ پر ڈالی۔پھر مسکرا کر انکار کرتے آگے چلنے لگا۔

"لیکن یہ میٹھا ہے۔۔بہت۔"دوسرے آدھے حصے کو کھاتے ہوئے اسنے دوبارہ اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔عبداللہ نے لبوں پر زبان پھیری۔وہ اس قدر معصوم کیسے ہو سکتی ہے۔ اسنے جھٹ اس کے ہاتھ سے آدھا حصہ لیا اور بے اختیار ہنسا۔وہ بھی مسکائی۔اتنی محنت کی تھی۔ایک آڑو کا آدھا حصہ تو کھا ہی سکتا تھا۔

"آڑو پسند ہیں تمہیں۔۔؟"اسنے اپنے ہاتھ میں پکڑے آڑو کو کھاتے ہوئے زنیرہ کو بھی کھاتے دیکھ کر پوچھا۔آڑو واقعہ بہت میٹھا تھا۔

"بے حد۔۔بلکہ مجھے ہر پھل ہی بہت پسند ہے۔۔میں نے تو سوچ رکھا ہے۔۔اپنا خود کا الگ باغ بناؤں گی جس میں ہر پیڑ اور بیل مختلف پھلوں سے بھرے ہونگے۔"

گرم جوشی سے وہ اپنی خواہش کا اظہار کر رہی تھی۔عبداللہ مسکاتا گیا۔

"بہت مہنگے شوق پال رکھیں ہیں تم نے تو۔"اس نے آڑو کا آخری حصہ منہ میں ڈال کر اس پر پھر نگاہ ڈالی۔وہ مزے لے لے کر آڑو کھا رہی تھی۔

"کیوں۔۔؟کیا باغ بانی مہنگی ہے۔؟"

اسنے نظر اٹھا کر پوچھا تو وہ اس پر سے نگاہ ہٹا کر چہرہ سیدھا کرتے ہوئے سر نا میں ہلانے لگا۔

"نہیں۔۔مہنگی نہیں ہے اگر تمھارے گھر والے ساری جائیداد قربان کر ڈالیں۔۔یا تمہاری کسی بسنس تائکون سے شادی کر دیں۔۔پھر اتنی بھی مہنگی نہیں ہے۔"باغ بانی اگرچہ بہت محنت والا مشغلہ تھا لیکن اتنا کوئی مہنگا یا سستا بھی نہیں تھا۔وہ زنیرہ کو بس چھیڑ رہا تھا۔پتا نہیں کیوں پر جب جب وہ نا سمجھی اور الجھن سے معصوم صورت بنا کر آنکھوں کے ڈورے گہرے کرتی تھی تو اسے یہ پل بار بار دیکھنے کی عجیب سی خواہش 'دل میں جاگتی محسوس ہوتی تھی۔اب بھی وہ اسے 'اسی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔عبداللہ نے بے ساختہ مسکراہٹ روکی۔

کچھ دیر مزید چلتے رہنے کے بعد انہیں راشد اور سویرہ دور سے ہی نظر آ گئے تھے۔ دونوں کسی پھولوں اور گھاس سے بھرے میدان میں کھڑے تھے۔ سویرہ راشد کو شاید کسی چیز پر باتیں سنا رہی تھی اور وہ بھی بحث کر رہا تھا۔ زنیرہ اور عبداللہ دونوں قریب چلے آئے۔

"یہاں کیوں کھڑے ہو۔۔۔ کسی سے بات چیت کی ہے یا نہیں۔" اسنے چاروں طرف نظریں گھما کر دیکھا۔ جبکہ زنیرہ کا دھیان ان نارجی، اور نیلے رنگ کے مختلف پھولوں پر جا تھما تھا۔ جسے وہ ہاتھوں کی انگلیوں سے چھو رہی تھی۔ اسی طرح ان پھولوں کو دیکھتے اور چھوتے ہوئے وہ باقی سب سے تھوڑا دور ہوتی گئی۔

"عبداللہ بھائی۔۔ دیکھیں نا اسے۔۔ کیمرہ لے کر کہہ کر گیا تھا کہ لوگوں کی ویڈیوز بنا کر لاؤں گا۔۔ اپنی بنا کر لے آیا ہے۔" سویرہ نے بھنویں سکیڑے 'وہ تنگ نظر آ رہی تھی۔

"ہاں تو میں بھی اسی گاؤں کا ہی فرد ہوں۔" اسنے بھی ترکی باتر کی جواب دیا تو وہ اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورتی گئی۔ عبداللہ نے بے اختیار اپنا ماتھا مسلہ تھا۔ بچے پال رکھے تھے اس نے ارد گرد۔

"خیر آگے چلتے ہیں۔۔لیچی کا باغ ہے۔۔وہاں تمہیں بہت سے باغبان مل جائیں گے انہیں سے بات کر لینا۔"

قدم بڑھائے وہ ان پھولوں سے گزرتا مٹی کے کچے راستے پر چلنے لگا۔اطراف میں فلحال کوئی مکان وغیرہ نہیں تھے بس کھیت ہی کھیت تھے اور ان کھیتوں میں کام کرنے والوں کے سامان رکھنے کے چھوٹے بڑے کاٹیج بنے ہوئے تھے۔سویرہ اور راشد عبداللہ کے پیچھے ہو لئے البتہ زنیرہ پھولوں میں اتنا گم تھی کہ اس کا دھیان ہی نہیں گیا۔اسنے مڑ کر دیکھا تو وہ ان کے پیچھے نہیں تھی۔نظر گھمائی تو وہ انہی پھولوں میں سے ایک کے پاس بیٹھی انہیں غور سے دیکھنے میں مگن دیکھائی دی تھی۔

"زنیرہ۔۔"وہ عبداللہ کے اتنی بلند آواز سے پکارنے پر گڑ بڑا گئی۔چہرہ موڑا تو وجہ سمجھ آتے ہی فوراً ان کی طرف بھاگتے ہوئے آئی۔عبداللہ سر جھٹک کر رہ گیا تھا۔جھلی کہیں کی۔

جس باغ میں آکر یہ لوگ رکے تھے وہ آڑو والے باغ سے بھی زیادہ دور اور طویل عرز پر پھیلا ہوا تھا۔عبداللہ نے سیدھا اندر جا کر ایک درخت کے پاس بیٹھے چچا کو سلام کیا۔

"آو۔۔آو۔۔سونیو۔۔آج کیسے یاد آئی۔"

وہ ادھیڑ عمر کے بزرگ آدمی تھے۔اردو اور پنجابی لہجہ میں انہوں نے اس سے گلے لگ کر مصافحہ کیا۔عبداللہ کے نانا کے دوست کا یہ باغ تھا۔نانا کے ہوتے ہوئے وہ بہت بار یہاں آیا تھا۔ان کے علاوہ اور بھی بہت سے جان پہچان کے لوگ اس وقت باغ میں کام کرتے نظر آرہے تھے۔جن سے راشد بھی اچھل اچھل کر مل رہا تھا۔جیسے بچھڑے یار مل گئے ہوں۔اسنے اسکی حرکت پر تنگ کر سانس بھری تھی۔کبھی جو چین آجائے اس انسان کو دو گھڑی۔خیر سے اس نے انسے اجازت مانگی تو راشد اور سویرہ وہاں کھڑے مختلف لوگوں کی ویڈیوز بنانے لگے۔زبیر نامی اس چچا کا بھی وہ اب تفصیلی انٹرویو لینے لگے تھے۔زنیرہ بھی ساتھ چلتے ان سے سوالات کرتی گئی۔جبکہ وہ خود انہیں یہی چھوڑتا اپنی گھڑی پر وقت دیکھتا پیچھے پلٹ گیا۔ظہر کی نماز پڑھنے کے لیے وہ باغ کے سامنے بنے اس بڑے سے کاٹج میں چلا آیا تھا۔جبکہ وہ تینوں ان چچا سے بات کرتے کرتے آگے بڑھتے گئے۔زنیرہ نے یوں ہی مڑ کر دیکھا تو عبداللہ کو آس پاس نا پایا۔اسنے ایڑھیوں کے بل گھوم کر تلاشنا چاہا لیکن وہ کہیں دیکھائی نا دیا۔سویرہ کی آواز پر اسنے واپس چہرہ موڑ لیا۔یکلخت اس کا منہ لٹک سا گیا تھا۔

"یہ دیکھو۔۔اس طرح کی لیچی زیادہ میٹھی ہوتی ہے۔۔کیوں کہ اس پر اکثر شہد کی مکھیاں آکر بیٹھتی ہیں تو اس کا رس زیادہ میٹھا ہو جاتا ہے۔" وہ ڈالی پر لٹکتی لیچی کو پکڑ کر بتانے لگے جس کا

چھلکا ایک طرف سے ہٹا ہوا تھا اور اس میں سے سفید لیچی پھول کر باہر کو آئی ہوئی تھی۔ یہ سب سویرہ کیمرے میں ریکارڈ کرتے جا رہی تھی۔ چچا مڑ کر آگے چلنے لگے تو راشد نے وہ لیچی جھٹ توڑ لی جس پر زنیرہ نے اسے آنکھیں دکھائیں تھی۔ وہ بتیسی نکالے مزے سے اب کھانے لگا۔ یونہی بات کرتے کرتے وہ لوگ تھوڑا اور آگے چلے گئے۔ زنیرہ نے دوبارہ مڑ کر عبداللہ کا نام و نشان ڈھونڈا لیکن پیچھے خالی باغ ہی اس کو منہ چڑھا رہا تھا۔ اسنے بے اختیار سانس لی اور پھر آگے بڑھ کر خود بھی سوال جواب کرنے لگی۔ کچھ پل گزرے تو وہ آستینوں کو واپس کہنی تک موڑتا ہوا کاٹیج سے نکلتا ہوا نظر آیا تھا۔ انہیں خود سے دور پا کر وہ آہستگی سے چلتا ہوا قریب آ گیا۔ پاس پہنچنے پر زنیرہ کی آواز اس کے کانوں میں پڑی تھی۔ وہ ان سے کچھ پوچھ رہی تھی۔ وہ پیچھے ہی کھڑا ہو گیا۔ بنا آہٹ کیے۔ لیچیوں کو نظر اٹھا اٹھا کر دیکھتے۔

"مہینے میں آپ کو کتنا پروفیٹ ہو جاتا ہے۔۔؟" اسنے سوال دھرا۔ اسی دوران وہ عبداللہ کو محسوس کر چکی تھی۔ اس کے جسم سے اٹھنے والی مہک اور گرماہٹ کو وہ پہنچانے لگی تھی۔ چہرے کی رونق پل میں لوٹی تھی۔

"بچے ہفتے کے حساب سے دیکھا جائے تو مہینے کا ۵۰ فیصد تو ہو ہی جاتا ہے۔۔البتہ یہ والی لیچی اکثر منافع کروا دیتی ہے۔۔ بعض اوقات لوگوں کو نہیں پتا ہوتا کہ یہ زیادہ میٹھی اور شفاف ہیں۔۔وہ لوگ اسے پھٹا ہوا دیکھ کر الگ کر دیتے ہیں۔۔ لیکن پھر یہ ساری ہم اپنے پاس ہی رکھ کر بیچتے ہیں تو گاؤں والے خرید لیتے ہیں۔" وہ روانی سے اس کے سوال کا جواب دینے لگے۔عبداللہ نے پاس ہی درخت پر لگی اس میٹھی لیچی کو توڑ کر اس کا چھلکا اتار کر کھایا تو وہ واقعہ بہت رس بھری معلوم ہوئی۔چچا کے جواب دینے 'اور پھر انہیں سویرہ کی طرف متوجہ ہوتے دیکھ کر زنیرہ نے فوراً گردن موڑی تھی۔نگاہ سیدھا اسے لیچی کھاتے دیکھ ملی۔بیک وقت عبداللہ نے بھی اسے دیکھا تھا۔چہرے پر امڈنے والی مسکراہٹ کو روکتے ہوئے اسنے چہرہ واپس موڑ لیا۔سویرہ ان چچا سے اب کچھ پوچھ رہی تھی۔عبداللہ نے ایک لیچی کا چھلکا اتار کر اب زنیرہ کے آگے کیا۔پھل پسند تھے نا زنیرہ کو تو اسی خیال سے۔اسنے اپنے آنکھوں کے سامنے پھیلی ہتھیلی پر پڑی لیچی کو دیکھ کر عبداللہ پر نظریں ٹکائیں۔وہ ایک اور لیچی منہ میں ڈالے کھا رہا تھا۔اسنے اشارے سے زنیرہ کو کھانے کا کہا تو اس نے تھوڑا جھجکتے ہوئے وہ اٹھا لی۔منہ میں ڈالتے ہی اسے لگا وہ پانی پی رہی ہے پر مٹھاس اس کی الگ سی تھی۔پہلے تو اس نے منہ بنائے 'زائقے کا اندازہ لگانا چاہا۔اسے یوں کھاتے دیکھ کر وہ مسکرائے بنا نا رہ سکا۔پھر اسی

طرح وہ جیسے جیسے اور آگے جاتے گئے عبداللہ ہر آنے والے درخت پر سے اسی طرح کی دو پیچی ڈھونڈ کر توڑتا۔ایک خود کھاتا اور دوسری اسے دیتا۔

"بس کریں۔۔انکل ڈانٹے گے۔"اس نے عبداللہ کی ہتھیلی سے پیچی اٹھا کر کہا تو وہ ہنسا۔

"تم فکر نا کرو۔۔بس کھاؤ۔"

چھوٹی آنکھوں سے جھلکتی حیرت اور فکر کے تاثرات دیکھے تو اس کے لب مسکاتے گئے۔زنیرہ کو لگا اگر وہ کچھ وقت اور رکے تو عبداللہ نے درخت پھلوں سے گنجا کر دینا تھا۔سویرہ کیمرے کو چاروں اطراف گھما کر بھی ریکارڈنگ کر رہی تھی جب دونوں کو کیمرے کی اسکرین پر پیچی کھاتے دیکھا تو وہ ہنس پڑی۔اسی دوران عبداللہ اور زنیرہ نے ایک ساتھ کیمرے میں دیکھا تھا۔عبداللہ مسکرا رہا تھا۔جبکہ زنیرہ اسے مسکراتا دیکھ کر نگاہ چرا رہی تھی۔

خیر سے اب شام ڈھلنے لگی تھی۔مزید وقت لگتا تو رات ہو جاتی۔سب واپسی کے لئے نکل پڑے تھے۔راستے میں زنیرہ کو وہی بد تمیز لڑکی چلتی ہوئی نظر آئی۔ہلیا اس کا وہی کل والا تھا۔کاجل سے بھری آنکھیں اور آگے ڈالے پراندے کے ساتھ جسم سے چپکے ہوئے کرتا

شلوار۔زنیرہ کا منہ تک کڑوا ہو گیا۔نا جانے وہ یہاں کہاں سے آ گئی تھی۔راشد اور سویرہ چونکہ آگے تھے تو ان دونوں نے بھی دیکھ لیا تھا۔اس لڑکی کی البتہ عبداللہ پر نظر پڑتے ہی چال چلن ہی بدل گئے۔مانو اس سے تمیز دار تو کوئی ہے ہی نہیں۔

"کہاں دن خراب کرنے چلی آئی ہے یہ۔؟"راشد کی بڑبڑاہٹ سویرہ نے سنی تھی۔وہ چڑ کر کہہ رہا تھا۔تو کیا وہ اس لڑکی کو جانتا تھا؟

"کیسے ہو راشد بھائی۔؟"زبان پر جیسے شہد رکھ کر آئی ہو۔عبداللہ اور زنیرہ تھوڑا پیچھے تھے تو وہ پہلے راشد کو ہی پکار بیٹھی۔

"ٹھیک ہوں بہن۔"اس نے کان کھجایا۔لبوں پر بناوٹی مسکان سجی تھی۔

"اوہ۔۔عبداللہ۔۔کیسے ہیں آپ۔"

پیچھے آتے عبداللہ کو تو وہ پہلے ہی دیکھ چکی تھی۔زنیرہ نے آنکھیں گھمائیں۔میسنی کہیں کی۔کیسے اپنے ہم عمر کو بھائی بنا رہی تھی اور خود سے چھ سات سال بڑے کو نام سے مخاطب کر رہی تھی۔اس لڑکی کی بھی نظر زنیرہ پر اب پڑی تو اس کے منہ کا زاویہ بگڑا جسے وہ فورا سنبھال

چکی تھی۔زنیرہ راشد اور سویرہ کے ساتھ آگے جا کھڑی ہوئی۔عبداللہ نے نظریں اس پر سے ہٹائیں اور دور کھڑے ان تینوں کو دیکھا۔

"ہاں اللہ کا شکر۔" نظریں اب بھی اس لڑکی پر نہیں تھیں۔وہ اس سے کبھی نظر ملا کر بات نہیں کرتا تھا۔اسنے ادھر ادھر دیکھتے ہی جواب دیا۔

"میں خالہ کے پاس سے ہو کر آرہی ہوں۔۔آج گاجر کا حلوہ بنایا تھا۔۔وہی دینے آئی تھی۔۔"وہ زبان پر چاشنی گھولے بڑی ادا سے کہہ رہی تھی۔زنیرہ کا دل کیا بال ہی نوچ ڈالے۔اتنی دور یہ پاگل گاجر کا حلوہ دینے آئی تھی؟

"ہنہ۔۔حلوہ بنایا تھا۔۔۔"

راشد نے سویرہ کا بیگ تھام رکھا تھا۔وہ اسے سینے سے لگا کر ہاتھ باندھے اس لڑکی کی ہی نقل اتارے اسکو گھورنے لگا۔زنیرہ اور سویرہ دونوں متوجہ ہوئیں۔

"کون ہے یہ۔۔؟"سویرہ نے پوچھا۔

"ہے ایک نمونی۔۔بھائی پر دورے ڈالنے آجاتی ہے۔۔جہاں دیکھو پہنچ جاتی ہے۔۔چپکو کہیں کی۔"وہ منہ بنا کر کہہ رہا تھا۔لہجہ اکتایا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مجھے ایک آنکھ نہیں بھائی یہ۔" زنیرہ نے چڑ کر کہا۔

"مجھے بھی۔"

راشد نے چھوٹی آنکھیں کرتے اس لڑکی کی پشت کو گھور کر ساتھ دیا تھا۔

"لیکن ہے کون یہ۔؟" سویرہ بے وقوفوں کی طرح کبھی ان دونوں کو تو کبھی آگے کھڑے عبداللہ اور اس لڑکی کو دیکھتی۔ پہچان تو وہ گئی تھی لیکن جاننا بھی چاہتی تھی۔

"امی کے جاننے والوں کی بیٹی ہے۔۔ شائستہ عرف چھنو۔۔۔ مجھے ہی بچانا پڑے گا۔۔ ہائے میرا معصوم بھائی۔۔ دیکھو کیسے پھڑ پھڑا رہا ہے۔" اسنے کہتے ہی سویرہ کو بیگ پکڑایا اور پھر عبداللہ کی طرف لپکا۔

"اوئے چھنو۔۔ یہ کیا ہوا؟۔۔ یااللہ۔۔ یہ تمھارے چہرے پر کیا ہوا۔؟" وہ اپنے بھائی اور اس کے درمیان آ کھڑا ہوا۔ آنکھیں پھیلا کر اس نے منہ پر ہاتھ رکھ کر حیرت سے کہا تو چھنو کی آنکھیں پھیلیں۔

"کیا۔۔ کیا ہوا۔۔؟"

اس نے بدحواسی میں اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہووو۔۔ نہیں میں نہیں بتا سکتا۔۔ تم برداشت نہیں کر پاؤ گی۔"

راشد کی ایکٹینگ عروج پر تھی۔ ہونٹوں کو گول کیے اس نے منہ دوسرے طرف پھیر کر ہاتھ ہلا ہلا کر کہا تو چھنو کی آنکھیں باہر کو ابل پڑیں۔ اس دوران عبداللہ بلکل خاموشی سے دونوں لڑکیوں تک جا رکا تھا۔ زنیرہ اس کی ایکٹینگ دیکھ کر مسکرائے جا رہی تھی۔ چلو کہیں تو عقل لڑاتا تھا۔

"مجھے لگتا ہے تمھیں اسی وقت اپنا چہرہ اب گھر جا کر دیکھنا چاہیے ورنہ تم یہیں بے ہوش ہو جاؤ گی اگر میں نے بتا دیا تو۔" اس نے افسوس بھرا چہرا بنایا۔ اس کا ایسا کہنا تھا کہ وہ سکتے کی حالت میں دو ڑ پڑی۔ جب نظروں سے اوجھل ہوئی تو اسنے کالر جھاڑ کر ہاتھوں پر پھونک ماری پھر بال دونوں طرف سے ایک ادا سے پیچھے کیے۔ عبداللہ سر نفی میں ہلاتا آگے ہو لیا۔

"کمزوری نمبر ون۔۔ اینڈ موسٹ ایمپورٹڈ۔۔ چہرہ۔۔" زنیرہ اور سویرہ ہنستی جا رہی تھیں اور وہ ان کے ساتھ چلتا اپنی اس ایکٹینگ پر کالر جھاڑتا رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

سیمیسٹر کے آخری پیپر کی رات رئیس 'محمد کو لیے شہر کی گلیوں میں گھومتا رہا تھا۔جب سے امریکا آیا تھا اسے کبھی شہر دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔احمد کے ساتھ تو جانا اس نے اب مکمل ترک کر رکھا تھا۔وہ دونوں ہوسٹل سے نکل کر شہر کی رنگینیوں سے آنکھوں کو سیراب کرتے رہے تھے۔جیسے آج ہی شہر کا ہر کونہ انہوں نے چھان مارنا تھا۔جب پیر درد سے اور پیٹ بھوک سے چیخنے لگے تو دونوں کچھ اچھی سی کھانے کی جگہ تلاش کرتے رہے۔پھر اسی طرح دونوں کی بھوک ایک پیزا شاپ کو دیکھ کر مزید بڑھ گئی۔اس وقت دونوں ایک چھوٹی پیزا بنانے والی شاپ کے باہر لگی ٹیبل پر بیٹھے تھے۔پیزا بننے میں وقت درکار تھا تو دونوں نے پینے کے لیے لِمکا منگوالیا۔اگرچہ رات کے وقت تھوڑی سردی تھی لیکن دونوں کو کچھ ٹھنڈا پینے کی طلب تھی۔

"ویکیشن پر کہیں جانے کا ارادہ ہے۔؟"

وہ سامنے بیٹھے محمد کو اپنے جوس کے گلاس کو لبوں سے لگا کر پیتے ہوئے دیکھ کر پوچھ رہا تھا۔

"نہیں۔۔کہیں نہیں۔"اسنے کندھے اچکائے۔

"گھر وغیرہ۔۔ فیملی سے ملنے نہیں جانا؟۔۔۔آگے تو پھر تجھے موقع نہیں ملے گا۔"اسنے آس پاس نظریں دوڑا کر گردن کھجاتے ہوئے محمد سے کہا۔اس بریک کے بعد پڑھائی کی مصروفیات بڑھ جانی تھی۔پھر بعض دفعہ محمد نے باتوں باتوں میں بتایا بھی تھا کہ وہ اپنی فیملی کو بہت مس کر رہا ہے۔رئیس اسی لیے اس سے استفسار کر رہا تھا۔

"نہیں۔۔"اسنے مختصر جواب دے کر نگاہ چرالی۔رئیس نے اسے جانچتی نظروں سے دیکھا تھا۔اگرچہ دونوں میں دوستی بہت تھی لیکن رئیس کو ہمیشہ سے لگا تھا کہ وہ اس سے زیادہ کھل کر کچھ مخصوص موضوعات پر بات نہیں کرتا تھا۔دوست، فیملی،اور شاید خود کے بارے میں۔رئیس کو لگتا تھا وہ شرمیلی طبیعت کا لڑکا ہے اسی لیے زیادہ نہیں بولتا۔یا پھر وہ ابھی اتنی جلدی بتانا نہیں چاہتا تھا۔

"کیوں۔۔؟تجھے تو بہت یاد آتے ہیں۔۔گھر والے۔۔جانے میں کیا مسئلہ۔؟"

اسنے پھر سے استفسار کیا تو محمد ہنس دیا۔مسکراہٹ بھی ایسی جیسے نظر انداز کرنا چاہتا ہو۔

"اب اتنی بھی نہیں آتی۔۔"

وہ مسکرا کر کہہ رہا تھا۔رئیس سنجیدہ رہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کوئی ایشو ہے تو تُو بلا جھجک بول دے۔۔۔تو میرے چھوٹے بھائیوں جیسا ہے۔۔"وہ کرسی پر سیدھا بیٹھتے ہوئے سنجیدگی سے محمد کو جتلا رہا تھا۔دونوں کی عمروں میں ایک سال کا ہی فرق تھا۔

"جانتا ہوں۔۔آپ ہی تو میرے واحد دوست ہو۔"

اس کے چہرے پر یہ مسکان ہی بہت تفتیشی ہوا کرتی تھی۔وہ عجیب طریقے سے مسکرایا۔

"تو پھر۔۔۔بتا۔۔اگر کوئی مسئلہ ہے تو۔۔"

اس کے ماتھے پر بل پڑے۔ویٹر ان کے سامنے اب پیزا اور دو سپرائیٹ کی بوتل رکھ کر مڑ گیا تھا۔محمد نے پہلو بدلا۔رئیس اس کا ہچکچانا محسوس کرتا رہا۔

"پیسوں کا ایشو ہے۔۔؟"وہ اندازے لگانے لگا۔مگر پھر اسکے یکلخت سر اٹھا کر رئیس کو دیکھنے پر اسے معملہ فوراً سمجھ آ گیا تھا۔محمد بروقت سنبھلا۔

"نہیں۔۔ایسا کچھ نہیں ہے۔۔"اس نے پیزا کا سلائز توڑ کر پلیٹ میں رکھا۔

"کتنے پیسے چاہئیے۔۔؟"محمد کی بات کو بلکل فراموش کرتے'اس نے تحمل سے پیزا کھاتے ہوئے پوچھا تھا۔محمد نے نظر اٹھا کر دوبارہ رئیس کو دیکھا۔وہ سنجیدہ تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کہہ تو رہا ہوں۔۔۔ "

اس نے بات کاٹی۔"ہاں ٹھیک ہے۔۔زیادہ شریف نا بن۔۔بتا کتنے چاہیے ؟"

"ستر لاکھ۔۔ستر لاکھ چاہیے۔۔۔ہیں آپ کے پاس۔۔؟"

چہرے پر بلا کی سنجیدگی اتر آئی۔رئیس کچھ پل خاموش ہو گیا۔محمد کو بغور دیکھا۔تکلیف،درد،خوف اور ڈر۔کیا کچھ نہیں تھا جو رئیس نے چند پلوں میں اس کے چہرے پر ایاں ہوتے نہیں دیکھا تھا۔

"ہاں تو۔۔اتنی بھی زیادہ نہیں ہے۔۔تو بتا ک۔۔۔"

"کیسے۔۔؟اور آخر کیوں۔۔۔ایسے ہی کیوں آپ مجھے اتنی بڑی رقم دے دیں گے۔؟"ابکے محمد نے رئیس کو ٹوکا۔سنجیدگی سے ماتھے پر بل ڈالے وہ پوچھتا گیا۔بھوک تو مر مٹی تھی ۔سامنے رکھا پیزا اب ٹھنڈا ہونے لگا تھا۔

"میں جھوٹ بھی تو بول سکتا ہوں۔۔آپ کو ٹھگ سکتا ہوں۔۔آپ نے تو کوئی وجہ بھی نہیں پوچھی۔؟"وہ زخمی سا ہنسا۔سامنے خاموش اور بنا کوئی تاثر کے بیٹھے رئیس کے چہرے کو دیکھا۔

"تو میرا چھوٹا بھائی ہے۔۔میرا دوست۔" وہ پھر سے اپنے لفظوں پر زور دے رہا تھا۔

"تجھے مشکل یا پریشانی میں دیکھ کر میں مدد ہی تو کروں گا۔۔۔تیری پریشانی میں ساتھ کھڑا رہوں گا۔۔۔میں نے پیسوں کا رعوب دِکھا کر تجھ پر احسان نہیں کرنا۔۔۔مجھے نہیں جاننا تو ان پیسوں کا کیا کرے گا۔۔۔انہیں آگ لگائے گا۔۔ایاشی میں اڑائے گا یا جو بھی کرے گا۔۔۔تجھے ایسے حالات میں لیے بیٹھ کر تیری مجبوریاں نہیں گننی مجھے۔۔۔" وہ روانی سے کہتا گیا۔ محمد مسکرایا۔آنکھوں کی پتلیاں بھیگنے لگی تو اس نے منہ پھیر کر ایک لمبی سانس بھری۔

"نہیں میں۔۔میں آپ سے کچھ نہیں مانگنا چاہتا اب۔۔۔آپ نے مجھ سے دوستی کر کے ہی مجھ پر اتنا بڑا۔۔۔"

"احسان کیا۔؟۔۔۔دوستی میں احسان نام کی شئے نہیں ہوتی محمد۔۔۔اور اگر ہوتی بھی ہے تو وہ پھر دوستی نہیں ہوتی۔۔۔بھیک میں دی گئی خیرات ہوتی ہے۔۔۔جو وقت وقت پر بدل کر کسی دوسرے کی جھولی میں جا گرتی ہے۔۔" رئیس نے دوبارہ اسے اسکی بات مکمل نہیں ہونے دی تھی۔وہ خاموش ہو گیا۔آنکھوں میں نمی برقرار تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اور میں احسان نہیں کرتا۔۔سود سمیت کسی موڑ پر اگر مجھے بھی کبھی تیرا ساتھ چاہیے ہوا ۔۔تو میں وہ تیرا سر پھاڑ کر بھی لے لوں گا۔"اس نے مسکرا کر محمد کو تیکھی نظروں سے دیکھا تو وہ ہنس پڑا۔ایسے ہی کچھ لمحے خاموشی کے گزرے۔رئیس کو اتنا تو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ خود مختار انسان بننے کی کوشش کر رہا ہے۔دوسرے کو اپنا سب کچھ دے تو دے گا لیکن اپنی باری سرے سے انکار کر ڈالے گا بلکل جیسے 'وہ' کرتا تھا۔ایک جھلک 'اس' کی محمد پر آ کر گزری تو وہ تلخی سے مسکرایا۔

"میرا چھوٹا بھائی ہے۔۔۔اسے۔۔۔وہ ہارٹ پیشنٹ ہے۔۔۔اور ساتھ ہی ساتھ 'میری طرح اسے استھما بھی ہے۔۔لیکن زیادہ سیویئر نہیں۔۔"

سر جھکائے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو گھورتے ہوئے وہ آہستگی سے بولا تھا۔رئیس نے پیزا کا بائیٹ لے کر چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"تو پریشان نہ ہو۔۔۔میں کہ۔۔"

"نہیں۔۔آپ اگر واقع مدد کرنا چاہتے ہیں تو مجھے پارٹ ٹائم جاب ڈھونڈنے میں مدد کر دیں۔۔۔میں اپنا خرچا یہاں خود اٹھانا چاہتا ہوں۔"رئیس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی اسنے

اس کی زبان پر آنے والے الفاظ جانچ لیے تھے۔اسکالر شپ پر امریکہ وہ اپنے اسی چھوٹے بھائی کی خواہش پر ہی تعلیم حاصل کرنے آیا تھا۔وہ اتنا ذہین تھا کہ اس کے چھوے بھائی کو اس پر اس سے بھی زیادہ یقین تھا۔جب محمد نے امریکہ کی مختلف یونی ورسٹیز میں اپلائی کیا تو اسے بلکل بھی یقین نہیں تھا کہ وہ اس قابل ہے کہ لاکھوں اسٹوڈنٹس کی فہرست میں اس کا نام بھی آجائے گا۔وہ اپنے بھائی کا مان رکھنا چاہتا تھا۔بہت سی مجبوریوں اور اپنے بھائی کی بیماری کو ایک طرف رکھتے ہوئے وہ یہاں اس انجان ملک میں آن پہنچا تھا۔

"زیادہ نا بن۔۔۔تجھے اگر پارٹ ٹائم کرنا ہے تو کوئی بڑا مسئلہ نہیں۔۔۔لیکن پیسوں میں کچھ مدد میں بھی کرتا رہوں گا۔۔۔اب سینٹی نا ہو اور یہ کھا فلحال۔"اسنے پیزا والی پلیٹ اس کے آگے کی۔تحمل سے زور دے کر اس نے اشارے سے سامنے رکھے پیزا کو کھانے کا کہا۔

رئیس کے لیے پیسے جمع کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔وہ آرام سے رقم کا بندوبست کر سکتا تھا۔لیکن اگر محمد کو اچھا نہیں لگ رہا تھا کہ وہ اس طرح سے اتنی بڑی رقم لے تو رئیس اس کے ساتھ زور زبردستی نہیں کر سکتا تھا۔وہ کم از کم تھوڑی بہت مدد کرنے پر ہی اسے راضی کرنے کے قابل ہوا تھا۔

بہر حال 'ایک آدھ ہفتے کی مسلسل اون لائین جابز دیکھنے کے بعد بھی رئیس کو ایسی کوئی جاب محمد کے لیے نہیں ملی تھی۔امریکا جیسے ملک میں اسٹوڈنٹس کے لیے پڑھائی کے دوران ہی جاب ڈھونڈنا بہت مشکل تھا۔محمد کو استھما تھا۔رئیس کو اگر جو کوئی جابز دستیاب ملی بھی تھیں وہ سب چھوٹے ہوٹلز کے کچن میں ڈش واشر کی تھی اور مسلسل دھویں میں رہنا اس کے لیے ٹھیک نہیں تھا۔البتہ محمد نے ہی خود ایک دن اسے اطلاع دے دی تھی کہ اسے ایک چھوٹے گروسری شاپ میں کیشیئر کی جاب مل گئی ہے۔نائٹ ڈیوٹی کے دوران رئیس کئی بار اس سے پھر ملنے بھی آتا رہا تھا۔

ہاسٹل سے تقریباً آدھ گھنٹے کے فاصلے پر بنے اس اسٹور میں محمد کھڑا ایک بزرگ عورت کے سامان کو کیش اِن کر کے خاکی بیگ میں بھر رہا تھا۔چھوٹے سے اس اسٹور میں اس کے علاوہ ایک فی میل ورکر کام کرتی تھی جو صرف ڈے آوورز میں ڈیوٹی نبھاتی تھی۔

اس نے اسٹور کی جانب سے ہی دی گئی بلیک کلر کی ہالف ٹی شرٹ پہن رکھی تھی۔خاکی بیگ میں سامان بھرتے ہوئے یکلخت 'اسٹور کے دروازہ کھل کر بند ہونے پر وہ متوجہ ہوا۔کچھ پل اسنے آنکھوں کے پپوٹوں کو پھیلائے سامنے کھڑے بناوٹی مسکراہٹ کو لبوں پر سجائے احمد کو

دیکھا۔وہ اکیلا نہیں تھا۔اس کے ساتھ ایک دو لڑکے اور بھی تھی۔اسنے نظریں ہٹالیں۔جلدی جلدی ہاتھ چلاتے ہوئے اس نے بیگ میں باقی کا سامان بھر کر اس عورت کو تھمایا۔کن آنکھیوں سے اس نے احمد کو اندر اسٹور میں گم ہوتے دیکھا۔کچھ وقت بعد احمد ڈرنک کے چار کین لے کر اس کے سامنے کھڑا تھا۔محمد نے اس سے نمٹنے کے لیے فوراً اس کا سامان بیگ میں ڈال کر کیش ان کیا۔پیسے لینے کے لیے ہاتھ بڑھائے تو احمد نے پیسے نہیں چھوڑے۔اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ عجیب سی مسکراہٹ لیے اسے دیکھ رہا تھا۔محمد نے گلا تر کیا۔دوبارہ پیسے لیے تو اس بار احمد نے دے دیے۔چینج دیتے وقت احمد نے کیشیئر کاونٹر کی ایک جگہ رکھے چھوٹے ریک پر سے ببل گم اٹھا کر کاونٹر پر رکھی۔محمد کو دوبارہ بل بنانا پڑا۔ابھی وہ بنا ہی رہا تھا کہ احمد کے جلائے ہوئے سگریٹ کے دھوئیں سے محمد کھانسنے لگا۔بے ساختہ بازو سے منہ کو ڈھک کر سانس لی اور بل احمد کے آگے کیا۔اسنے تھامنے کے بجائے سگریٹ کا کش لے کر دھواں اس کے منہ کے قریب آکر چھوڑا۔احمد کی سانس اٹکنے لگی۔کھانس کھانس کر اسکا منہ لال ہونے لگا۔چہرے کی رگیں تن گئیں۔آنکھوں کے ڈورے کھانسنے سے نم ہونے لگے تھے۔اس نے چہرہ احمد کی طرف کیا تو وہ کمینگی سے مسکرا

رہا تھا۔ ساتھ کھڑے اس کے دوست بھی اس سب سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ دفعتاً اسٹور میں موجود کوئی فی میل ایک طرف سے نکل کر سامنے آئی۔

"ہیئی۔۔ کیا کر رہے ہو تم۔۔ دکھتا نہیں ہے تمھے۔۔۔ سگریٹ پینا منع ہے۔۔۔ باہر جاؤ اسی وقت۔۔" وہ ایک اولڈ حبشی خاتون تھی۔ اس اسٹور کی مالکن تھی۔ شام ہوتے ہی وہ اسٹور آجایا کرتی تھی۔ وہ انگریزی میں بات کر رہی تھی۔ اسنے احمد کو ڈانٹ کر باہر جانے کا کہا۔ وہ اپنا سامان اٹھاتا ہاتھ سرینڈر کے انداز میں کھڑا کرتا باہر نکلنے لگا۔ جاتے وقت محمد کو ونک کرنا نہیں بھولا تھا۔ اسنے بے اختیار سانس لینے کی کوشش کی اور پینٹ کی جیب سے اپنا ان ہیلر نکال کر منہ سے لگایا۔

"تم ٹھیک ہو بیٹا۔۔" اس خاتون نے فکر سے پوچھا۔ محمد نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا تھا۔

ایک نظر پھر اسٹور کے بند دروازے کو دیکھ کر اسنے لبوں پر زبان پھیری۔ احمد کا یہاں آنا اتفاق تھا اور محمد کو دیکھنا بھی۔ لیکن احمد کے خرافاتی دماغ میں محمد کو لے کر کچھ اور معلومات اکھٹا ہو چکی تھی۔ جن میں اس کا یہاں کام کرنا اور استھما کا مریض ہونا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

امریکا آنے کے بعد رئیس کو گھر والوں سے بات کرنے کا وقت ہی نہیں ملا تھا۔اسنے واپس بریک پر جانے کا سوچا بھی تھا۔لیکن وہ ابھی کچھ چیزوں اور چند لوگوں کو فیس کرنے کے لیے تیار نا تھا۔اسی لیے اب اسنے محض فون پر ہی رابطہ برقرار رکھا۔وہ اپنے روم میں اس وقت اپنا لیپ ٹاپ کھول کر اسکائیپ پر اپنی ماں سے محو گفتگو تھا۔

"گھر ہی آجاتے واپس۔۔۔تمھے چہرے کے سامنے دیکھ کتنا وقت ہو گیا۔۔۔پڑھائی کو جیسے اپنی ماں بنالیا ہے تم نے۔۔۔مجھے یاد نہیں جو تم اگر یونی میں جاتے ہی دو گھڑی سکون سے ہمارے ارد گرد رہے ہو۔۔۔پہلے اسلا آباد چلے گئے اور اب امریکا جا بیٹھے ہو۔۔۔"

وہ گلہ کر رہی تھیں۔اس کی ہر وقت کی غیر موجودگی پر چوٹ بھی کر رہی تھیں۔رئیس ہنس کر اپنی ہلکی بڑھی داڑھی کھجاتا رہا۔

"لالہ۔۔میں بھی مس کرتا ہوں۔۔آپ کو پتا ہے۔۔میں نے آج اپنی پہلی ڈرائینگ پر سٹار لیا ہے ٹیچر سے۔۔یہ دیکھیں۔۔"سرخ گال والا ولی بھی ماں کے ساتھ کمرے میں موجود ٹیب کو پکڑے ان کے پیٹ پر سر رکھے لیٹا ہوا تھا۔اٹھ کر اس نے ماں کو کچھ وقت پہلے دکھائی گئی ڈرائینگ کیمرے کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیا بات ہے ولی۔۔۔تم تو ماہر نکلے یار۔"اس کی بات پر ولی خوشی کے مارے مزید تفصیلات دینے لگا۔اسی دورانیے میں کمرے کا دروازہ کھول کر بانو اندر داخل ہوئی تھی۔

"آجاؤ ولی۔۔میں نے کسٹرڈ بنا دیا ہے تمھارے لیے۔"

بانو کی آواز پر رئیس متوجہ ہوا۔لبوں پر زبان پھیر کر انہیں آپس میں دبایا۔ولی بیڈ پر سے کودتا ہوا باہر بھاگا تھا۔آج ڈرائینگ پر اسٹار لینے سے اس نے فرمائیش کی تھی کچھ میٹھا کھانے کی۔بانو اسی لیے بلانے آئی تھی۔

"آرام سے۔۔"ماں نے بچے کو بھاگتے دیکھ کر تاکید کی تھی۔

"تایا ہیں۔؟"

سوال بانو کی جانب سے تھا جس پر بخت نے نفی میں سر ہلایا۔

"رئیس لالہ۔۔"

وہ بنا کسی تاثر کے سر ہلاتی کمرے سے نکل گئی۔مگر دروازے کے پاس کھڑی ہو کر مسکرائی ضرور تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہنہ۔۔لالہ؟۔۔۔آگ نالگ گئی ہو گی جناب کو۔۔"لب کاٹتی بے وقوفوں کی طرح دبی دبی ہنستی زینے اترنے لگی۔ادھر رئیس نے ماں کے الفاظ سن کر آنکھیں میچیں پھر ایک گہری سانس لے کر ٹھوڑی کھجائی تھی۔

"زنیرہ کہاں ہے امی۔۔؟"

اس نے ماں کو مخاطب کیا۔

"سو رہی ہے۔۔"

ان کی بات پر وہ چونکہ۔

"اتنی جلدی۔۔طبیعت ٹھیک ہے۔؟"اس نے استفسار کیا۔

"نہیں۔۔کچھ نہیں ہوا طبیعت کو۔۔صبح جلدی اٹھی تھی تو بس اسی لیے۔"انہوں نے گاؤں جانے والی بات نہیں بتائی۔رئیس خوام خواہ اسے اکیلے بھیجنے پر غصہ نا ہو جائے کہیں'اسی خیال سے۔

"بابا گھر ہیں۔۔؟"اس نے آہستگی سے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وہ گھر ہوتے کب ہیں۔۔ایک تمھارے ابا اور تم۔۔۔قسم کھار کھی ہے میری آنکھوں کے سامنے نا رہنے کی۔۔"انہوں نے شکوہ کیا۔

"اچھا خفا کیوں ہوتی ہیں؟۔۔۔دوسرے سیمیسٹر کی بریک پر آجاؤں گا گھر۔"

وہ مسکراتے ہوئے انہیں پیار سے بتا رہا تھا۔

رسمی بات چیت کرنے کے بعد رئیس نے ویڈیو کال ڈیسکنکٹ کی اور فون لے کر بالکنی تک آیا۔ محمد کو کال ملائی۔ڈیوٹی آورز ختم ہو چکے تھے۔رئیس سونے سے پہلے ایک بار پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ ہاسٹل پہنچ گیا ہے یا نہیں۔وہ اس کی فکر کرنے لگا تھا۔ محمد اس کے لیے بھائی سے زیادہ بچہ بن گیا تھا۔وہ دن میں ایک بار تو ضرور محمد کی خیریت دریافت کرتا اور ہفتہ میں ایک دو بار ملنے بھی جاتا۔ کبھی اس کے اسٹور تو کبھی ہاسٹل کی لابی یا پاس بنے پارک میں۔

بیل مسلسل جا رہی تھی۔ لیکن محمد پک نہیں کر رہا تھا۔کال خود ڈسکنکٹ ہوئی تو رئیس نے ایک بار پھر نمبر ڈائل کیا۔اس بار بھی جواب ندارد ہی رہا۔اس نے لب بھینچے۔ پھر اسی خیال سے محمد کو میسیج لکھ کر بھیج دیا کہ شاید وہ راستے میں ہو یا کہیں اسٹور میں ہی بزی ہو۔ بعض

اوقات دیر سویر ہو جایا کرتی تھی۔رئیس ایک نظر بالکنی سے نظر آتے ہاسٹل کے گیٹ کو دیکھ کر واپس پلٹ آیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

رات کے تقریباً گیارہ ہو رہے تھے۔وہ کاونٹر پر رکھے اپنے بیگ میں جوس کی بوتل اور کچھ کھانے کا سامان ڈال رہا تھا۔اس حبشی عورت نے ہی محبت میں اسے اسٹور میں رکھے ایکسٹرا باکسس کو بیسمینٹ میں رکھنے کا انعام دیا تھا۔وہ محمد کی معصومیت اور نرم طبیعت کی آسیر ہو گئی تھی۔بچوں کی طرح وہ روز واپسی پر محمد کو کچھ نا کچھ دے دیتی تھی۔

وہ اسٹور کے پیچھلے دروازے سے نکلنے کے لیے اسٹور کی لائیٹ بند کرتا ہوا دروازے تک آیا۔اسٹور کی مالکن پہلے ہی جا چکی تھی۔وہ ہمیشہ مین ڈور بند کر کے جاتی تھی۔اسی لیے محمد پیچھلے دروازے سے جایا کرتا تھا۔اس نے دروازے پر پہنچ کر لاک لگایا اور اپنی دائیں جانب مڑتے ہوئے چلنے لگا۔یہ اسٹور کے پیچھے والی بلڈنگ کی بیک سائیڈ تھی۔جہاں وقفہ وقفہ سے ایک دو بڑے ڈسٹ بن پڑے ہوئے تھے اور کچھ سیڑھیاں بلڈنگ میں بنے فلیٹس تک جا رہی تھیں۔وہ بیگ کو کندھے پر درست کرتا اپنی سیدھ میں چل رہا تھا۔یکایک اس کی نظر

اسی گلی کے آخری کونے میں دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑے احمد اور اس کے سامنے کھڑے اس کے دوستوں پر پڑی۔ محمد کے قدم خود بخود تھم گئے۔ احمد نے آہٹ پر گردن موڑی تو ایک ہی جگہ جم کر کھڑے محمد پر آ رکی۔ اس کے لبوں پر وہی بناوٹی مسکان آ ٹھہری تھی۔ کچھ دیر محمد وہیں کھڑا اسے دیکھتا رہا پھر تیز تیز چلتا اس کے پاس سے ہو کر اسٹور کے مین گیٹ کی طرف مڑا۔ احمد کی نگاہیں بھی اس کے پاس سے گزرنے تک ٹکی رہی تھیں۔ سامنے کھڑے لڑکے نے اس کے اشارے پر اپنی ٹانگ پیچھے کو نکالی تو تیز قدم لیتا محمد ٹھوکر لگنے سے منہ کے بل جا گرا۔ بیگ ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ محمد جس تیزی سے زمیں پر گرا تھا اسی تیزی سے فوراً سیدھا ہوا تھا۔ اسکی ٹھوڑی پر خراش لگنے سے سرخی واضع ہوتی نظر آئی تھی۔

"یہ۔۔یہ کیا بدتمیزی ہے۔۔"

لہجہ کو بامشکل سخت بنایا گیا تھا۔

"میں نے کیا کیا؟۔۔۔تجھے دیکھ کر چلنا چاہیے تھا نا۔۔"

احمد نے بلا کی معصومیت سجائے اسے ہی مجرم ٹھہرا دیا۔ وہ اپنا بیگ ہاتھ میں لے کر واپس اپنے پیروں پر کھڑا ہوا۔ بنا کچھ کہے ان سے الگ ہو کر قدم سیدھ میں لیے چلنے لگا۔ وہ اس کے منہ

نہیں لگنا چاہتا تھا۔کچھ فاصلہ طے کیا ہی تھا کہ اسے اپنے پیچھے چلتے قدموں کی چاپ سنائی دی۔احمد اور اس کے دوست محمد کے چلنے پر اس کے ساتھ ہی چلنے لگے تھے۔جبکہ وہ ان کے یوں فالو کرنے پر رکا۔گھوم کر احمد اور اس کے دوستوں پر نظر ڈالی۔

"کیا چاہیے۔۔۔؟کیوں پیچھا کر رہے ہو۔۔؟"

اس بار لہجہ تھوڑا گھبراہٹ کا شکار ہوا تھا۔

"ہم نے سوچا۔۔۔بچے کو گھر تک باحفاظت چھوڑ آئیں۔۔۔کچھ ہو گیا تو۔؟"

احمد نے اپنی پینٹ کی جیب میں دونوں ہاتھ ڈال کر ڈھیروں فکر سجائے کہا۔

"تم۔۔۔اپنے کام سے کام رکھو۔۔"

اسنے کبھی کسی کو ایسے آگے سے جواب نا دیا تھا۔شاید رئیس کی دوستی کا آسرا تھا جو اس بار لہجہ سخت ہو گیا۔احمد استہزایہ ہنسا۔

"وہی تو میں بھی سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔۔۔۔اپنے۔۔کام۔۔۔سے۔۔کام رکھ۔"

احمد بولتا ہوا اس کے بلکل قریب آ کر رکا پھر ہاتھ سے اس کے گال کو ہر الفاظ پر الگ الگ کرتے ہوئے تھپتھپایا۔بناوٹی مسکان ہنوز قائم تھی۔

"کیا مطلب۔۔؟" وہ اس سے دو قدم پیچھے ہوا۔

"مطلب یہ کہ۔۔۔تو جس گٹر میں پہلے تھا۔۔وہیں واپس چلا جا۔۔میرے اور رئیس سے دور۔"

سرد مہری سے کہہ کر اس نے محمد کے سینے پر ہاتھ جما کر ہلکا سا اسے پیچھے دھکیلا۔ محمد نے کچھ نا کہا۔ ناپسندیدگی سے اسے یک ٹک دیکھتا رہا۔

"دیکھ کیا رہا ہے۔۔نکل۔۔"

وہ بھی اسے نفرت سے کہتے ہوئے گھورنے لگا۔

"اور اگر نا جاؤں۔۔تو۔"

اس کے کہنے کی دیر تھی۔ کب سے جبر کرتا احمد اس پر چڑھ دوڑا۔

"بکواس کرتا ہے۔۔اوقات کیا ہے تیری۔۔سالے چیونٹی جیسا ہے۔۔پل میں مسل ڈالوں گا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

محمد کے چہرے پر ایک کے بعد ایک مکا جڑتے وہ اس پر اپنا غصہ نکال رہا تھا۔اس کے حملے پر وہ سنبھل نا سکا۔پے در پے منہ پر لگنے سے اس کی سانس اکھڑنے لگی تھی۔جب قدم لڑکھڑائے تو وہ نیچے کو جا گرا۔احمد کے دوستوں نے آگے بڑھ کر اس کو روکا تھا۔

"کیا کر رہا ہے۔۔چھوڑ۔۔جانے دے۔۔کسی نے دیکھ لیا تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔" اسکے دوست ایڈی نے اس کو بازو سے پکڑ کر محمد سے دور کیا۔وہ لمبے لمبے سانس لیتا بالوں میں ہاتھ پھیر کر خود کو کمپوز کرنے لگا۔پھر نیچے پڑے محمد پر نگاہ ڈالی۔وہ اپنی اکھڑی ہوئی سانس بحال کرنے کی تگ و دو میں کھانستا جا رہا تھا۔ٹھوڑی پر لگی خراش سے خون رسنے لگا تھا۔ناک کی ہڈی پر سے بھی خون کی بوندے نمودار ہوتی جا رہی تھیں۔ایک آنکھ کے نیچے سرخ نشان ابھرتا ہوا دکھا تھا۔

"پھر بول رہا ہوں۔۔اپنا راستہ ناپ لے۔۔۔بیچ میں آئے گا تو منہ کے بل گرے گا۔" انگلی اٹھا کر ایک بار دوبارہ دھمکایا گیا تھا۔پھر اسی نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوا وہ اس کے پاس سے گزر گیا۔جاتے ہوئے اس کے زمیں پر پڑے بیگ کو ٹھوکر مارنا نا بھولا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

محمد کچھ دیر وہیں بیٹھا رہا۔ پھر سنبھل کر زمین سے اٹھا۔ بیگ کندھے پر ڈالے ایک نگاہ اپنی سیدھ میں ڈالی جہاں سے ابھی ابھی احمد گیا تھا۔ شرٹ کی آستین سے ٹھوڑی اور ناک پر سے خون صاف کیا۔ جیب میں رکھا فون کب سے تھرتھرا رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کس کا ہے۔ اچانک آنکھوں میں نمی در آئی۔ گلے میں ابھرتی گلٹی کو بامشکل نیچے اتارا۔ فون نکال کر ہاتھ میں پکڑا۔ پھر یونہی کچھ دیر اسکرین پر جگمگاتے نام کو دیکھ کر اسنے فون جیب میں واپس ڈال کر ایک گہری سانس لی اور پھر یہاں سے نکلتا چلا گیا۔

☆☆☆☆☆☆

پورے دن سفر کی تھکان سے زنیرہ گھر آتے ہی اپنے کمرے میں جا گھسی تھی۔ کھانا وہ عبداللہ کی نانی کے گھر سے ہی کھا کر آئی تھی۔ نانی نے جو سبزی بنائی تھی۔ انہوں نے سویرہ اور زنیرہ کو کھلا کر ہی جانے دیا تھا۔ پھر دونوں گاؤں سے مغرب تک شہر پہنچی تھیں۔ راستے میں سویرہ کی مسلسل چلتی زبان نے اس کے کان درد کر دیے تھے۔ زنیرہ کو ایک گھڑی سکون سے عبداللہ اور اپنے بارے میں سوچنے کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔ لیکن اب اس کے پاس پوری رات پڑی تھی۔ وہ کسی بھی رکاوٹ کے بغیر عبداللہ کے ساتھ گزارے دن کو پھر سے

آنکھوں کے سامنے سجائے بیٹھی تھی۔آج پورا دن وہ اس کی آنکھوں کے سامنے رہا تھا۔ واپسی پر وہ اسی خیال سے اداس ہونے لگی تھی کہ وہ کل تک اس کی نگاہوں سے دور ہو گا۔اسے ابھی سے وہ اتنا یاد آنے لگا تھا۔

دو گھنٹے کی نیند کے بعد رات گیارہ بجے اس کی آنکھ کھلی تھی۔نماز پڑھ کر اس نے پہلے کچن میں جا کر پیٹ پوجا کی۔شام کا جو کھایا تھا سو کھایا۔لیکن اب اس کا کچھ کھانے کو دل کر رہا تھا۔وہیں بیٹھے بیٹھے وہ بیوقوفوں کی طرح عبداللہ کو ہی سوچ کر مسکراتی جا رہی تھی۔اس نے پیر اوپر کر کے کرسی پر رکھے ہوئے تھے۔سامنے ٹیبل پر روٹی کے چھوٹے لقمے بنا کر منہ میں ڈالتی اور پھر پاگلوں کی طرح مسکرانے لگتی۔ذہن میں آج کیچڑ میں گرنے سے لے کر عبداللہ کے درخت پر چڑھ کر آڑو توڑنے تک وہ شرمندہ بھی ہو رہی تھی لیکن پھر عبداللہ کی اتنی سی توجہ پر شرما بھی رہی تھی۔اور یہ زرا سی توجہ اس کا دماغ خراب کرنے کے لیے بہت تھی۔

کھانا ختم ہوا تو وہ برتن سمیٹ کر دھوتے ہی واپس اپنے کمرے میں آ گئی۔بیڈ کراون سے ٹیک لگائے وہ گھٹنوں پر بازو رکھ کر اپنی ٹھوڑی ٹکائے بیٹھی تھی۔نظریں اپنے پیروں پر جمی تھیں۔جس رات اس کا پیر مڑا تھا۔اس وقت عبداللہ کے اچانک نزدیکی پر وہ بلکل ماوف

ہو چکی تھی۔ لیکن اب وہ ہر اس منظر کو ذہن کے پردوں پر سجائے بیٹھی تھی۔ عبداللہ کی فکر اور پریشانی سے اسکو اس پل دیکھنا اور پھر پہلی بار چھونا اس کی دل کی دھڑکن اور بدن میں ہوتی سرایت کو ہوا دینے کے لیے کافی تھا۔ یہ سب سوچتے ہوئے اس کی مسکراہٹ بھی لبوں پر آجا رہی تھی۔ کیسا عجیب احساس تھا۔ ایسا لگتا تھا وہ پاگل ہو جائے گی اگر ہر چھوٹی سی چھوٹی شیئے کو بھی کئی دیر سوچتی رہی۔ لیکن یہ اس کے بس میں نہیں تھا۔ پہلی بار جب اسنے عبداللہ کو دیکھا تھا۔ اسی دن سے وہ شور کرتا ہوا اس کے دل میں گھر کر بیٹھا تھا جس کا اندازہ وہ اس ایک ہفتہ میں لگا چکی تھی۔ وہ بہت پہلے ہی کہیں دور نکل آئی تھی جس کی شدت اب ہر گزرتی سوچ کے ساتھ بڑھتی جا رہی تھی۔

اسکی نظر اب تک اپنے پیروں پر ہی ٹکی ہوئی تھی۔ اسے یاد آیا۔ آج جب اس کی پازیب عبداللہ کی نزدیکی کے باعث کھل نہیں رہی تھی تو کیسے اسنے ہاتھ بڑھا کر خود اتار لی تھی۔ زنیرہ کا اس وقت دل شدت سے ڈھڑکا تھا اور اب بھی جیسے ٹھنڈی ہوا نے چھو لیا ہو۔ وہ لب کاٹ کر رہ گئی۔ اپنے نازک پیروں پر ہاتھ بڑھا کر پازیب والی جگہ پر انگلیاں پھیرنے لگی پھر چونک کر سیدھی ہوئی۔ ہاں۔ پائل۔ اس کی پائل تو وہیں سلیب پر پڑی رہ گئی۔ وہ اتنی بھلکڑ کب سے ہو گئی تھی۔ ایک پازیب کا حصہ پہلے ہی گم ہو چکا تھا۔ اس کے پاس

گنتی کی تین چار ہی تو تھیں۔اس نے بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھا فون اٹھایا۔پھر فون کو ہاتھ میں لیے لب بھینچے۔عبداللہ یا راشد میں سے کسی کا نمبر تو نہیں تھا اس کے پاس۔اور اگر ہوتا بھی تو رات کے اس پہر وہ فون کر کے تنگ کیوں کرتی۔اس نے فون واپس ٹیبل پر رکھ دیا۔کچھ پل گزرے تھے کہ اس نے پھر سے فون اٹھا کر سویرہ کو میسج کیا۔اسے یاد آیا تھا'آج واپسی پر جب سویرہ اس کے کان کھا رہی تھی تب اس نے کہا تھا کہ وہ کل گاؤں نہیں جائے گی۔سویرہ کی امی کو ایک بار پھر چچا کی وفات کی وجہ سے مصروف ہونا تھا۔سویرہ بھی وہیں مصروف ہو گی۔اسنے سویرہ سے عبداللہ کا نمبر مانگا۔میسج لکھتے وقت وہ ہچکچائی ضرور تھی۔'سویرہ کیا سوچے گی اس وقت کیوں مانگ رہی ہوں'۔وہ سوچ کر رہ گئی۔لیکن پھر ہمت کر کے لکھا ہوا میسج بھیج دیا۔بھیجتے ہی سویرہ کا ریپلائی آیا تھا۔

"کیوں۔۔کیا ہوا۔۔؟"

اس کا میسج پڑھتے اس نے ناخن چبائے۔

"بات کرنی ہے۔"بغیر کسی لگی لپٹی کے اصل وجہ بتائی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وہ کیوں۔۔کوئی کمی رہ گئی آج۔؟"اس ریپلائی پر سویرہ نے ساتھ ائیبرواچکانے والا ایموجی بھی بھیجا تھا۔زنیرہ کو اس کی انکوائیری پر غصہ آیا۔

"تھانے دارنی نا بنو۔۔۔نمبر دو۔"

"ہائے اللہ۔۔اتنا غصہ۔۔وہ بھی ایک بندے سے بات کرنے کے لیے۔"سویرہ اسے زچ کر رہی تھی۔زنیرہ اچھے سے جانتی تھی وہ اس وقت اس کے مزے لے رہی ہے۔کیا وہ جانتی ہے کہ زنیرہ عبداللہ کو لے کر کیا احساس رکھتی ہے؟۔

"سویرہ۔۔نمبر دو۔"

اسنے تنگ آکر میسج لکھا۔جس پر سویرہ نے فوراً عبداللہ کا نمبر بھیج دیا لیکن ساتھ ایک اور میسج بھی بھیجا جس سے زنیرہ نے شرمندگی سے لب دبائے تھے۔

"ابھی تو دے رہی ہوں۔۔لیکن تمھاری ان حرکتوں کا حساب میں ضرور لوں گی۔۔۔چھپی رستم کہیں کی۔"

یعنی وہ جانتی تھی۔لیکن سویرہ کو کب معلوم ہوا۔اسنے تو کبھی کوئی بات تک نہیں کی تھی عبداللہ کو لے کر'سوائے آج سیدھا نمبر مانگنے کے۔اس نے سر جھٹکا پھر سویرہ کے بھیجے گئے

نمبر کو اپنے موبائل میں عبداللہ کے نام سے محفوظ کیا۔ صرف عبداللہ۔ نام میں ہی اتنی کشش تھی کہ اور کچھ لکھنے یا بولنے کی ضرورت نہیں تھی۔

زنیرہ نے کچھ پل کالر آئی ڈی پر انگلی مہلک رکھی۔ دل ابھی سے دھک دھک کر رہا تھا۔ اس نے سر نفی میں ہلا کر انگلی ہٹالی۔

'نہیں۔۔ کیا سوچیں گے۔۔ کیسی لڑکی ہوں۔۔ رات کے وقت ایسے فون کر رہی ہوں۔' شرم اور حیا آڑے آنے لگی تھی۔ وہ بڑبڑانے لگی۔ لیکن جب صبر نا ہوا تو اس نے سب کچھ بھلائے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ میسج بھیج دیا۔ کتنی دیر پھر وہ اپنے بھیجے گئے میسج 'سلام۔۔ میں زنیرہ۔۔ کیا آپ جاگ رہے ہیں؟۔' کو یک ٹک دیکھتی گئی۔ دل کی ڈھڑکن گزرتے سیکنڈز کے ساتھ تیز ہوتی گئی تھی۔ کچھ پل گزرے پھر انہیں آنکھوں کے سامنے عبداللہ کی طرف سے ایک میسج ابھرا۔

"ہاں۔۔ خیریت۔؟"

وہ اس وقت قرآن کی تلاوت کر رہا تھا جب موبائل کی بیپ پر متوجہ ہوا۔ اسنے پہلے آرام سے قرءات مکمل کی۔ آنکھوں سے لگا کر قرآن کو دیوار کی بنی سلیب پر پڑے ریک پر

رکھا۔فون آئینے کی ٹیبل پر سے اٹھا کر لاک اسکرین پر جگمگاتے میسج کو پڑھا۔ماتھے پر زنیرہ کے اس وقت میسج کرنے پر شکن پڑی تھی۔ میسج کا ریپلائی دے کر اسنے فون واپس رکھا ہی تھا کہ زنیرہ کی طرف سے فوراً جواب آیا۔زنیرہ کو لگا تھا وہ اس سے استفسار کرے گا نمبر کو لے کر یا اس وقت بات کرنے پر کچھ تو کہے گا لیکن ایسا کچھ نا ہوا۔

"جی۔۔آپ سے بات کرنی تھی۔"کیسا عجیب جواب تھا۔عبداللہ کے لب ہلکے سے مسکائے۔پھر اسنے سیدھا کال کر ڈالی۔زنیرہ رنگ ٹون کے بجنے سے گڑبڑا گئی۔فون ہاتھ سے گرتے گرتے بچا تھا۔اسنے لب دانتوں تلے دبائے۔پھر کال اٹھالی۔اسپیکر سے ابھرتی عبداللہ کی آواز نے اس کے دل کی ڈھڑکن تیز کر دی تھی۔بے اختیار اس کا ہاتھ اپنے دل کے مقام پر آن ٹھہرا تھا۔

"ہاں۔۔کہو۔۔کیا بات کرنی ہے۔؟"

اسنے کان سے لگائے فون کو کندھے سے لگا کر ٹکایا اور ہاتھ میں بندھی گھڑی کو اتارنے لگا۔

"وہ۔۔میں۔۔مجھے۔۔کہنا تھا کہ۔۔میری پائل وہیں رہ گئی ہے۔"

وہ لاکھ اس کے سامنے بلا جھجھک یا گھبراہٹ کے بول لیتی تھی لیکن فون پر بات کرتے ہوئے وہ پاگل سی ہو رہی تھی۔ عبداللہ کی اسپیکر سے ابھرتی ہلکی سی سانس لینے کی آواز اس کے کانوں سے ہو کر پورے بدن میں حشر برپا کر رہی تھی۔ اسکا گھڑی کو اتارتا ہاتھ پل بھر کو تھما۔ اسنے دوبارہ فون کو ہاتھ سے پکڑا۔ نگاہ بے ساختہ اسی آئینے کی میز پر رکھی زنیرہ کی پازیب پر گئی۔ عبداللہ نے وہ پائل سلیب پر سے عشاہ کی نماز کے وقت وضو کرتے ہوئے اٹھالی تھی۔

"کون۔۔ سی پائل۔؟" انجان بننے کی پوری کوشش تھی۔ پازیب کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں پر رکھ کر وہ انگوٹھے سے آہستہ سے 'اسے چھو رہا تھا۔ آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔ لبوں کی جگہ آنکھیں زیادہ مسکرا رہی تھیں۔

"میں۔۔ ہم جب واپس گھر آئے تھے۔۔ گرنے کے بعد۔۔ تو آپ نے اتار لی تھی۔"

بیڈ پر وہ سیدھی بیٹھی تھی۔ آٹینشن کی پوزیشن میں۔ بے حال ہوتی حالت کو سنبھالنے کی ناکام سی کوشش کرتے ہوئے۔

"میں نے اتار لی تھی۔؟" اسنے مسکراہٹ روک کر زنیرہ کے ادا کیے گئے لفظوں پر زور دیا۔ہاتھ میں رکھی پازیب میز پر واپس رکھی۔

"الزام لگا رہی ہو۔؟"

عبداللہ کی بات پر وہ گڑبڑا کر رہ گئی۔وہ اسے بس چھیڑ رہا تھا۔ نظروں کے سامنے زنیرہ کی وہ آنکھیں ہو کر گزری جو وہ الجھن اور کشمکش میں گہری کرتی تھی۔خدایا وہ سیاح سی آنکھیں ایک پورا چاند لیے گھومتی تھیں۔

"نن۔۔ نہیں۔۔میں کیوں لگاؤں گی۔۔کسی بھی قسم کا الزام۔" گھبراہٹ سے اسنے لبوں پر زبان پھیری۔عبداللہ کے لب اس کی گڑبڑاھٹ پر مسکائے۔

"تم نے ہی تو کہا۔۔میں نے اتار لی تھی۔"

فون کو دوبارہ کندھے پر ٹکا کر گھڑی مکمل طور پر اتار کر سامنے رکھی۔

"مطلب۔۔مجھ سے نہیں اتر رہی تھی تو۔۔"

اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔عبداللہ کمرے سے نکل کر صحن میں آ چکا تھا۔باہر اس کی نانی اور امی سو رہی تھیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ دیکھیں۔۔وہ وہیں ہو گی۔" اسے خاموش پا کر زنیرہ نے آہستگی سے کہا۔

"اگر نا ملی تو۔۔" اس نے صبح والے ہی کمیز شلوار پہن رکھے تھے۔آستینے کہنیوں تک فولڈ کرتے وہ ایک نظر سوئی ہوئی اپنی ماں اور نانی پر ڈلتے زینوں کی طرف آیا۔راشد اور وہ چھت پر سوتے تھے۔

"آپ۔۔آپ ایک بار دیکھیں تو۔" زنیرہ نے لب کا کونہ دانتوں تلے دیا۔اس کا التجا کرنا بھی بے حد خوبصورت تھا۔

"ہاں۔۔کیوں نہیں۔"

مسکاتی آنکھوں سے کہتے وہ زینے چڑھنے لگا۔زنیرہ نے البتہ جواب نہ دیا۔اسے لگا وہ چیک کرنے گیا ہو گا۔یہ سوچ کر ہی وہ لب کاٹنے لگا۔کان سے ہی فون کو لگائے رکھا۔کتنی ہی دیر زنیرہ کو ہل چل سی سنائی دیتی رہی جبکہ عبداللہ اب بستر پر چادر سیٹ کرتا ہوا بیٹھ رہا تھا۔

"تمھاری وہ پائل کہیں نہیں ہے۔۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

زنیرہ سے جھوٹ بولنا اسے عجیب تو لگا لیکن پھر وہ یہ خیال آتے ہی جھٹک چکا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا۔ یہ سب کر کے اسے کیا حاصل ہونا تھا۔ الجھے چہرے کے ساتھ سکا آنکھیں گہری کرنا بار بار سامنے آتا تو اس کا دل بلکل آہستہ سے دھڑک کر تھمتا تھا۔

"پھر کہاں جا سکتی ہے۔؟" وہ تھوڑا روہانسی سی ہو گئی۔ ایک پائل کا حصہ پہلے نہیں مل رہا تھا اور اب اگر یہ بھی نا ملی تو وہ کیا پہنے گی۔ ہر ایک پائل اسے بہت عزیز تھی۔ عبداللہ کی چہرے کی مسکان اس کے نم لہجے پر تھمی۔

"تم رو رہی ہو۔۔؟"

اسے حیرت ہوئی۔ وہ ایک پازیب کے نا ملنے پر آنسو بہا رہی تھی؟

"نہیں۔۔" اس نے ناک رگڑی۔ تھوڑے آنسو ہی نکلے تھے کے ناک بھی بہنے لگی تھی۔

اس کے صاف مکرنے پر وہ بے اختیار مسکراتا گیا۔

"آپ دوبارہ دیکھیں نا۔۔ کہیں نیچے گری ہو گی۔" کتنی معصومیت سے اسنے منت کی تھی۔ عبداللہ کا دل اس بار بہت زور سے دھڑکا تھا۔ یک دم وہ گھبرا گیا۔ چہرے کے تاثرات پل میں سنجیدہ ہوئے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جب آو گی تو لے لینا۔۔میں ڈھونڈ کر رکھ دوں گا۔۔۔۔کافی رات ہو گئی ہے۔۔فون رکھتا ہوں" سپاٹ تاثر کے ساتھ اس نے سنجیدگی سے بات مکمل کی۔پھر بغیر کچھ سنے اسنے کال ڈسکنکٹ کر دی۔آخر یہ سب وہ کیا کر رہا تھا۔وہ اس کے دوست کی بہن تھی۔اسے کیا حق تھا یوں بے باک ہو کر بات کرنے کا۔اسنے ہاتھوں میں پکڑے فون کی جگمگاتی اسکرین پر اپنے اور رئیس کی تصویر پر نظریں جمائیں۔اسے خود کو اتنا فرینک کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔وہ رئیس کی بہن ہے۔یہی سوچ ذہن میں بار بار لا کر وہ خود کو کوسنے لگا۔وہ اس کی دونوں پازیب واپس کر دے گا۔آخر کیا سوچ کر وہ پائل اس نے اپنے پاس رکھی تھی۔؟یوں اس کا دل زنیرہ کو اپنے خیالات میں لانے سے کیوں دھڑک کر رہ جاتا تھا۔؟ایسا بھی کیا ہوا تھا جو یوں اس کی ڈھڑکن الجھ رہی تھی۔

آنکھیں بند کرتے ہوئے اسنے ایک لمبی سانس لی۔پھر فون تکیے کی ایک طرف رکھ کر چت لیٹ گیا۔وہ اب پھر دوبارہ زنیرہ سے زیادہ فرینک نہیں ہو گا۔اپنی حدود میں رہتے ہوئے مخاطب کرے گا۔اس نے خود کو سمجھا کر کروٹ بدل لی تھی۔

☆---☆---☆

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842